Scanned by CamScanner

تذکرۂ
علماء امروہہ

مؤلفہ
حجۃ الاسلام مولانا سید شہوار حسین صاحب نقوی
استاد دار العلوم سید المدارس امروہہ

ناشر
وظیفہ سوسائٹی امروہہ، دہلی

نام کتاب	:	تذکرہ علماء امروہہ
مؤلف	:	حجۃ الاسلام مولانا سید شہوار حسین صاحب
ناشر	:	وظیفہ سوسائٹی امروہہ، دہلی
تعداد	:	۱۰۰۰ (ایک ہزار)
سن طباعت	:	فروری ۲۰۰۳/ء
ہدیہ	:	۷۵/روپیہ

کمپوزنگ

سید ندیم اصغر زیدی

آشیانۂ شہباز محلّہ چاہ غوری، امروہہ

فون:05922-259255,262266

e-mail:nadeem_asghar@rediffmail.com
syednadeem_asghar@hotmail.com

ملنے کے پتے

۱۔ دفتر وظیفہ سوسائٹی امروہہ

۲۔ دار العلوم سید المدارس امروہہ

فہرست

تقریظ

استاذ الاساتذہ مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ

دنیا ادبی ہو یا سیاسی، دائرۂ نظر شرعی ہو یا غیرِ شرعی، بات ہمیشہ ہی مشہور شخصیتوں کے گرد طواف کر کے بیٹھ رہتی ہے اور نتیجتاً قسمت کے مارے گمنامی کے طوفانی دھاروں میں بہہ کر نسیاً منسیاً ہوتے رہے ہیں خدا بھلا کرے ان محققین کا جنہوں نے تلاش و جستجو کا رخ گمناموں کو منظرِ عام پر لانے کی طرف موڑ کر ذہنوں کو نئی دریافت کے لئے آمادہ کیا ہے۔

ادھر الحمد للہ بڑی تیزی سے تاریخ امروہہ کے مختلف پہلو اجاگر ہو کر سامنے آئے اور سرزمین امروہہ کی زرخیزی کا زرین ثبوت بنے ہر صاحب فن نے اپنے موضوع سے متعلق افراد کو گمنامی کی تہوں سے نکالا اور اہل نظر سے خراج تحسین حاصل کیا، ایسے میں فطری طور پر اپنے دل میں بھی تمنا ابھری کہ کاش امروہہ کی علمی سربلندیوں کی ضمانت فلک وقار شخصیتوں کے بارے میں بھی کچھ کام ہو جاتا، چنانچہ استاذ علام مولانا سید صفی مرتضیٰ صاحب اعلی اللہ مقامہ کے سانحہ کے موقع پر مشاہیر امروہہ پر کام کئے جانے کی بات نکلی تو علماء اعلام کے لئے کچھ امید کے آثار پیدا ہوئے، چنانچہ میں نے عزیز محترم سید علی عباس نقوی سے علماء امروہہ پر قلم اٹھانے کا وعدہ کر کے فہرست علماء امروہہ تیار کی، اس ذیل میں جو کچھ بھی ورق گردانی کی جا سکی نتیجہ میں مصنفین امروہہ کی کثیر تعداد نظر سے

گذری، جس نے ذہن کو اس طرف موڑ دیا پہلے خیال تھا کہ صرف سادات امروہہ کے بلند پایہ مصنفین کی تالیفات وتصنیفات تک محدود رہا جائے پھر سوچا کہ غیر سادات حضرات کو کیوں نظر انداز کیا جائے، پھر خیال آیا کہ غیر مسلم حضرات کو کیوں چھوڑا جائے ،اس طرح کام کافی پھیل گیا، اگرچہ یہ پھیلاؤ ذرا بھی پریشان کن نہیں تھا مگر کسی کتاب کے لئے اس کے امروہوی ہونے کا دعویٰ تو آسان ہے لیکن ثبوت وسند آسان نہیں ہے چنانچہ اس زاویہ سے مجھے پٹنہ کی خدا بخش لائبریری علیگڑھ کی مولانا آزاد لائبریری، حیدرآباد دکن کی آصفیہ لائبریری کی فہرست لکھنؤ کی لائبریریاں چھاننا پڑیں، کام بڑی حد تک مکمل ہو ہی رہا تھا کہ لائق احترام حجۃ الاسلام مولانا سید شہوار حسین صاحب نقوی ایران کی تعلیم سے فراغت کے بعد جب وطن تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ موصوف شیعہ مصنفین پر کام کر رہے ہیں ،اب اسے آپ وطنی عصبیت کہیئے یا حب الوطنی سے تعبیر کیجئے کہ میں نے مولانا موصوف سے خواہش کی کہ آپ اپنے اس حد سے زیادہ پھیلے ہوئے کام کے ساتھ خصوصی نظر امروہہ کے علماء پر رکھیں، تاکہ ضمناً علمائے امروہہ پر آپ کی بالغ نظری سے باوثوق کام انجام پا جائے، اور یہ اجمالی دعویٰ تفصیلی قالب میں منظر عام پر آسکے، میں حد درجہ ممنون ہوں کہ مولانا نے میری خواہش کو شرف قبولیت بخشا اور علماء امروہہ کے بارے میں ایسی دستاویز فراہم کردی جس میں آنے والی نسلوں کے لئے جستجو اور تحقیق کے ذخیرے اکٹھا ہوگئے۔ نا معلوم کتنے خوش نصیب ایسے ابھر کر سامنے آگئے

جن کے متعلق یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ زمرۂ علماء میں شامل ہیں بے شک ان جیسے افراد پر خصوصاً اور تمام علماء اعلام پر عمومی طور پر حجۃ الاسلام مولانا سید شہوار حسین صاحب کا احسان عظیم ہے کہ موصوف نے رہتی دنیا تک کے لئے ان کو دوبارہ سے زندگی عطا فرمادی۔ مولانا سید شہوار حسین صاحب کی فعال شخصیت سے ہم اہل امروہہ کی بہت بڑی امیدیں وابستہ ہیں دعا ہے کہ ترقی کے تمام خواب شرمندۂ تعبیر ہوتے رہیں۔

زیر نظر کتاب کو ناچیز نے دیکھا اور جو کچھ میں نے سوچا تھا اس سے کہیں زیادہ اور ہزار درجہ بہتر صورت میں پاکر دل باغ باغ ہوگیا، اور بے اختیار زبان پر یہ دعا آ گئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان تمام منصوبوں اور ارادوں کو پورا فرمائے جو آپ نے قوم کے مستقبل کے بارے میں سوچ رکھے ہیں اور ساتھ ہی دعا ہے کہ صحت و عافیت کے ساتھ عمر طویل سے سرفراز فرمائے یقیناً موصوف کی ذات خود امروہہ کے لئے قابل فخر ہے اور امروہہ موصوف پر جس قدر بھی ناز کرے کم ہے آج کے اس دور کساد بازاری میں جب کہ قابلیت کا فقدان ہوتا جارہا ہے موصوف کی باصلاحیت ذات امروہہ کے لئے ایک نعمت ہے۔

فقط

السید محمد شاکر نقوی

جامعہ ناظمیہ لکھنؤ، رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ

تعارف

مولانا ڈاکٹر سید محمد سیادت صاحب قبلہ

امام جمعہ والجماعت امروہہ

تذکرہ نگاری ایک ایسی قدیم صنف ہے جس کا سلسلہ ماقبل تاریخ سے ملتا ہے تاریخی دنیا میں تذکرہ نگاری کی اہمیت و افادیت کا احساس ہر زمانے میں کیا جاتا رہاہے خواہ وہ دنیائے ادب ہو یا دنیائے سیاست، سماجیات ہوں یا مذہبیات بہر طور زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں تاریخی اعتبار سے تذکروں کومقبولیت عوام حاصل نہ رہی ہو، حقیقت یہ ہے کہ تذکروں کو تاریخی دنیا میں اساسی نوعیت حاصل رہی ہے تاریخ عالم کی ترتیب وتعین صرف ان قدیم تذکروں ہی کی حسین اور منظم صورت ہے جو غیر مربوط صورت میں قلمبند کردیئے گئے تھے اگر ان تذکروں کا وجود نہ ہوتا تو دنیا کی تاریخ ناتمام و نامکمل رہ جاتی، جس طرح ادبی سیاسی اور سماجی دنیا میں تذکروں کو اہمیت حاصل رہی ہے اسی طرح مذہبی دنیا میں بھی تذکرہ نگاری ہی کے ذریعہ ان عظیم مبلغین مذہب اور جید علماء وفضلاء کی بے لوث خدمات کوقلمبند کرکے حیات جاوید دی جاتی رہی ہے جن کا وجود مذہبی دنیا میں اساسی نوعیت کا حامل رہا ہے اس میں شک نہیں کہ ان علماء کے حالات زندگی اور خدمات کوقلمبند کردینے سے انہیں حیات تازہ سے بہر طور ہمکنار تو کیا ہی گیا ہے لیکن اسی کے ساتھ سماجی اور مذہبی زندگی میں ان لوگوں کا تذکرہ آنے والی نسلوں کے

ذہن کو مہمیز کرنے اور مذہب کی ان صحیح اقدار کو اپنانے میں زبردست تعاون بھی کرتا ہے تذکروں کی اس اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر ہر زمانے میں مختلف قسم کے تذکرہ لکھے جاتے رہے ہیں جن میں کچھ تذکرے ایسے ہیں جو ملک گیر حیثیت کے حامل ہیں یعنی جس میں پورے ملک کے علماء کے حالات کو بحثیت مجموعی جمع کیا گیا ہے اس نوعیت کے تذکرے یقیناً اپنے مقام پر بہر حال مخصوص افادیت کے حامل ہیں لیکن ملک گیر ہونے کے سبب چونکہ ان میں تفصیل ممکن نہیں تھی اس لئے ان سے وہ افادیت حاصل نہیں ہوسکتی جو کسی تذکرہ سے ہونا چاہئے، اس قسم کے تذکروں سے فقط علماء ہند کی فہرست تو تیار کی جا سکتی ہے تفصیلی حالات نہیں معلوم ہو سکتے ان کے علاوہ کچھ علاقائی تذکرے بھی لکھے گئے ہیں جن میں حالات کے سلسلہ میں قدرے تفصیل سے کام لیا گیا ہے لیکن کچھ تذکرے ایسے بھی قلمبند کئے گئے ہیں جو صرف کسی ایسے مخصوص شہر سے متعلق ہیں جو مذہبی یا سماجی دنیا میں مردم خیز سمجھا جاتا رہا ہے ان تذکروں میں محدودیت کے سبب تذکرہ نگاری کی افادیت کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا گیا ہے، علماء کے حالات و خدمات پر کافی بہتر صورت میں روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، ہندوستان کے ان چند قابل ذکر شہروں میں سے ایک شہر امروہہ بھی ہے جسے زمانۂ قدیم ہی سے اپنی خصوصیات کے سبب انفرادیت و امتیاز حاصل رہا ہے اگر چہ یہ ایک چھوٹی بستی ہے لیکن ابتدا ہی سے یہ علم و فضل، شعر و ادب اور مذہبی اقدار کے اعتبار سے عالمگیر حیثیت کی حامل

رہی ہے اور ہر زمانہ میں اس سرزمین نے بڑے جید علماء وفضلاء اور دیگر تمام فنون لطیفہ کے زبردست ماہرین کو جنم دیا ہے، چنانچہ اسی طرزِ فکر اور اسی نہج کے پیش نظر مولانا سید شہوار حسین صاحب نے بھی اپنے وطن عزیز کے ان تمام قابل ذکر علماء وفضلاء کے حالات وخدمات کو انتہائی جانفشانی اور زبردست جدوجہد کے بعد جمع کر کے یکجائی طور پر مرتب کیا ہے جو یقیناً آنے والی نسلوں کے لئے ایک بہترین تحفہ ہے یہ تذکرہ اسلاف کا بہترین تعارف کرانے کے ساتھ نئی نسل کے لئے خاندانی روایات سمجھنے اور انہیں برقرار رکھنے کے سلسلے میں بھی پوری طرح مددگار ثابت ہوگا، مولانا نے اس تذکرہ کی ترتیب میں اس بات کی پوری طرح کوشش کی ہے کہ امروہہ کے ان تمام علماء وفضلاء کے حالات نئی نسل کے سامنے آجائیں جو اپنے اپنے زمانے میں دین و مذہب کی بے لوث خدمات انجام دیتے رہے ہیں اور جن کی خدمات سے موجودہ نسل محض نا آشنا ہے، اس نقطۂ نظر کے ماتحت ہر عالم کے خاندانی پس منظر پر بھی جہاں تک ممکن ہوسکا ہے اس پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے مجھے امید ہے کہ مولانا کی یہ کوشش یقیناً موجودہ دور میں سعی مشکور ثابت ہوگی، اور اسے ہر طرح مقبولیت عوام حاصل رہے گی۔

فقط

سید محمد سیادت عفی عنہ

۷/ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ/ ۹/فروری ۲۰۰۳ء

امروہہ......تاریخ کے آئینے میں

سرزمین امروہہ ہندوستان میں مغربی اتر پردیش کا وہ مردم خیز اور علماء پرور خطہ ہے جس میں علم وحکمت کی تاریخ گذشتہ کئی صدیوں پر مشتمل ہے اگر چہ اس شہر کے آثار اور قدامت پر اب تک کوئی محقق تحقیق نہیں کر سکا یہی وجہ ہے کہ اس کی ابتدائی تاریخ کا کوئی سراغ نہیں ملتا، مگر مرادآباد سرکاری گزیٹئر کے مطابق امروہہ کی بنیاد ۴۷۴ رسال قبل مسیح پڑی، جہاں تک عہد اسلامی کا سوال ہے تو اسلامی عہد میں سپہ سالار مسعود غازی نے امروہہ اور سنبھل کے قلعے فتح کئے تھے، مگر جب سلطان التمش تخت نشین ہوا تو اس نے امروہہ اور بدایوں میں الگ الگ حاکم مقرر کئے ،سلطان غیاث الدین بلبن کے دور میں امروہہ حکومتِ دہلی کے زیر تسلط تھا۔

۷۴۱ھ/ ۱۳۴۰ء میں مشہور سیاح ابن بطوطہ امروہہ آیا جس کا ذکر اس نے اپنے سفر نامے میں کیا ہے"ثم وصلنا الی امروھا و ھی بلدة صغیرة حسنة فخرج عُما لھا للقائی جاء قاضیھا الشریف امیر علی و شیخ زاویتھا و اضافا لی مع ضیافة حسنة.

ترجمہ: پھر ہم امروہہ پہونچے یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر ہے اس کے اہل کار مجھ سے ملاقات کیلئے آئے اور شہر کے قاضی شریف امیر علی اور شیخ زاویہ نے میری بہترین ضیافت کی۔ (سفر نامہ ابن بطوطہ ص ۲۲۹)

امروہہ کے نام کے سلسلے میں مورخین نے مختلف نظریات پیش کیے ہیں صاحب "تواریخ واسطیہ" نے تحریر کیا ہے کہ "عہد سلاطین بنی تیمور میں امروہہ کی کسی قدر رقبۂ آراضی پر کاغذات سلطنت میں قصبہ عزیز پور تحریر ہے" پھر آگے تحریر کرتے ہیں کہ "بعض فرامین عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ وعہد نورالدین جھانگیر بادشاہ میں موجودہ امروہہ کا نام "انبروہہ" لکھا ہوا ہے"

صاحب تاریخ فرشتہ نے عہد علاء الدین خلجی کے تذکرہ میں اس شہر کا نام "ولایت امروہہ" تحریر کیا ہے امروہہ کی مشہور تاریخ "تواریخ واسطیہ" کے مصنف سید رحیم بخش نے اس شہر کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ "مقام امروہہ عرصۂ دراز سے آباد ہے اس شہر کی شروع آبادی مفصلاً تحقیق نہیں ہوئی، جملہ اقوام ہندو، مسلمان اس شہر میں آباد تھے، مگر دل پذیر بے نظیر رونق آمیز نہ تھا جبکہ میران سید علی بزرگ مع اپنے فرزند ارجمند جناب مخدوم سید حسین شرف الدین شاہ ولایت قدس سرّہ العزیز باجماعت کثیر امروہہ میں تشریف فرما کر سکونت پذیر ہوئے، اس روز سے یہ مقام مسکن سادات والا صفات مثل گلستان سرسبز و شاداب دم بدم رشک دہ باغ ارم اعقاب آنحضرت ممدوح سے ہوا، جس میں محلات چمن چمن، گلدستہ گلدستہ روشن بہ روشن، کوچہ و بازار، باغ و بہار و چاہ شیریں بے شمار و سرایات طرز بہ طرز آباد ہوئے اور اولاد امجاد آنحضرت نامی منزلت گرامی مقدرت ہوئی کہ ہر ایک شخص اعلیٰ مراتب والا مناسب با رفعت و اجلال صاحب اقبال ہر طرح سے لائق و فائق و شہرہ آفاق

شکیل وجمیل، عقیل وجلیل، عالم و فاضل، عامل و کامل، عابد و زاہد، سخی و جواد، حق بین وحق پرست، شجاع و دلیر یعنی ہمہ صفت موصوف ہوئے۔

(تواریخ واسطیہ ص ۶)

اسلامی دور کا آغاز

امروہہ میں اسلامی حکومت کا آغاز سلطان شہاب الدین اور پرتھوی راج کی معرکہ آرائی میں سلطان کی فتح سے ہوا، اس کے بعد ہی یہاں علماء، عرفاء وفقراء اور صاحب معرفت بزرگ تشریف لائے اور یہ سلسلہ مغل عہد کے آخر تک جاری رہا۔ مسلم عہد اقتدار سے قبل سید مسعود سالار غازی جن کا مزار بہرائچ میں ہے امروہہ تشریف لائے ابن بطوطہ کی آمد سے قبل سادات کے بزرگ جو ۶۹۰ء میں امروہہ تشریف لا چکے تھے ان میں حضرت شاہ ولایت کے پدر بزرگوار میران سید علی بزرگ عراق کے قصبہ ''واسط'' سے ۶۹۰ء میں اور امیر کبیر سید محمد خواجہ خطیر ''نخشب'' سے اور حضرت شاہ نصیر الدین قابلِ ذکر ہیں۔

میران سید علی بزرگ کے نامور فرزند حضرت شرف الدین شاہ ولایت (۶۴۰ھ-۷۳۹ھ) نے دامن کوہ میں چلہ کشی کی ان کی روحانیت کا ثبوت یہ ہے کہ ان کے مزار مبارک کے احاطے میں جو شہر سے جانب غرب ایک پر فضا مقام پر واقع ہے بچھو ضرر نہیں پہنچا تا۔

مغلوں کے دور میں شاہ ولایت کی اولاد امجاد کو غیر معمولی عروج حاصل ہوا'' عہدہ قضاوت'' ملا اور خاصی تعداد میں منصبدار شاہی رہے معافیات عطاء ہوئیں آپ کی اولاد میں میر سید محمد عدل بادشاہ اکبر کے عہد میں ''قاضی'' کے عہدے پر فائز ہوئے اور کثیر تعداد میں علماء ہوئے۔

دوسری اہم شخصیت خواجہ سید محمد خطیر کی ہے آپ نخشب (ترکستان) سے ۶۷۸ھ بہ زمانہ سلطان غیاث الدین بلبن وارد ہند ہوئے، آپ کے علم وفضل کی بنا پر سلاطین وقت نے آپ کی قدر افزائی کی۔

غیاث الدین بلبن، معز الدین کیقباد، جلال الدین فیروز، علاء الدین خلجی اور غیاث الدین تغلق پانچ بادشاہوں کے متواتر وزیر رہے، ''خواجہ جہان'' کے خطاب اور ''وزیر الممالک'' کے عہدے سے سرفراز کئے گئے۔

سلاطین لودھی کے زمانے میں آپ کی اولاد میں مفتی سید عطا اللہ کے دو فرزندوں میں سے مفتی سید محمود کو امروہہ کا ''عہدہ افتا اور اعلم العلماء'' کا خطاب ملا۔

تیسری اہم روحانی شخصیت جو آٹھویں صدی ہجری میں امروہہ تشریف لائے حضرت شاہ نصیر الدین کی ہے جن کا مزار مبارک ایک پُر فضا مقام پر واقع ہے، اس خاندان میں بھی منصب دار شاہی وعلماء کافی تعداد میں ہوئے۔

مغلوں کے عہد میں امروہہ آنے والے ایک اوراہم بزرگ سید اشرف دانشمند تھے، آپ کی ولادت ۹۶۵ھ/۱۵۵۷ء میں ہوئی، زبردست عالم وفاضل تھے، بادشاہ نے آپ کو ''سید العلماء'' اور ''دانشمند'' کے

خطابات سے نوازا اس بنا پر جس محلہ میں آپ کی اولاد آباد ہے اس کا نام دانشمنداں ہے، آپ کی اولاد تقوی کہلاتی ہے اس خانوادہ میں بھی مایہ ناز علماء منصۂ شہود پر آئے۔

سرزمین امروہہ کو حقیقتاً کئی اعتبار سے خاص اہمیت حاصل ہے اگر یہ ایک طرف بزرگ اولیاء کرام کا مسکن ہے تو دوسری طرف جید اور ممتاز علماء و فضلاء کا معدن بھی ہے۔

فیروز شاہ تغلق کے عہد ۷۶۲ھ میں جناب سید اشرف جہانگیر بن سید امیر علی کو قاضی مقرر کیا، جو بلند پایہ عالم دین تھے ان کے بعد یہ عہدا ان کی اولاد میں نسلاً بعد نسلٍ کافی عرصہ تک قائم رہا۔

حضرت سید محمد طاب ثراہ بن سید منتخب ثانی کو جلال الدین محمد اکبر نے ''میر عدل'' کا عہدہ جلیلہ عطا کیا اور بکھر (سندھ) کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا۔

یہ حقیقت ہے کہ اس دور میں عہد قضاوت جید علماء کو عطا کیا جاتا تھا جو بعد میں بحیثیت قاضی متعارف ہوئے لیکن وہ اپنے وقت کے ممتاز اہل علم تھے۔

☆☆☆☆☆

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله الذی فضل مداد العلماء علی دماء الشهداء کفضل القمر علی سائر النجوم فی آفاق السماء والصلوٰة والسلام علی النبی الکریم و آله الطیبین الطاهرین.

تاریخ ہی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ماضی کے حالات و واقعات اقوام کے عروج و زوال روحانی اور مادی ارتقاء، ارباب علم و ہنر کے ایجادات وتخلیقات کا عکس نظر آتا ہے، یہی فلسفہ قرآن کی تاریخ گوئی اور سیرت انبیاء وائمہ علیہم السلام کے ذکر خیر کا ہے۔

وہ افراد جو مکتب اہل بیتؑ کے تعلیم یافتہ تھے جنہوں نے اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ کے ذریعہ ملت کی رہنمائی کی اور ناقابل فراموش قربانیاں اور خدمات انجام دیں اور تعلیمات اہل بیت علیہم السلام کو قلم کے ذریعہ محفوظ کر کے علم صرف ونحو، معانی و بیان، منطق و فلسفہ، تاریخ و حدیث، فقہ و اصول، روایت و درایت، کلام و مناظرہ میں ایسی بلند پایہ کتابیں تصنیف فرمائیں جو ملت کے لئے ستون کی حیثیت رکھتی ہیں، اور یہ عدیم المثال خدمات انہوں نے ایسے دور میں انجام دیں جب نام اہل بیتؑ کے عوض دار پر چڑھنا پڑتا تھا، تلواروں کے زخم سہنا پڑتے تھے، قید خانوں کی

صعوبتوں سے ہمکنار ہونا پڑتا تھا، مگر یہ ایسے مجاہدین قلم تھے کہ ان کے قلم کو زندانوں کی پابندیاں بھی نہ روک سکیں اور وہ نوک قلم سے باطل کے سینوں کو چاک کرتے رہے اگرچہ ان کو اس کے انجام میں جام شہادت نوش کرنا پڑا، تاریخ ایسے نامور علماء سے بھری ہوئی ہے جنھوں نے اپنے خون سے صفحہ قرطاس پر علوم اہل بیتؑ کے نقوش ابھارے، جن میں شہید اول محمد بن مکیؒ (۷۸۶ھ)، شہید ثانیؒ زین الدین علی بن احمدؒ (۹۶۶ھ) کے بعد شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستریؒ جن کا مزار آگرہ میں زیارت گاہ خلائق ہے، شہید رابع مرزا محمد کامل دہلویؒ جو پنجہ شریف دہلی میں مدفون ہیں کے نام نمایاں ہیں۔

امروہہ کہ جو علم پرور اور علم دوست سرزمین ہے جس کے گلی کوچے علم وحکمت کی درسگاہ جس کے مکین علم وادب، فہم وفراست میں مستند ہیں، اس سرزمین پر فقہ واجتہاد کا باقاعدہ آغاز اس دور سے ہوا، جب حضرت آیۃ اللہ سید دلدار علی غفرانمآب (۱۲۳۵ھ) نجف اشرف میں عظیم علماء وفقہاء آقای باقر وحید بھبھانیؒ، سید علی طباطبائیؒ صاحب ریاض المسائل آقای سید مہدی شہرستانیؒ، بحرالعلوم سید مہدیؒ، سے کسب علوم کر کے ہندوستان واپس تشریف لائے اور لکھنؤ میں مسند علم بچھائی، آپ ہی ہندوستان کے پہلے مجتہد تھے جنھوں نے نجف اشرف جا کر سندِ اجتہاد حاصل کی۔

جب آپ نے لکھنؤ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا تو تشنگانِ علوم اہل بیتؑ دور دور سے تشنگی بجھانے لکھنؤ پہنچنے لگے، امروہہ سے اس وقت

حضرت سید محمد عبادتؒ (اول) نے لکھنؤ کا قصد کیا اور جناب غفرانمآب علیہ الرحمہ سے کسب فیض کیا، غفرانمآبؒ نے آپ کی علمی قابلیت دیکھ کر اجازہ عطا فرمایا، جس میں آپ کی توصیف کے علاوہ اعلیٰ صلاحیتوں کا ذکر بھی کیا۔

تحصیل علوم کے بعد آپ امروہہ تشریف لائے اور وطن میں تفسیر و حدیث، فقہ و اصول کے دروس کا آغاز کیا، اس طرح امروہہ میں فقہ و اجتہاد کا آغاز ہوا، اور لوگوں میں مذہبی تعلیم کا شوق پیدا ہوا، جس کے نتیجہ میں کثیر تعداد میں علماء لکھنؤ گئے جن میں مولانا سید محمد سیادت ابن مولانا سید محمد عبادت صاحب، مولانا محمد عسکری صاحب، مولانا سید علی حسین صاحب نمایاں ہیں جنہوں نے غفرانمآب کے فرزند سلطان العلماء سید محمد صاحب و سید العلماء سید حسین صاحب سے شرف تلمذ حاصل کیا اور اجازات حاصل کئے، ملک العلماء سید بندہ حسین صاحب نے مولانا سید علی حسین صاحب کی علمی جلالت سے متاثر ہوکر روحانی لباس عمامہ، عبا، قبا، امروہہ بھیجا، مولانا سید محمد علی حسن و مولانا سید محمد علی ساکن محلّہ گذری کے سلطان العلما اور سید العلماء سے خاص روابط تھے اور اچھی خط و کتابت تھی۔ مولانا سید احمد حسین صاحب نے مفتی محمد عباس صاحب و سید المتکلمین میر حامد حسین صاحب ملک العلماء سید بندہ حسین، ممتاز العلماء سید محمد تقی صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، مفتی صاحب مرحوم نے آپ کے لئے اجازہ میں تحریر فرمایا ''اجزت لہ ان یروی عنی ما اخذمنی'' مولانا سید حسین صاحب و مولانا سید اولاد حسن صاحب

بھی مفتی صاحب کے خاص شاگردوں میں تھے۔

مفتی صاحب طاب ثراہ کو امروہہ اور اہل امروہہ سے والہانہ محبت تھی، آپ اپنی تمام مصروفیات کے باوجود ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء میں امروہہ تشریف لائے، صاحب کتاب 'تجلیات' مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی نے ص۱۱۳، پر آپ کی آمد کا تذکرہ اس طرح تحریر کیا: "جمادی الثانی کے مہینہ میں آمادہ سفر ہوئے اس زمانے میں مابین امروہہ و مرادآباد کے ریل نہ تھی، مرادآباد پہنچے اور نواب محمد علی خاں کے مکان پر مقیم ہوئے، امروہہ سے بعض حضرات استقبال کے طور پر مرادآباد گئے اور جناب فنس پر مرادآباد سے روانہ ہوئے ابھی امروہہ دو میل کے فاصلے پر ہوگا کے باغات میں ایک مجمع کثیر نظر آیا جو بغرض استقبال بکمال اشتیاق موجود تھا اور اس مجمع کی نگاہیں جناب کی سواری پر تھیں، جب سواری وہاں پہنچی تو ایک پر ایک سبقت کرتا تھا کہ دست بوسی و قدمبوسی کا شرف پہلے اس کو حاصل ہو۔ تھوڑی دیر وہاں توقف کرکے جانب شہر روانہ ہوئے جو حضرات سواریوں پر آئے تھے انہوں نے اپنی سواریاں چھوڑ دیں اور فنس کے گرد حلقہ کئے ہوئے داخل شہر ہوئے صرف چند سوار بشان جلوس آگے آگے جا رہے تھے، وہ دن امروہہ کی تاریخ میں ایسا مبارک دن تھا جس کی نظیر تا قیامت نہیں مل سکتی، اور جو شرف و افتخار اہل امروہہ کو اس ورود سے ملا وہ آئندہ نسلوں کے لئے مستمر رہے گا، یہ مجمع محلّہ دربار کلاں میں بڑے بازار کی طرف سے گزرتا ہوا محلّہ دانشمندان تک پہنچا

شہر کے دوکاندار اور تمام باشندے حیران تھے کہ کون بزرگ ہیں کہ تمام معزز سادات اس خاکساری و تواضع کے ساتھ فنس کا پایہ پکڑے ہوئے تفاخر و مباہات کرتے لارہے ہیں، ہر جگہ راستے ناظرین سے مملو تھے اور دم بدم مجمع بڑھتا جاتا تھا تا اینکہ اپنے داماد (مولانا اعجاز حسن صاحب) کے مکان پر پہنچ کر قیام فرمایا اہل شہر کا جوش وخروش اور صبح سے شام تک تحصیل ابدی کے لئے حاضر باشی اور خدمت گذاری اور راحت رسانی پر آمادگی اور ہر شخص کی یہ تمنا کہ اس کے گھر کو حضور اپنے قدم مبارک سے مشرف فرمائیں اور نان ونمک قبول کریں، بیان میں نہیں آسکتی اس لئے کہ جناب کا دس بارہ دن کا قیام اور کئی ہزار مومنین کا مجمع کس کی خواہش منظور کی جائے کس سے عذر کیا جائے''

آپ کی امروہہ آمد کے سلسلے میں شعراء نے نظمیں کہیں اور قطعات تاریخ نظم کئے فرزدقِ ہند جناب سید جواد حسین شمیمؔ امروہوی نے قطعہ تاریخ کہا جس کا مادہ تاریخ ہے ؎

سرحاسد کو قطع کر کے شمیم لکھ دو والشمس والضحیٰ آیا (۱۲۹۶ھ)

جناب سید فضل حسین سعید امروہوی نے فرمایا ؎

اے سعید! آج ہے امروہہ سراسر پُرنور

کون سا نائب محبوب خدا آیا ہے

آئی کانوں میں یہ آواز سعید عباس!

مفتی صاحب کا جنھوں نے یہ لقب پایا ہے

قطعہ تاریخ از سید مرتضیٰ حسین بدر امروہوی ؎

فرحت سے کیوں نہ شیعوں کے چہروں پر نور آئے
امروہہ میں حضور کرامت ظہور آئے
تاریخ تو کلیم ہی فرما چکے ہیں بدر
ہم نے بھی لکھ دیا یہ ہمارے حضور آئے

(۱۲۹۶ھ)

جناب سید حسن صاحب نے فرمایا:

ورود آفتاب دین ہوا جب ضیا نے فکر کی تاریخ کی تب
صدا ہاتف نے دی ہے روز معراج کہ امروہہ ہوا بیت الشرف آج

(۱۲۹۶ھ)

زبدۃ العلماء مولانا سید اعجاز حسن صاحب و سرکار نجم العلماء سید نجم الحسن مفتی صاحب مرحوم کے شاگرد اور داماد تھے آپ کو ان دونوں شاگردوں پر بڑا ناز اور اعتماد تھا، فتویٰ نویسی کی اہم ذمہ داری سرکار نجم العلماءؒ کے سپرد کی اور ''نجم العلماء'' کا خطاب عطا فرمایا۔

سرکار نجم العلماء کو برصغیر کی مرجعیت حاصل تھی آپ کی سرپرستی میں مدرسہ ناظمیہ نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی اور صدہا ادیب، مصنف، خطیب، طبیب، حافظ، قاضی، مدرس کی تربیت کی جن کے فیوض سے

از ہندوستان تا افریقہ روشنی پھیلی آپ نے ۱۳۳۸ھ میں مدرسۃ الواعظین قائم کیا اور برصغیر کے افاضل طلباء کو تربیت دے کر (افریقہ،عراق،تبت، برما) غرضکہ دنیا کے گوشے گوشے میں بھیجا، آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے مثلاً خطیب اعظم مولانا سید سبط حسن صاحب جنہوں نے ذاکری کو نیا نہج دیا موجودہ طرز ذاکری آپ ہی کی رہین منت ہے، مولانا حافظ فرمان علی صاحب جن کا ترجمہ قرآن آج تک مومنین کا منظور نظر ہے، مولانا سید محمد ہارون صاحب زنگی پوری بلند پایہ عالم و مصنف تھے، مولانا محمد بشیر صاحب جنہوں نے میدان مناظرہ میں وہ جوہر دکھائے کہ فاتح ٹیکسلا کہلائے، حافظ کفایت حسین صاحب بلند مرتبہ حافظ قرآن تھے، یہ مشتے نمونہ چند جید علماء تھے جنہوں نے ہر میدان میں کامیابی حاصل کرکے ہندو بیرون ہند، تبلیغی فرائض انجام دیئے،اب اس طرح یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ علماء امروہہ کی خدمات دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔

سرکار نجم العلماء کے معاصر صدرالمحققین سرکار ناصرالملت سید ناصر حسین طاب ثراہ بھی امروہہ تشریف لائے امروہہ میں آپ کا خیر مقدم ہوا اور آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے عظیم الشان اجلاس کی صدارت فرمائی۔

مفتی محمد عباس طاب ثراہ کے فرزند مفتی احمد علی صاحب کو بھی امروہہ سے خاص انس تھا جب آپ نے ۱۳۳۰ھ میں عراق سے مراجعت فرمائی تو امروہہ آئے اور اہل امروہہ کے اصرار پر مستقل قیام فرمایا، دوران قیام ایک

عرصے تک دارالعلوم سید المدارس کے پرنسپل رہے اور مولانا اولاد حسن صاحب کے انتقال کے بعد کچھ عرصے تک نماز جمعہ کی بھی امامت فرمائی، ۱۹۲۲ء تک امروہہ میں مقیم رہے آپ اہل امروہہ کی عقیدت سے اتنے متاثر ہوئے کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا جائے تو سب سے پہلے یہ چاہوں گا کہ کربلا جاکر رہ جاؤں اور اگر یہ ممکن نہ ہوا تو پھر امروہہ رہ کر زندگی گذاروں مجھے اگر بھائی صاحب (سرکار نجم العلماء) مجبور کرکے ناظمیہ نہ بلاتے تو عمر بھر امروہہ میں ہی رہتا۔

امروہہ صرف علماء ہند ہی کا مسکن نہ رہا بلکہ علماء عراق بھی اس سرزمین پر تشریف لائے اور کئی سال تک مقیم رہے، آقای غلام حسین علیہ الرحمہ جو علماء عراق میں نامور اور فقہ و اصول میں اجتہادی صلاحیت کے حامل تھے جب ہندوستان تشریف لائے تو امروہہ بھی آئے اور زبدۃ العلماء مولانا اعجاز حسن صاحب کے یہاں قیام کیا آپ کو یہ سرزمین اتنی پسند آئی کہ کئی برس تک آپ کے مہمان رہے۔

علماء عراق و ایران سے بھی امروہہ کا خاص رابطہ رہا کثیر تعداد میں علماء امروہہ نجف اشرف تشریف لے گئے اور جید علماء وفقہاء سے کسب علوم کرکے مراجع وقت سے گرانقدر اجازات حاصل کیے، ان علماء میں سے چند کا ذکر کرتے ہیں۔

﴿میرزا حبیب اللہ رشتی نجفی﴾

(متوفی ۱۳۱۰ھ)

شیخ مرتضیٰ انصاریؒ کے ممتاز شاگردوں میں تھے آپ کا شمار نجف کے ممتاز فقہاء میں تھا، آپ نے سرکار نجم العلماء کے بعض رسائل پر قابل قدر تقریظیں لکھیں۔

﴿شیخ محمد حسن مامقانی﴾

(متوفی ۱۳۲۲ھ)

سرکار نجم العلماء کو آپ سے اجازہ اجتہاد حاصل تھا، آپ کا شمار نجف اشرف کے مشاہیر علماء و مجتہدین میں تھا۔

﴿شیخ محمد حسین مازندرانی﴾

آپ کربلا معلّٰی کے جید فقہاء میں سے تھے آپ کے درس خارج میں یوسف الملت سید یوسف حسین صاحب نے شرکت کی اور اجازہ اجتہاد حاصل کیا، حاجی آل محمد صاحب نے آپ کو غیر منقوط خط تحریر کیا، جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا ''ماھذا من بشر ان ھذا من ملک کریم من سلالہ طه و حم'' مولانا سید محمد صاحب امروہوی بھی آپ کے شاگرد تھے اور آپ کا عطا کردہ اجازہ اجتہاد رکھتے تھے۔

﴿سید محمد فیروز آبادی نجفی﴾

آپ آقای سید کاظم یزدی کے خاص شاگرد تھے، نجف اشرف میں ''مسجد ہندی''میں آپ کے درس میں کثیر تعداد میں علماء مجتہدین شرکت کرتے تھے، مولانا سید محمد کاظم امروہوی کو اپنے اجازے سے نوازا تھا۔

﴿میرزا محمد تقی شیرازی﴾

آپ کا شمار میرزا شیرازی کے اجلۂ تلامذہ میں تھا، سامرہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے روضہ میں پشت ضریح نماز جماعت پڑھاتے تھے، آپ نے مولانا سید محمد صاحب کی اعلیٰ صلاحیتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اجازہ اجتہاد عطا کیا۔

﴿آخوند ملا محمد کاظم خراسانی﴾

(۱۲۵۵ھ-۱۳۲۹ھ)

آپ شیخ مرتضیٰ انصاری و میرزا شیرازی کے شاگرد تھے، تقریباً بارہ سو شاگرد آپ کے درس میں شرکت کرتے تھے جن میں سے دو سو خود مجتہد تھے، عصر آخر کے اکثر فقہاء مثلاً سید ابوالحسن اصفہانی، آقا حسین بروجردی، ضیاء الدین عراقی آپ کے تلامذہ میں تھے اس سلسلے میں امروہہ کو بھی فخر حاصل ہے، مولانا یوسف حسین بھی آپ کے شاگرد تھے، علم اصول میں آپ کی معرکۃ الآرا

کتاب "کفایۃ الاصول" اہم درسی کتاب ہے، اس پر اکثر علماء نے حاشیہ لکھے، یوسف الملت نے بھی اس پر حاشیہ لکھا، آپ کے اصولی نظریات آج بھی درسگاہوں میں زیر گفتگو رہتے ہیں۔

﴿سید کاظم طباطبائی﴾

آپ جید فقہاء میں سے تھے فقہ میں ایک جامع کتاب "عروۃ الوثقیٰ" تحریر کی جو بے حد مقبول ہوئی اکثر فقہاء نے اس پر حواشی تحریر کئے آپ کے درس خارج میں مولانا یوسف حسین صاحب نے شرکت کی اور سرکار نجم العلماء کو آپ نے اجازہ عطا کیا۔

﴿میرزا حسین نائینی﴾

(۱۳۵۵ھ)

چودھویں صدی کے عظیم فقہاء و اصولیوں میں آپ کا شمار تھا، میرزا شیرازی کے تلامذہ میں تھے آپنے علم اصول میں جدید نظریات پیش کئے، مولانا سید محمد کاظم صاحب کی صلاحتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپنے اجازہ عطا فرمایا۔

﴿سید ابوالحسن اصفہانیؒ﴾

(۱۳۶۵ھ)

چودھویں صدی کے ممتاز فقہاء و مجتہدین میں آپ کا شمار تھا، آخوند

خراسانی کے شاگرد خاص تھے، نجف اشرف میں مولانا یوسف حسین صاحب کو آپ سے تلمذ حاصل ہوا آپ نے اجازہ اجتہاد عطا کیا اور مولانا سید محمد کاظم آپ سے اجازہ رکھتے تھے۔

﴿سید محسن الحکیم طباطبائی﴾

(۱۳۹۰ھ)

آپ مشاہیر فقہاء نجف میں سے تھے آپ کا درس مسجد عمران میں کثیر تعداد میں علماء کی موجودگی میں ہوتا تھا، آپ نے ''کفایۃ الاصول'' کی شرح ''حقائق الاصول'' اور فقہ میں ''مستمسک العروۃ'' جیسی کتابیں تصنیف کیں، مولانا انیس الحسنین صاحب کی اعلیٰ صلاحتوں کو دیکھ کر آپ نے پاکستان میں اپنا نمائندہ منتخب کیا، اور مولانا سید محمد عبادت صاحب کلیم کو بھی آپ سے اجازہ حاصل تھا۔

ان حقائق سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امروہہ میں علم وعلماء کی تاریخ کتنی قدیم ہے اور کیسے کیسے جید علماء اس سرزمین پر پیدا ہوئے، مگر افسوس کہ اب تک کوئی ایسا تذکرہ مرتب نہیں ہوسکا تھا کہ جس میں ان علماء کی حیات اور انکی خدمات کا ذکر ہوتا اگرچہ تاریخ امروہہ سے متعلق کئی کتابیں تصنیف کی گئی مگر وہ علماء کے ذکر سے خالی اور اہل ثروت ومنصب کے ذکر سے مملو تھیں، لہٰذا مدت سے اس کمی کا احساس تھا، اکثر علماء سے اس سلسلے میں گفتگو ہوئی، مگر گفتگو

کسی نتیجے تک نہ پہنچ سکی، بالآخر، میں نے استاذ العلام مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ سے ذکر کیا آپ نے اس کی بھرپور تائید کی اور مجھے حکم دیا کہ اس کام کو میں ہی انجام دوں اگرچہ یہ کام میرے لئے نہایت دشوار تھا کیوں کہ جب مجھ میں مذہبی خدمات انجام دینے کا جذبہ پیدا ہوا تو اکثر علماء اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے یا کچھ پاکستان ہجرت کر گئے تھے، مگر خداوند کریم کی مدد سے بحق معصومین علیہم السلام اس وادی میں قدم رکھا اور یہ تذکرہ مرتب کیا۔

میری یہ ناچیز پیش کش جہاں ایک طرف سابق علماء سے نئی نسلوں کو با خبر رکھے گی وہاں میری محدود معلومات کے ماوراء چھوٹ رہنے والے علماء کے اسمائے گرامی منظر عام پر لانے کا جذبہ بھی ابھارے گی، جو یقیناً بڑی اہم بات ہوگی اسی کے ساتھ بصورت تنقید وتبصرہ یہ مسئلہ بھی حل ہو جانے کی امید ہے کہ اس طولانی فہرست میں کتنے ہی اسمائے گرامی ایسے ہیں جو اپنی گوناگوں مجبوریوں کی وجہ سے کوئی قومی خدمت نہ کر سکے اور سند یافتہ ہونے کے باوجود اپنی صلاحیتوں کے مظاہرہ سے بھی معذور رہے کیا ایسے افراد قطعاً نظر انداز کر دیئے جانے کے قابل ہیں جب کہ زندگی بھر قوم نے ان کو مولوی صاحب کے نام سے یاد کیا۔

اس سلسلے میں استاذ العلام حجۃ الاسلام سید محمد شاکر صاحب دامت برکاتہٗ اور حجۃ الاسلام سید محمد سیادت صاحب امام جمعہ کا شکر گذار ہوں کہ ان دونوں بزرگوں نے مسودہ کو بغور پڑھ کر ضروری اصلاح فرمائی۔

اور حجۃ الاسلام والمسلمین کریم نجفی کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے ضروری مشوروں سے نوازا اور جناب غلام سجاد صاحب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کو ''انجمن وظیفہ سوسائٹی'' کی جانب سے زیور طبع سے آراستہ کیا، خداوند کریم تمام خدمت گذاران اسلام کو حفظ و امان میں رکھے اور میرے والد ماجد سید علمدار حسین صاحب مرحوم ابن سید اختر حسین صاحب مرحوم ساکن محلّہ حقانی کی مغفرت کا ذریعہ قرار دے۔

خادم الشریعہ

السید شہوار حسین نقوی عفی عنہ

۲۰/ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ
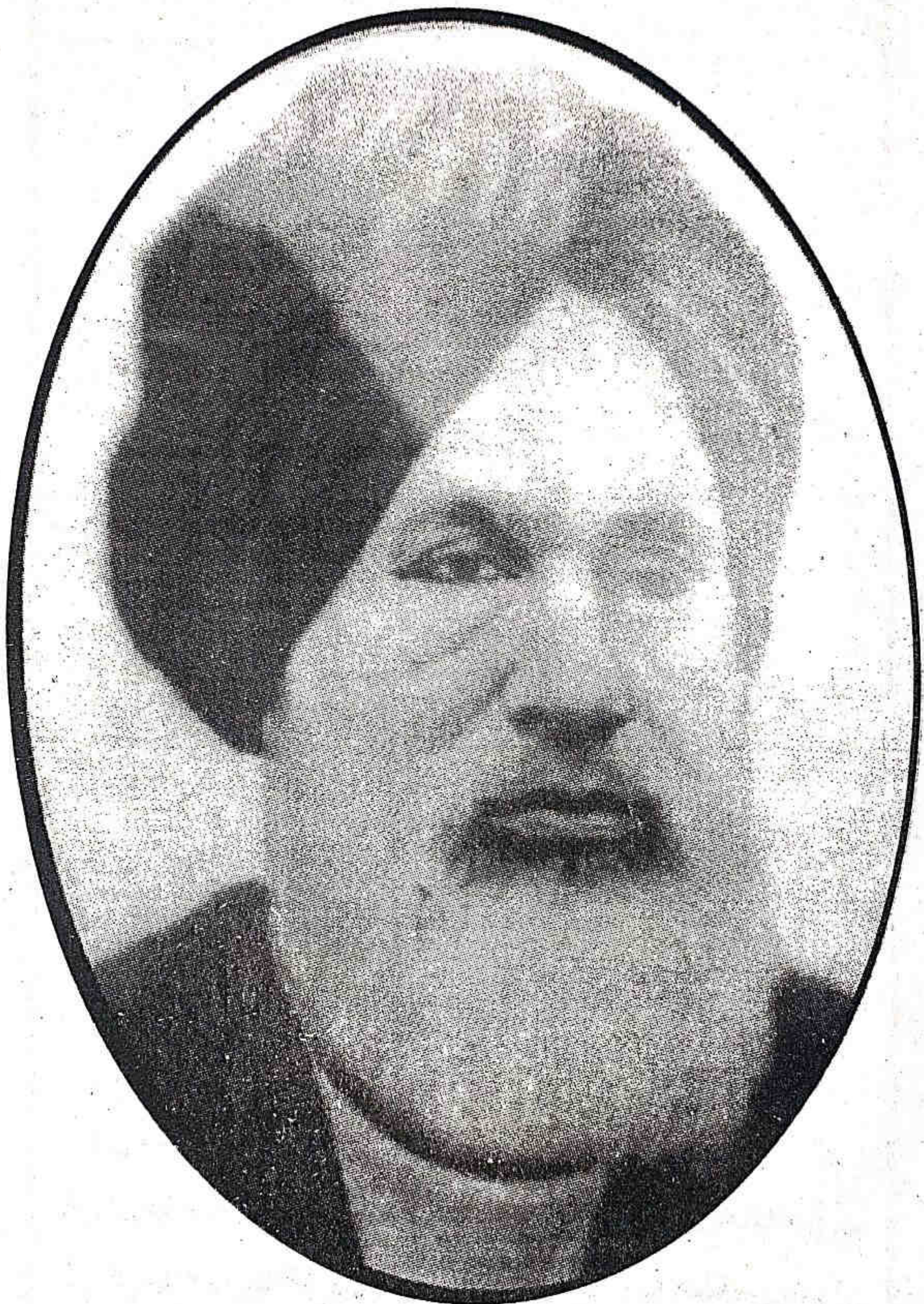
مولانا حاجی آلِ محمد

Scanned by CamScanner

سید آل محمد

(۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء)-(۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء)

حاجی اصغر حسین مرحوم ساکن محلہ گذری کے نامور فرزند تھے آپ کی ولادت ۹ رشوال ۱۲۲۴ھ کو امروہہ میں ہوئی، والد ماجد امروہہ کے رؤساء میں شمار کئے جاتے تھے، ابتدائی تعلیم امروہہ ہی میں افاضل اساتذہ سے حاصل کی پھر لکھنؤ تشریف لے گئے اور وہاں جیّد علماء سے کسبِ فیض کیا، اور علمِ کلام، فقہ، اصول، تفسیر و حدیث میں کامل عبور حاصل کیا۔

بعد ازاں آپ نے عراق کا عزم کیا اور وہاں علماء کرام سے استفادہ کیا، علماء نجف و کربلا آپ کی بڑی عزت کرتے تھے، امروہہ واپس آنے کے بعد خدمت دین میں منہمک ہوگئے درس و تدریس آپ کا محبوب مشغلہ تھا، سیکڑوں تشنگانِ علومِ دینیہ کو سیراب کیا، عربی، فارسی ادب پر قدرت کاملہ حاصل تھی قلم برداشتہ لکھتے تھے، شہرۂ آفاق کتاب عبقات الانوار سید المتکلمین میر حامد حسین طاب ثراہ پر عربی، فارسی آمیز عالمانہ و محققانہ تقریظ تحریر فرمائی، جس کے جواب میں میر حامد حسین صاحب نے تحریر فرمایا ''ایں تقریظ لائق تقریظ است ''۔ آیۃ اللہ شیخ محمد مازندرانی علیہ الرحمہ کو بغیر نقطہ خط اور بغیر الف خط لکھا تو موصوف نے داد و تحسین سے نوازا اور آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے تحریر فرمایا ''ما ھٰذا من بشر ان

ھٰذا من ملک کریم من سلامۃ طٰہٰ و حٰمٓ''۔

آپ کی علمی صلاحیتوں سے ہر خاص و عام متاثر تھا، فنی مہارت سے ہر شخص مرعوب تھا، گورنر نے آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر اپنے دربار میں کرسی دی، آپ امروہہ کی میونسپلٹی کے ممبر بھی رہے۔

۱۲۹۸ھ میں والد ماجد کے ہمراہ دوبارہ عراق گئے اور زیارات نجف اشرف و کربلائے معلّٰی و کاظمین، کوفہ، سامرہ سے مشرف ہوئے، ۱۳۰۰ھ میں حج بیت اللہ کا فریضہ انجام دیا۔

آپ نے ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں رحلت فرمائی اور خالقِ حقیقی سے جا ملے،

آپ امروہہ کے کثیر التصانیف ارباب علم میں سے تھے،

(تذکرہ بے بہا، مطلع انوار، ص:۴۰)

آپ کے خط بزبان عربی غیر منقوط کی نقل یہاں مناسب معلوم ہوتی ہے:

"اللہ لا الہ الا ہو و ہو المصور الواحد الا حد المدرک الاکرم الصمد لا الا اللہ محمد رسول اللہ و ولد عمہ و حامل لوائہ امام الصلحا کاسر رؤس الاعداء و اٰلہ الکرماء الاعلام اللھم اھد رسولک احمد و اٰلہ الکمل السلام الیٰ العالم العامل و الورع الکامل لکل علوم ماھر العاطر الطاھر راس عسکر الاسلام مؤسس اساس الحلال و الحرام لکل اھل السواد ھاد العادل المسدد المحمود محمد حرسہ و ساوس اھل الدار سلام کا لعسل

والسکر لا لهما کدر ولا لهما مدلوسمعه اهل الهم لسر اکمل المرام علیم حالک واهم المراد حصول و صالک وحصوله مطرد للعلل و محصل للعمد و هو کالسحر الحلال والماء السلسال مدا و للداء و مدمر للاعداء و عکسه مورد الملال و مودالی الکلال و کلام المحرر مهمل وارساله مع الرسول لا هماله عاطل وصدوره الصدور حال وحک الاطهرؒ معلوم و حرر المحرد لا علام حاله وحصول علم احوالکم وهو رسوم و طول الکلام مود للملال والا لام والسلام مع الاکرام و هو اوسط الکلام و مرام الوالد مدورعه و عم الا و حد اسمه معصوم مع اسم الامام الاول و کرار و معصوم احمد و محمود احمد و محمد معصوم و والده و عمه و کل صلحاء دارالسرود امروهه سلام و هو اول المرام وسلام الی اهل الود اد و السزائر اسمه اسم الامام الحائر حوره ال محمد حرسه لدار اهل الحسد"

اولاد: سید آلِ ہاشم، سید آلِ یاسین، سید آلِ عمران،

تصانیف:

- سبحۃ الجواہر (احوال علماء)
- طعن النصول
- دافع الشکوک (بحث امامت)
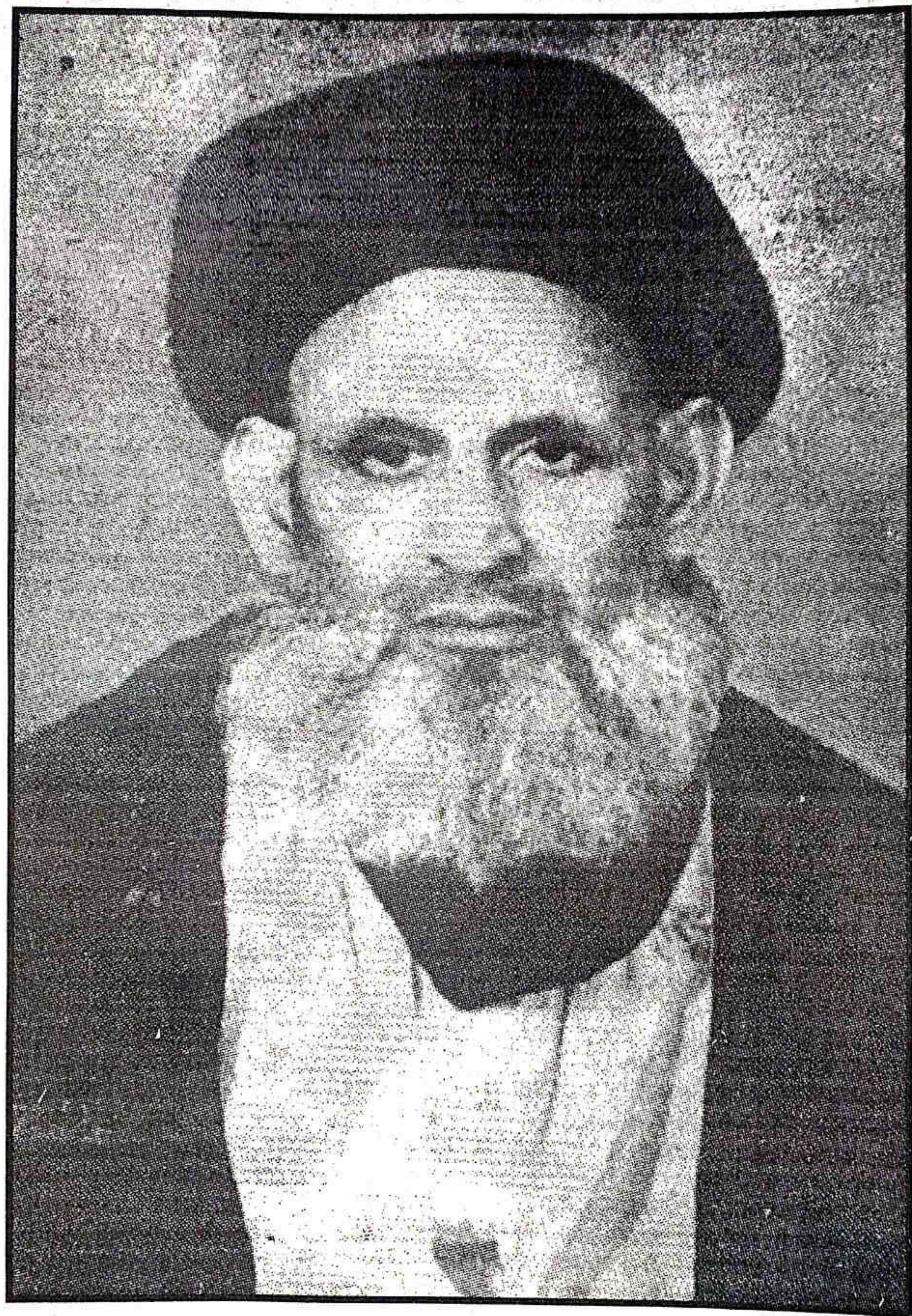
مولانا سید آقا حیدر

- دافع الشکوک (بحث امامت)
- حلیۃ الاولیاء در بحث متعۃ النساء
- مثنوی نان خشک (فارسی و عربی)
- القام الاحجار فی افواہ الاشرار (رد اعتراض بر عزائے امام مظلوم)
- زاویۂ حاویہ (مطاعن معاویہ)
- گلزار جنت موسوم بہ تصویر کربلا (واقعات کربلا)
- سرور الہموم فی جواز البکاء علی الحسین المظلوم
- درِّ شہوار در احوال نور رسول مختارؐ
- مثنوی سبعہ سیّارہ در معجزات جناب امیرؑ
- دستور الخیول در علام اسپان
- غضب البتول علی الاصحاب البغی والعدول
- درۃ البیضاء فی اثبات حق فاطمۃ الزہرا (اردو)
- تفسیر بعض آیات قرآن
- نتائج فکریہ (در ابطال خلافت خلفاء ثلاثہ)
- دوغازہ شاہد (نفی عروسی حضرت قاسمؑ)
- الدر المرتضیٰ (اصول دین عربی)
- بیان حاسم در نفی عروسی قاسمؑ
- اصل الاصول عربی

- معارف تقیہ (فارسی)

کتاب اصل الاصول عربی، معارف تقیہ فارسی، کو ملک العلماء سید بندہ حسین طاب ثراہ نے ملاحظہ فرما کر اپنی مہر اور دستخط سے مزین فرمایا۔

(تاریخ اصغری ص:۱۶۳)

صاحب تواریخ واسطیہ ص: ۴۸۶ پر رقمطراز ہیں۔

(آپ) بڑے باوضع ذکی الطبع، صاحب فہم بسیار ہوشیار، خوش رو، خوب رو ہیں، رفعت ارادت میں مشہور، حرارت مذہب میں معروف خوشخط و خوش اخلاق، نظم و نثر میں شہرۂ آفاق، صاحب علم ذی کمال، فرخندہ خصال ہیں۔

☆☆☆☆☆

سید آقا حیدر

(۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)-(۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء)

جناب سید وہّاج الحسن صاحب کے خلف صالح تھے، آپ کی ولادت ۱۰ ر محرم ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء بمقام گگوسنہ ضلع میرٹھ میں ہوئی۔

آپ بچپن ہی میں پدری سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے، مولانا مرحوم نے ۱۳-۱۴ سال کی عمر میں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا، ابتداً تعلیم مدرسہ منصبیہ میرٹھ میں حاصل کی جہاں سرکار یوسف الملت مولانا سید یوسف حسین صاحب امروہوی طاب ثراہ کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا، اس کے

بعد مولانا سید سبط نبی صاحب طاب ثراہ آپ کو مدرسہ باب العلم نوگانواں سادات لے آئے اور وہاں زیر تعلیم رہے بعد ازاں لکھنؤ کا قصد کیا اور مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ میں داخلہ لیا جہاں آپ کو سرکار نجم العلماء سید نجم الحسن صاحب امروہوی و مولانا سید ابوالحسن صاحب طاب ثراہ کی سرپرستی و شفقت حاصل ہوئی، اور مفتی سید احمد علی صاحب اعلی اللہ مقامہ سے بھی فیضیاب ہوئے۔

تکمیل دروس کے بعد آپ مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ میں مدرس ہو گئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، اسی اثناء میں مولانا سید سبط نبی صاحب قبلہ کا انتقال ہو گیا، معززین نوگانواں سادات اور طلبہ کا ایک وفد مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ پہونچا اور سب نے استدعا کی کہ آپ مدرسہ باب العلم میں پرنسپل کی حیثیت سے تشریف لے چلیں، جیسا کہ مولانا سید سبط نبی صاحب مرحوم کی بھی وصیت تھی لہٰذا استاد محترم کی وصیت اور مادرِ علم کی محبت کی بنا پر آپ نے اس ذمہ داری کو قبول فرمایا، نوگانواں سادات پہونچ کر مدرسہ باب العلم کو حیات نو بخشی اور ہمیشہ مدرسہ کی بہتری اور طلباء کے خوش آئند مستقبل کے لئے کوشاں رہے، آپ ۲۶ رسال مدرسہ کے پرنسپل رہ کر خدمت انجام دیتے رہے۔

آپ نوگانواں سادات میں امام جمعہ والجماعت کی حیثیت سے بھی ہر دلعزیز اور مقبول رہے، لوگ بلا تفریق مذہب و ملت عزت کرتے تھے، اور انہیں دل و جان سے چاہتے تھے، آپ نے نہایت جانفشانی سے ایک سو (۱۰۰) بیگھے سے زائد زمین مخیرّان قوم کی مدد سے حاصل کر کے مدرسے کو دی۔

۱۹۵۷ء میں آپ نے افریقہ کا پہلا سفر کیا تا کہ مدرسہ کے لئے چندہ حاصل کیا جائے، ۱۹۶۰ء میں شیعہ خوجہ اثنا عشری فیڈریشن افریقہ کے صدر جناب ابراہیم بھائی سیٹھ جوار وشا (تنزانیہ) سے مولانا مرحوم کی عدم موجودگی میں مدرسہ باب العلم تشریف لائے اور معائنہ کیا، کارکردگی سے بے انتہا خوش ہوئے انہوں نے مولانا موصوف کو دوبارہ افریقہ آنے اور مدرسہ کھولنے کی دعوت دی، اور ضروری تعاون کا یقین دلایا۔

مولانا کا اخلاق مشہور تھا ہر ایک سے نہایت انکساری و تواضع سے ملتے تھے، بندہ کو بھی آپ سے کئی مرتبہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا، انتہائی محبت سے پیش آتے اور مکمل حالات معلوم فرماتے تھے، طلباء سے دلی لگاؤ تھا، اگر کوئی طالب علم بیمار ہوجاتا تو آپ رات رات بھر اس کے سرہانے بیٹھ کر دعائیں پڑھتے رہتے تھے، نمازِ شب کے پابند تھے، ہمیشہ ماہِ مبارک کے آخری ہفتہ میں اعتکاف میں بیٹھ کر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔

آپ ایک عرصے سے امروہہ ہی میں مقیم ہوگئے تھے، محلّہ صدو میں ذاتی مکان خریدا، اور مصروفِ تبلیغ رہے آج بھی آپ کے اہل وعیال امروہہ ہی میں مقیم ہیں۔

مومنین افریقہ کے اصرار پر آپ افریقہ تشریف لے گئے، اور زیادہ تر وقت دارالسلام ''تنزانیہ''، ''ممباسہ'' اور ''کینیا'' میں گذرا، جہاں امام جمعہ و جماعت کے علاوہ درس و تدریس میں بھی مشغول رہے، آپ کو علم و عمل زہد و تقویٰ کی بنا

پر ہمیشہ عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

اس طرح یہ شمع علم وعمل، فکر وآگہی ممباسہ کینیا میں ۹۱؍برس کی عمر میں ۱۸؍ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ/ ۷؍اپریل ۱۹۹۶ء کو ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی۔

اولاد: سید مظہر حیدر، سید منظور حسنین

☆☆☆☆☆

﴿سید ابرار حسین﴾

(متوفی: ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء)

مولانا سید تجمل حسین صاحب کے فرزند تھے، آپ کی ولادت محلّہ دانشمندان امروہہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گھر ہی پر حاصل کی، آپ جید الاستعداد ، عالم دین، متقی، پرہیزگار، عبادت گذار، نیک کردار بزرگ تھے۔

علم عروض میں ماہر اور ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے، آپ معرفت پروردگار کے شیدائی اور فنا فی اللہ تھے۔

آخر عمر میں جے پور میں مقیم ہوگئے اور وہیں مرض مہلک میں مبتلا ہوکر وفات پائی اور وہیں سپرد لحد ہوئے۔

آپ کی وفات پر مولانا سید اکبر حسین عبرتؔ نے تاریخ وفات کہی ۔

دیندار، ذی شعور، بعلم اصول دیں ۔۔۔ رہ رو براہِ ختم رسلؐ شاہِ مشرقین

در حمد اہلبیتؑ قلمِ عبرتِ حزیں ۔۔۔ برلوح روزگار نوشت از حریر شیں

فرق امید چوں زحیات جہاں برید جام طہور یافتہ ابرار از حسینؑ

تصانیف: ترجمہ کتاب حملۂ حیدری، اردو منظوم۔

اولاد: سید کاظم حسین، سید الطاف حسین، سید ارتضیٰ حسین، سید اصطفیٰ حسین۔

(انوار قم ص ۱۵۸ و مطلع انوار)

☆☆☆☆☆

سید ابراہیم علی

(متوفیٰ: ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۸ء)

مولانا سید علی حسین صاحب ساکن دربار محلّہ میرانخاں (نوگیاں) کے چھوٹے فرزند تھے، کیوں کے ان کے والد امروہہ کے جید عالم دین تھے لہٰذا مذہبی تعلیم کی طرف میلان فطری تھا، فقہ و اصول کی تعلیم حاصل کی اور اعلیٰ استعداد کے حامل ہوئے، عربی، فارسی پر مکمل عبور تھا، عتباتِ عالیات کی زیارات سے مشرف تھے، اس سفر میں حج بیت اللہ کا بھی عزم تھا مگر طبیعت کی خرابی کے سبب مجبوراً وطن واپس آئے۔

آپ نے ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۸ء میں رحلت کی۔

آپ کے ایک بیٹے مولوی سید محمد مجتبیٰ صاحب اور ایک لڑکی مسماۃ کربلائی خاتون زوجہ سید رُمّان علی محلّہ کٹکوئی ہوئیں۔

(شجرات سادات امروہہ قلمی مولوی بشیر حسن صاحب)

مولانا ابرار حسین

﴿سید ابرار حسین﴾

(۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء)۔(۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء)

سید مہدی علی صاحب کے فرزند تھے ،آپ کی ولادت ۱۹۰۱ء کو امروہہ محلّہ قاضی زادہ میں ہوئی، والد ماجد امروہہ کے سر برآوردہ اور معافی دار حضرات میں سے تھے ورزش و شہ زوری کا بہت شوق تھا بلکہ مشہور شہ زور تھے، مولانا ابرار حسین صاحب عہد طفلی ہی میں سایۂ پدری سے محروم ہوگئے، اور والدہ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔

عہد طفولیت سے علمی ذوق تھا لہٰذا ابتداء ہی سے مذہبی تعلیم شروع کی اور امروہہ کی مشہور و معروف درسگاہ ''نورالمدارس'' میں داخلہ لیا وہاں کافی عرصے مشغولِ علم و ادب رہے، آپ کے نامور اساتذہ میں حاجی سید مرتضٰی حسین صاحب و سرکار یوسف الملت مولانا سید یوسف حسین صاحب تھے، جن سے آپ نے فقہ، اصول، منطق، فلسفہ اور ادب میں مہارت حاصل کی، چند سال مدرسہ عالیہ رامپور میں بھی زیرِ تعلیم رہے اور امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

آپ مدرسہ منصبیہ میرٹھ میں بحیثیت مدرس رہے، اپنی مستقل مزاجی اور صبر و استقلال کے سبب ۵۵ رسال منصبیہ میں مقیم رہے اور خدمت انجام دیتے رہے، یہاں تک کہ پرنسپل ہوگئے، اور بحسن و خوبی اس فریضہ کو انجام

دیا، طلباء کو بڑی لگن اور وضاحت کے ساتھ مطالب ذہن نشین کراتے آپ کے تلامذہ کی طولانی فہرست ہے۔

آپ نہایت سادہ طبیعت، منکسر مزاج، بردبار، متقی پرہیزگار عالم دین تھے اور طلباء سے نہایت کشادہ پیشانی سے ملتے تھے۔

آپ نے بوقت صبح ۴ رمضان ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔

اولاد: مولوی سید محمد ریحان مرحوم،

☆☆☆☆☆

﴿سید ابوالحسن﴾

مولانا سید علی حسین طاب ثراہ (متوفیٰ ۱۳۱۷ھ) ساکن محلّہ دربارِ میرانخان (نوگیاں) کے فرزند تھے، تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی عربی، فارسی، فقہ واصول میں اچھی استعداد رکھتے تھے۔

آپ نے دو عقد کئے، زوجہ اولیٰ سے تین فرزند ہوئے، ضامن حسین صاحب، آلِ محمد صاحب، طاہر حسین صاحب، زوجۂ ثانیہ سے سید گل حسن صاحب متولد ہوئے۔ آپ نے ۷۵ سال کی عمر میں رحلت کی۔

آپ کے بڑے فرزند سید ضامن حسین نے پچاس سال کی عمر میں ۱۹۰۵ء میں انتقال کیا۔ (شجرات سادات امروہہ قلمی مولدی بشیر حسن صاحب)

مولانا ابوالفاروق سید محمد عسکری

سید ابوالفاروق محمد عسکری

(۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء)-(۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء)

سید عابد حسین محلّہ جعفری کے فرزند سید ابوالفاروق ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء کو امروہہ میں متولد ہوئے۔

فارسی، عربی، اور دینی تعلیم طرز قدیم کے مطابق حاصل کی، ۱۸۹۳ء سے ۱۸۹۹ء تک گورنمنٹ ہائی اسکول باندا، پھر کرائسنٹ چرچ کانپور میں انگریزی تعلیم حاصل کی، عقائد وعلم کلام ومناظر سے خاص دل چسپی تھی۔

ایک مرتبہ اخبار نور افشاں لدھیانہ، اور کانپور کوارٹرلی ریویو میں خبر چھپی کہ محمد عسکری عیسائی ہوگئے، اس کی تردید میں ''تحفۂ محمدیہ'' لکھا اور عیسائیوں کا تعاقب شروع کیا، جس سے عیسائی پریشان ہوگئے، اس کے بعد آریوں سے بحث کا آغاز کیا، اور قادیانی تبلیغ نے زور پکڑا، اور دو کتابیں لکھیں، ''القول المتین فی قطع الوتین'' اور کچھ دنوں بعد ''تحفۂ رحمانیہ'' شائع کیا، ۱۹۰۵ء میں آپ نے بہرائچ میں قیام کے دوران مولوی عبد الشکور کاکوروی مدیر النجم کے اشتعال واختلاف انگیز مضامین کے جواب لکھے، اور ''القول الجزم فی انتشار النجم'' اور آیۂ استخلاف واہل خلاف'' لکھا۔

آریوں کے خلاف ۱۹۱۳ء کے مناظرہ میں مہاشہ ست دیو جی کی شکست کے بعد ابولفاروق صاحب نے ''دیانندمت کھنڈن سبھا'' قائم کی جو

بعد میں ''انجمن اشاعت الاسلام'' کے نام سے بہت مشہور ہوئی، موصوف کو آریوں سے مناظروں اور ''اشاعت الاسلام'' کے ذریعے شیعہ سنی اتحاد میں بے مثال کامیابی حاصل کی۔

۱۹۱۸ء میں مسوری پہاڑ پر مرزائی مبلّغین سے پھر معرکۃ الآرا مناظرہ کیا مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری سے دو زبردست کتابیں لکھوائیں ''السیف الیمانی علی المسیح القادیانی'' اور ''ابطال التناسخ''۔

۱۹۳۳ء میں محمود احمد عباسی نے ایک دل آزار کتاب ''تاریخ امروہہ'' سادات امروہہ کے دلوں کو مجروح کیا اور مذہبی معتقدات پر تکلیف دہ حملہ کئے جس کے جواب میں ''سرمۂ چشمِ عباسی المعروف بہ آفتاب صداقت'' لکھی۔ ۱۹۳۵ء کے بعد موئد العلوم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے آپ کی کتاب ''القول الجمیل فی توراۃ و الانجیل'' شائع ہوئی جس میں موجودہ توریت و انجیل میں تحریف ثابت کی، اس طرح آپ زندگی بھر اہل باطل کے دندان شکن جوابات دیتے رہے جس سے باطل کمر شکستہ ہو گیا تھا۔

آپ طویل عمر پا کر ۲۱ر رمضان ۱۳۸۱ھ/ ۲۷ر فروری ۱۹۶۲ء کو جاں بحق ہوئے۔

اولاد: سید محمد عباس، سید علی عباس صاحب

آپ کے چھوٹے بیٹے سید علی عباس نقوی صاحب تصانیف ہیں۔

(مطلع انوار ص: ۵۷۲، سلور جوبلی وظیفہ سادات)

بڑے فرزند تھے، ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی، آپ حجۃ الاسلام مولانا سید محمد طاب ثراہ کے برادرِ بزرگ تھے۔

آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے منشی، فاضل پاس کیا، عربی فارسی مین اچھی استعداد رکھتے تھے، تقسیم ملک سے قبل گورنمنٹ کالج امروہہ میں فارسی کے مدرس تھے آپ نہایت خلیق وملنسار متواضع اور اوصافِ حمیدہ سے سرشار تھے، خطابت بھی فرماتے تھے، مختلف شہروں میں اپنی خطابت کے جوہر دکھائے، آپ نے ایک مدت تک امروہہ دارالعلوم سید المدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، پھر رواڑی ضلع ... میں ہیڈ مولوی ہوگئے، آخر مرض الموت میں مبتلا ہوکر وطن واپس آئے، ایک عرصہ تک علیل رہ کر داعیِ اجل کو لبیک کہا، آپ کے صاحبزادگان میں سید محمد جعفر، سید شہنشاہ حسین و بادشاہ حسین، ناصر حسین، حامد حسین و وزیر حسین پاکستان میں قیام پذیر ہیں۔

آثارِ علمی: وسائل الشفاعت، مجموعۂ مجالس، مطبوعہ

آپ کے والد مرحوم کی وفات پر سرکار نجم العلماء نے آپ کے نام تعزیتی خط تحریر فرمایا:

''فضائل مآب سلالۃ الاطیاب، حمید الغرائب مولوی حکیم سید محمد ابو جعفر صاحب دام مکارمہ،

بعد تحیۃ سلام با اکرام تعزیتِ انضمام انکہ در بعض خطوط خبر سانحہ جلیلہ و واقعہ عظیمہ خبر ارتحال جناب مستطاب قدسی القاب عمدۃ العلماء الکرام البحر العلوم الفہام

زبدۂ من تحلی بالزین جناب مولانا سید احمد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ مسموع گردیدغم و الم و صدمہ پیھم بدل مضمحل رسانید چون نحیف خبر بیماری هم نشنیده بودم ایندم مطلع شده خیلی صدمه روحانی بخشیدم چه قدر محل حسرت و افسوس است که امروها از وجود چنیں عالم باکمال مجروح شد و برکات چنین بزرگوار علام منقطع گردید اللهم ارحمه و علیٰ درجة۔

نجم الحسن عفی عنہ

از لکھنؤ ۲۵/ ماہِ صیام ۱۳۲۸ء

☆☆☆☆☆

حکیم ابو علی خان

(۱۲۰۲ھ/ ۱۷۸۷ء)۔(۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۵ء)

جناب غلام علی صاحب ساکن محلّہ سدو کے خلفِ صالح تھے، آپ کی ولادت ۱۲۰۲ھ/ ۱۷۸۷ء کو دہلی میں ہوئی اس وقت آپ کے والد کا قیام دہلی ہی میں تھا جس کی بنا پر بچپن وہیں گذرا۔

جب سن و شعور کو پہونچے تو بغرض حصول علم مولانا سید محمد عبادت (اول) کے سپرد کیا گیا، آپ نے فقہ و اصول تفسیر و حدیث اور علوم عربیہ کی

ہی میں تھا جس کی بنا پر بچپن وہیں گذرا۔

جب سن و شعور کو پہونچے تو بغرض حصول علم مولانا سید محمد عبادت (اول) کے سپرد کیا گیا، آپ نے فقہ و اصول تفسیر و حدیث اور علوم عربیہ کی مکمل تعلیم دی اور اس زمانہ کے ماحول کے مطابق علم طب کی طرف بھی توجہ دلائی، اور امروہہ کے مشہور و معروف حکیم رضی الدین صاحب کی خدمت میں رہ کر اس فن میں مہارت حاصل کی۔

آپ ۲۵ رسال شہر باندہ میں رہ کر دینی و ملی خدمات انجام دیتے رہے آپ نے تبلیغ اسلام کو اپنا شیوہ اور غرض زندگی بنایا، ایک طویل مدت شہر باندہ میں رہ کر مومنین کو احکامِ اسلامی سے روشناس کرایا، ہر شخص آپ کے خلوص کا گرویدہ نظر آتا تھا چھوٹوں سے بھی برابر کا سلوک کرتے تھے، ہر زبان پر آپ کے اخلاق حمیدہ کی مدح وثناء رہتی تھی۔ ۲۱ رصفر المظفر ۱۲۷۲ء/ ۱۸۵۵ء کو ستر سال کی عمر میں اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔

تصانیف:

- هادی الخالفین فی الرد علی تحفة المسلمین مولفہ نواب مبارک علی خاں
- حجة الایمان
- کشف الرین فی اثبات العزاء علی الحسینؑ ۱۲۹۲ھ
- الفوائد الحسینه فی المفردات

● حواشی طب اکبر

(نزہۃ الخواطر جلد:۷،ص:۱۷، مطلع الانوار ص:۵۷، شمس التواریخ:۱۰۹)

صاحب التواریخ واسطیہ ص:۲۸۱ پر لکھتے ہیں:

"حکیم ابو علی خان صاحب حکیم حاذق صاحب تصنیف اور بڑے معزز طبیب عالی حوصلہ اور ضلع میرٹھ میں وکیل محکمہ ججی باوقار رہے، مناظرہ میں چند کتابیں ان کی چھپی ہوئی ہیں"

اولاد: حکیم امجد علی خان صاحب

☆☆☆☆☆

﴿سید اجتبیٰ حسن﴾

مولانا سید محمد کاظم بن سید سرفراز علی ساکن محلّہ گذری کے چھوٹے فرزند تھے، ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی، پھر دارالعلوم سید المدارس میں زیرِ تعلیم رہ کر مولانا سید احمد حسین صاحب طاب ثراہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، عربی، فارسی کے اعلیٰ قابلیت کے حامل تھے۔

آپ کی شادی دختر سید منور حسن خاں محلّہ دربارِ کلاں سے ہوئی، جن سے ایک فرزند سید محمد مجتبیٰ ہوئے، جن کی ولادت ۱۳۲۳ھ میں ہوئی۔

(شجرات سادات امروہہ قلمی مولوی بشیر حسن صاحب)

☆☆☆☆☆

﴿سید اجمل حسین﴾

(متوفی: ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۵ء)

آپ کی ولادت امروہہ میں ہوئی، آپ کے والد جناب سید تجمل حسین ساکن مجاپوتہ تھے، تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد رامپور تشریف لے گئے اور مدرسہ عالیہ رامپور میں درس وتدریس کے فرائض انجام دینے لگے، تقریباً تیس (۳۰) سال رامپور میں خدمات انجام دینے کے بعد امروہہ آکر وطن ہی میں تبلیغ دین میں مشغول ہوگئے، محلّہ مجاپوتہ (نئی بستی) کی مسجد میں پیش نمازی فرماتے تھے، آپ روز وشب عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے جس کی بنا پر خداوندِ عالم نے آپ کی زبان میں شفاعت عطا کی، لوگ اکثر مریضوں پر دعا پڑھوانے کے لئے آپ کو لے جاتے تھے، جس سے مریض شفایاب ہوجاتے تھے، عملیات میں مہارت حاصل تھی، پابندی سے ہر روز تلاوتِ کلامِ پاک کرتے تھے، آپ نے مدتوں شیعہ نگر رجیٹی (سمبھولی) میں رہ کر لوگوں کو معارفِ اہل بیت علیہم السلام سے روشناس کرایا، اور پابندِ شریعت بنایا، آپ سے متعلق متعدد محیر القول واقعات منسوب ہیں جن کو اکثر لوگ بیان کرتے ہیں، آپ کی دختر محترمہ اختری بانو کا بیان ہے کہ ''رات میں جس وقت میرے والد ماجد کا انتقال ہوا میں نے دیکھا ایک روشن قندیل کمرہ سے نکل کر قبلہ کی طرف گئی اور اسی وقت آپ کا انتقال ہوگیا''

آپ کے ارشد تلامذہ میں ادیب اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب طاب ثراہ بھی شامل ہیں: عملیات میں آپ کے دسترس کی زندہ مثال سید محمد باقر صاحب محلّہ شفاعت پوتہ ہیں جو مدرسہ ناظمیہ کے طالب علم رہ چکے ہیں، ان کی تین بہنیں پے در پے ایک ہی مرض کا شکار ہوکر فوت ہو چکی تھیں، جب خود ان کی عمر اسی منزل کو پہونچی تو وہی مرض ان کو بھی لاحق ہوگیا، سارا گھر مایوس ہوگیا، کسی نے مولانا سید اجمل حسین صاحب کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا چنانچہ مولانا مرحوم کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک چھوٹی لوکی لے کر آؤ میں اسے لکھوں گا جیسے جیسے وہ لوکی مرجھائے گی یہ بچہ صحت یاب ہوتا رہے گا، اور جب لوکی بالکل سوکھ جائے گی تو بچہ بالکل تندرست ہوجائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا فرمایا تھا، جیسے جیسے لوکی سوکھتی رہی باقر صاحب صحتمند ہوتے رہے اور آکر خود صحت یاب ہوئے۔

وفات: آپ کی وفات تقریباً ۱۹۴۵ء/ ۱۳۶۵ھ بعمر ۸۰ رسال امروہہ میں ہوئی محلّہ مجاپوتہ (نئی بستی) میں سپردِ لحد ہوئے۔

اولاد: سید اختر حسن

☆☆☆☆☆

﴿سید احمد الدین خاں﴾

سید وجیہ الدین خانصاحب ساکن دربارِ کلاں کے فرزند تھے، بڑے عالم و فاضل تھے، درسیاتِ نظامی سے فارغ التحصیل تھے۔

باعزت و وقار دولتمندوں میں شمار کئے جاتے تھے، میونسپل بورڈ امروہہ کے ممبر بھی تھے، آپ کے تین فرزند تھے، سید مجتبٰی حسن خاں، سید صادق حسین خاں، سید سبطِ حسن خاں۔

سید مجتبٰی حسن خانصاحب بڑے خوش وضع وسیع الاخلاق اور ذی وجاہت تھے، عزاخانہ شمس علی خاں میں ''دہ مجلس'' ابتداً آپ ہی پڑھا کرتے تھے۔ صاحب تواریخ واسطیہ ص: ۱۴۳ پر لکھتے ہیں۔

''ان کو عربی و فارسی میں فراغت حاصل تھی، یہ بھی نامدار رئیس، منشی ہیں، سابق میں ممبر میونسپلٹی امروہہ کے تھے''

(شجرات سادات امروہہ قلمی مولوی بشیرِ حسن مرحوم)

☆☆☆☆☆

﴿سید احمد علی﴾

سید امانت علی صاحب ساکن محلّہ دانشمندان کے فرزند تھے، امروہہ میں متولد ہوئے، آپ کو علم عروض اور قواعد فارسی میں مہارتِ حاصل تھی، اچھے شاعر بھی تھے، کافی تعداد میں آپ کے شاگرد ہوئے۔

سادہ مزاج، متواضع، منکسر المزاج شخصیت کے حامل تھے، آپ کے بارے میں صاحبِ تواریخ واسطیہ ص: ۲۶۰ / پر تحریر فرماتے ہیں:

''یہ بڑے ذی علم شاعر صاحبِ کمال خندہ پیشانی، سادہ مزاج، خانہ نشین بزرگ تھے، ان کو علمِ عروض و قواعد، علم فارسی و شعر گوئی میں کمال حاصل تھا، علم مذکورہ میں مشہور و معروف تھے، اکثر اشخاص شہر ان سے تلمّذ رکھتے تھے''

اولاد: سید مبارک حسن

☆☆☆☆☆

سید احمد حسین

(۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء)۔(۱۳۲۸ھ / ۱۹۰۱ء)

آپ امروہہ کے نامور علماء میں سے تھے آپ کی ولادت سید رحیم علی کے گھر تقریباً ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء کو محلہ شفاعت پوتہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گھر ہی میں حاصل کی اور علمِ صرف و نحو مولانا سید علی حسن صاحب سے حاصل کیا، علم طب امروہہ کے مشہور حکیم امجد علی خاں صاحب سے حاصل کیا، ابتدائی تعلیم کے بعد عازم لکھنؤ ہوئے، لکھنؤ اس وقت جید علماء سے بھرا ہوا تھا، شرح لمعہ و شرح کبیر، معالم الاصول، قوانین ملک العلماء سید بندہ حسن صاحب سے پڑھیں۔

تفسیر طبرسی میں سید المتکلمین فردوس مآب سید حامد حسین صاحب عبقات سے استفادہ کیا۔

نہج البلاغہ و مسالک کے سلسلے میں مفتی سید محمد عباس شوستری طاب ثراہ سے شرف تلمذ حاصل کیا، اور ممتاز العلماء سید محمد تقی صاحب کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا، ان تمام آیاتِ عظام نے بہترین اجازے فضائل و محامد کے ساتھ عطا فرمائے، آپ کے اساتذہ کو آپ پر بڑا اعتماد اور فخر تھا، جناب مفتی محمد عباس اعلی اللہ مقامہ نے اپنے اجازے میں جو محررہ ۱۹ر جمادی الاول ۱۲۸۸ھ ہے تحریر فرمایا: "اجزت له ان یروی عنی مااخذ منی"

یعنی موصوف کو میری طرف سے نقل حدیث کی اجازت ہے، جناب مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ پر اتنا اعتماد کرتے تھے کہ مقدمات کے فیصلوں کا کام آپ کے سپرد کیا، عزاداری سید الشہداء علیہ السلام نہایت احترام کے ساتھ کرتے تھے، گھر میں ایک عزاخانہ بھی قائم کیا، ہلالِ محرم نمودار ہوتے ہی چہرے پر غم کے اثار نمایاں ہوجاتے اور لباسِ عزا زیب تن فرماتے تھے، مجلس سید الشہداء علیہ السلام میں کثرت سے گریہ فرماتے اور عزائے امام میں مشغول رہتے تھے۔

آپ کو درِ اہل بیتؑ سے خاص لگاؤ تھا آپ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ مولانا سید علی حسن صاحب عیادت کے لئے تشریف لائے ہیں اور فرمارہے ہیں تم مرض سے نجات حاصل کرکے ہمارے پاس پہونچو! آج حضرت امیر علیہ السلام بھی مسجد جامع میں تشریف لائے ہیں۔

آپ شوقِ زیارت میں مسجد میں تشریف لائے، دیکھا کہ

حضرت امیر المومنین علیہ السلام بیچ کے در میں قبلہ رو کھڑے ہیں چہرے پر نقاب ہے، مسجد میں نور پھیلا ہوا ہے اتنے میں حضرتؑ نے نقاب الٹ کر آپ کو دیکھا اور مسکرائے، مولانا نے درود پڑھنا شروع کیا اور حضرتؑ نظروں سے اوجھل ہوگئے، مرض الموت میں اکثر سورۂ یٰسٓ والصافات سنتے تھے، سامانِ تجہیز و تکفین حج و روزہ و نماز کے لئے بطورِ احتیاط روپیہ الگ کر دیا تھا، جہاں نماز پڑھتے تھے وہاں چارپائی بچھوائی، نزع کے وقت مسکرائے اور ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا پھر اٹھنا چاہا اور کہا ''بسم اللہ تشریف لایئے'' اور کہا دیکھو دروازے پر کوئی پکار رہا ہے حالانکہ وہاں کوئی نہیں تھا اور اسی وقت آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

علم و فقاہت کا یہ آفتاب ۱۵ر رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء کو غروب ہوگیا، اور متصل اشرف المساجد آسودۂ لحد ہوئے۔

اولاد: مولانا سید ابوجعفر، مولانا سید محمد مجتہد

تصانیف:

شرح نہج البلاغه (نامکمل)، حواشی مختصر النافع (فقه)، اعظم المطالب فی آیات المناقب، اخر الناس عن شر الوسواس الخناس، مناقب الابرار، هدیه سنیه، جواب لاجواب، فرق الفریقین فی تمسک الثقلین، تنقید الاخبار، وغیرہ

صاحب تاریخ اصغری ص:۱۱۷ پر رقمطراز ہیں:

''جناب مولوی سید احمد حسین فاضل اجل عالم باعمل حمیدہ خصال جامع فضل و کمال فارس مضمار، علوم ادبیہ غائص بحار، فنون عربیہ واقف رموز فقیہہ، کاشف غموض شرعیہ، حکمت مآثر ناظم امثال واقران فخر خاندان ہیں

صاحب تواریخ واسطیہ ص: ۳۲۰ پر لکھتے ہیں:

''(آپ) درس و تدریس میں مصروف ہین ان کی تصنیف کے چند رسالے یادگار ہیں اجازہای پیش نمازی جناب مولوی سید تقی صاحب و جناب مفتی میر عباس صاحب و جناب مولوی سید بندہ حسین صاحب مجتہدین العصر والزمان سے فضل وکمال ان کے بحسن وخوبی ظاہر و باہر ہے''

صاحب تاریخ سادات امروہہ ص: ۳۷۲ پر لکھتے ہیں:

''(آپ) عالم و فاضل اور مذہب شیعہ کے ممتاز مناظر تھے، چند کتابیں آپ کی یادگار ہیں سید ابوجعفر وسید محمد آپ کے دو لائق فرزند ہیں، سید محمد مذکور مجتہد مجاز صاحب تصنیف اور پیش نماز ہیں''

مولانا سید اولاد حسن صاحب سلیم نے تاریخ وفات نظم کی۔

آن عالم مقدس احمد حسین صاحب　　آمد ز دار دنیا در قبر جنت آگیں

سال وفات اوراچوں اے سلیم جستم　　ہاتف ہمیں صدا ز دثلمہ فتاد در دیں

☆☆☆☆☆

سید احمد نذر

(متوفی: ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء)

سید جعفر نذر ساکن محلّہ سٹھی کے فرزند تھے، آپ علم زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت میں مشہور تھے، پیش نمازی کے فرائض انجام دیتے تھے اور مومنین کو دین مبین سے روشناس کراتے تھے، آپ کو علم جفر میں مہارت حاصل تھی اور بہت اچھے خوش نویس بھی تھے اور یہ فن حد کمال کو پہونچا ہوا تھا۔

ایک عرصے تک مرادآباد منصفی میں بعہدہ ناظر ملازم رہے اور اس کے بعد ریاست رامپور میں ملازم رہے، آپ شہر کے مشہور عمائدین میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ نے ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں وفات پائی۔

صاحب تواریخ واسطیہ ص:۲۷۴ر پر تحریر کرتے ہیں:

"یہ پیش نماز صاحب علم ذی کمال تھے علم جفر میں آگہی حاصل تھی، خوش نویس اچھے تھے ان کا زہد وتقویٰ اس درجہ کو پہونچا ہوا تھا کہ بحالت نہ ہونے درجہ اختتام علوم کے مذہب شیعہ میں پیش نمازی کرتے تھے سوائے ان اوصاف حمیدہ کے سابق میں عرصہ تک محکمہ منصفی مرادآباد میں بعہدہ ناظر ملازم رہے بعدہ عرصہ تک ریاست رامپور میں ملازم رہے"

اولاد: سید حسن نذر، سید باقر نذر

☆☆☆☆☆

سید ارتضیٰ حسن

(متوفی: ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء)

مولانا سید محمد کاظم بن سید سرفراز علی ساکن محلّہ گذری کے فرزند تھے، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی پھر امروہہ میں زیرِ تعلیم رہ کر علامہ سید احمد حسین صاحب طاب ثراہ سے کسبِ فیض کیا، نہائی دروس کے لئے لکھنؤ گئے، اور مدرسہ ناظمیہ میں سرکار نجم العلماء سید نجم الحسن صاحب اعلیٰ اللہ مقامہٗ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

سرکار نجم العلماء کی تعلیم و تربیت کے نتیجے میں اعلیٰ علمی صلاحیت پیدا ہوئی، علوم متداولہ میں ملکہ حاصل ہوا۔

آپ نے بعمر چالیس سال ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں انتقال کیا۔

آپ کا عقد دختر سید اعظم علی صاحب سے ہوا، اولاد نرینہ میں سید نواب حسن صاحب تھے۔

(شجرات سادات امروہہ قلمی مولوی بشیر حسن مرحوم)

☆☆☆☆☆

﴿سید ارتضیٰ حسن تقوی﴾

(۱۲۹۲ھ/۱۸۵۵ء)-(۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء)

مولانا سید ابرار حسین طاب ثراہ کے فرزند تھے آپ کی ولادت تقریباً ۱۲۹۲ھ/۱۸۵۵ء کو محلّہ دانشمندان امروہہ میں ہوئی ابتدائی تعلیم امروہہ کے افاضل اساتذہ سے حاصل کی، مولانا سید اولاد حسن سلیم آپ کے خاص استاد تھے، مولانا آپ کے علم ومحامد سے بہت زیادہ متاثر تھے، فن خطاطی نیریزی میں بھی مولانا موصوف کے پرکار قلم کا عکس جھلکتا تھا۔

بعد ازاں دروس نہائی کیلئے عازم لکھنؤ ہوئے، اور مدرسہ ناظمیہ میں داخلہ لیا، اس وقت سرکار نجم العلماء سید نجم الحسن طاب ثراہ وہاں موجود تھے، آپ نے سرکار کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، اور ان کی صحبت بابرکت سے استفادہ کیا۔

آپ کی طبیعت کا میلان حقائق ومعارف کی طرف زیادہ تھا سطحی فنون اور رسمی علوم سے رفتہ رفتہ طبیعت کو فرار ہو گیا تھا، مشاہیر اور نامور علماء سے قطعاً متاثر نہیں تھے، بلکہ ان کو صرف خوف خدا اور آثار تقرب کے پیمانہ پر ناپتے تھے اور اسی مقیاس کی رو سے صرف سرکار نجم العلماءؒ کی عظمت کے قائل تھے، خود اپنی شہرت کی خواہش تو کجا گوشۂ خموش کے متلاشی رہتے تھے اور اپنے اوقات بلا کسی مزاحمت اور خلل کے ذکر الٰہی میں بسر کرنے کے متمنی رہتے تھے۔

آپ علم وعرفان، زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت میں بے مثل اور

محمد وآلِ محمد علیہم السلام کے روحانی و باطنی فیوض سے استفادہ کو روح مذہب سمجھتے تھے، آپ کے راسخ عقائد اور ان کی زندگی میں ادنیٰ سا بھی تضاد نہیں تھا، پانچ سال جوار معصومین علیہم السلام میں گذرنے کے بعد عالم خواب میں سید الشہداء علیہ السلام کی طرف سے حکم ہوا کہ ارتضٰی حسن تمہاری والدہ تمہارے لئے بہت بے چین ہیں تم ان کی خدمت میں پہونچو!"

بلا تاخیر حکم کی تعمیل کی اور امروہہ تشریف لے آئے۔

امروہہ آنے کے بعد کچھ مدت رامپور، موہنہ اور پھر علی گڑھ کالج میں شعبہ دینیات میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء میں کالج کی سہ ماہ تعطیلات گرما کے آغاز سے دو دن قبل مستعفی ہو گئے، لوگوں نے اس اقدام سے بہت روکا، یہاں تک کہا گیا کہ اگر استعفیٰ دینا ہی ہے تو تعطیلات گذرنے کے بعد استعفیٰ دے دیں تا کہ حسب قاعدہ ایام تعطیل کا مشاہرہ تو مل سکے، مگر آپ نے منظور نہ کیا، موصوف کے برادر زادگان سید محمد ہاشم و سید علی کاظم نے جو مولانا سے ملنے گئے ہوئے تھے، مولانا سید عباس حسین مرحوم کے ایماء پر یہی باتیں عرض کیں اور تعطیلات کے مشاہرے کا امر بھی ذکر میں لائے تو مولانا کی ناراضگی برہمی تک پہونچ گئی، اور فرمایا کہ افسوس! اب ہمارے بچے بھی اسطرح سوچنے لگے کس قدر المناک بات ہے، نہیں دیکھتے کہ اس کالج میں مسلمانوں کا پیسہ لگا ہے جب میں دست کش ہو جانا طے کر چکا ہوں تو ایام تعطیل کا مشاہرہ پانے کا شرعاً مستحق کب

مولانا سید عباس حسین مرحوم کے ایماء پر یہی باتیں عرض کیں اور تعطیلات کے مشاہرے کا امر بھی ذکر میں لائے تو مولانا کی ناراضگی برہمی تک پہونچ گئی، اور فرمایا کہ افسوس! اب ہمارے بچے بھی اسطرح سوچنے لگے کس قدر المناک بات ہے، نہیں دیکھتے کہ اس کالج میں مسلمانوں کا پیسہ لگا ہے جب میں دست کش ہوجانا طے کرچکا ہوں تو ایام تعطیل کا مشاہرہ پانے کا شرعاً مستحق کب ہوں؟ افسوس! افسوس! عرض کیا گیا کہ پھر دست کش ہی کیوں ہوتے ہیں جواباً فرمایا کہ اگر میں اس کے لئے مامور ہوں تو!؟ یہ حکم محکم موصوف کے نزدیک حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف سے تھا، جس کی تعمیل میں ادنیٰ سی تاخیر گوارہ نہ تھی۔ زندگی کے آخری ایام بمبئی میں گذارے۔

۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء کو بمبئی میں رحلت فرمائی اور وہیں آسودہ لحد ہوئے۔

(انوار قم ص:۱۶۵)

☆☆☆☆☆

﴿سید اعجاز حسن﴾

(۱۲۶۶ھ/۱۸۴۹ء)-(۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء)

سید المحققین سید اعجاز حسن طاب ثراہ مولانا سید علی حسن کے نامور فرزند تھے، آپ کی ولادت ۱۹/ جمادی الاول ۱۲۶۶ھ/ ۱۸۴۹ء کو محلّہ گذری امروہہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گھر ہی میں حاصل کی اس کے بعد عالم بزرگوار

مولانا سید احمد حسین صاحب طاب ثراہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ۱۲۹۴ھ میں لکھنؤ چلے گئے، لکھنؤ میں اس وقت جید علماء موجود تھے، جن سے استفادہ کا موقع ملا، علامہ ذوالفنون مفتی سید محمد عباس صاحب کی مسند علم بچھی ہوئی تھی، طلاب جوق در جوق آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر علمی پیاس بجھا رہے تھے، مولانا نے بھی مفتی صاحب کے درس میں شرکت کی، اور آپ کے شاگردوں میں خاص مقام حاصل کیا، مفتی صاحب اپنے اس شاگرد پر بڑا اعتماد اور فخر کیا کرتے تھے، اسی اثناء میں آپ کو سید المتکلمین میر حامد حسین صاحب عبقات الانوار سے کسب فیض کا موقع ملا، چونکہ استاد میر حامد حسین طاب ثراہ علم کلام کے استاد تھے، لہٰذا شاگرد پر بھی اس کا خاصا اثر ہوا، جس کے نتیجے میں آپ کو علم کلام میں مہارت حاصل ہوئی، اور بکثرت مخالفین سے مناظرے کیئے، اور ہمیشہ مخالف پر غالب آکر اسے مسکت جوابات دیئے۔

آپ میں قومی خدمات کا جذبہ بدرجہ اتم پایا جاتا تھا، ۱۰رمحرم ۱۳۲۰ھ/ ۲۰راپریل ۱۹۰۲ء کے ہندو مسلم فساد میں سرکار موصوف نے قوم کے افراد کی دل کھول کر مدد کی، حالانکہ اس کے ردِ عمل میں آپ کو ذہنی جسمانی اور مالی پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا، تمام مقدموں کی پیروی آپ ہی فرماتے تھے، آخر میں تمام مقدمے آپ ہی کے حق میں ہوئے۔

اس کے بعد موصوف نے خانہ نشینی اختیار کی، اسی زمانے میں مسجد

ابدال محمد کے وقف کا مقدمہ لڑا، اور اس میں کامیابی ہوئی، آپ دار العلوم سید المدارس کی ترقی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے، آپ ہی کی جانفشانی کی بنا پر مدرسہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا گیا، شیعہ کالج کی تاسیس اور کتب دینیہ کی نشر واشاعت میں بہت زیادہ دل چسپی لی۔

علمی قابلیت، خاندانی ریاست، ذاتی وجاہت پر دینداری و اخلاق و تقویٰ نے اور زیادہ عظمت بخشی۔

۱۸۱۹ء میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوئے، اور اپنے بیگانوں میں قدر ومنزلت پائی، ۱۲۹۷ھ میں حج اور ۱۳۲۱ھ میں عتبات عالیہ کی زیارات سے مشرف ہوئے، اور ۱۹/ جمادی الاول ۱۳۴۰ھ/ ۱۸/ جنوری ۱۹۲۲ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔

آپ کی علمی اور عملی و منصبی وجاہت کو صاحب تواریخ واسطیہ نے ص ۴۷۰ پر اس طرح رقم کیا ہے:

"یہ عالم و فاضل ومولوی حاجی، حرمین شریفین، وزائر و بعض عتبات عالیات آئمۂ اطہار، پاکیزہ نفس، حکام رس، رئیس درباری، ذی مقدرت، وجیہ وجمیل وفہیم وعقیل ہیں، وآنریری مجسٹریٹ منجانب سرکار دولتمدار ہیں...... اور تلمذ رشید جناب استاد الکل فی الکل الہادی الی خیر السبل افضل الناس المفتی محمد عباس صاحب قبلہ مجتہد اعلی اللہ مقامہ کے ہیں اور دو قطع اسناد تحصیل علمی حضرت مفتی صاحب قبلہ نے یک بعد دیگرے عطا فرمائے ہیں، جس سے ان کا فضل وکمال وحسن ذکاء وقت نظر واجازت افادہ ولیاقت وسادہ ظاہر ہے،

اور جناب سید المتکلمین آیۃ اللہ فی العالمین مولوی سید حامد حسین صاحب قبلہ کی مخافرت نامجات سے جو ان کے نام متواتر آئے ہیں ان کی امداد و اشاعت در دین و حمایت مذہب آئمہ طیبین و حرارتِ ایمانیہ و محاسن ایقانیہ وفضائل معرقہ و مخافر مورقہ بخوبی ماہر ہے، ان کی تصنیف و تالیف سے ''مفاتیح المطالب فی خلافت علی بن ابی طالب'' کتاب ضخیم و ''نہج الیقین فی اعلا کلمۃ الدین'' و ''رسالۂ جسیم'' اور دیگر رسائل متفرقہ باقیات صالحات سے ہیں، اور ان کے والد سید علی حسن اور دادا سید محمد علی بہت بڑے مخیرّ و سخی و سیر چشم عالی ہمت ذی مقتدرت نیک خصلت، زائد و ابرار، عابد و پرہیزگار، مرجع مومنین و سادات، مستجمع عمدہ صفات تھے، مجتہدین، عالمین، کاملین جناب سلطان العلماء (سید محمد بن غفرانمآبؒ) وسید العلماء حضرت سید حسین کے خطوط صحائف اسمی ان کے پدر و دادا کے نام آتے رہے ہیں جن سے ان کی صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ وصلاح و پرہیزگاری و حرارت ایمانی مبرہن و متیقن ہیں، غرض کہ یہ دونوں صاحب کم گو خانہ نشین، خوبصورت، صاحب جمال حکام رس، ذی اقتدار، و مشہور نامدار تھے''

صاحب تاریخ سادات امروہہ ص ۳۶۵ پر تحریر کرتے ہیں:

''(آپ) کی ذات گرامی سادات امروہہ اور خصوصاً شیعہ سادات کے لئے باعثِ فخر ہے اپنے وقت کے بے مثل عالم اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں جناب شریعتمدار مفتی محمد عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ مجتہد لکھنؤ کے شاگرد

رشید اور حج و زیارات سے مشرف تھے، گورنمنٹ کے درباری بھی تھے، اور آنریری مجسٹریٹ بھی رہے، اپنے زمانے میں شیعہ ساداتِ امروہہ کی قیادت و ہدایت کے منصب پر فائز رہے، نہایت باوضع خلیق، اور علم دوست شخص تھے، امارات اور علم دونوں آپ کی ذات اعلیٰ صفات میں جمع تھے، ۱۳۴۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا، آپ کے خلف اکبر سید ممتاز حسن صاحب نے تاریخ وفات کہی ؎

ازغم مولوی اعجاز حسن پیر یارب شدہ ممتاز حسن

تصانیف:

القام الحجر فی فم ابن الحجر " صواعق محرقه ابن حجر کا جواب" (فارسی)، کشف الخلافت، اسئلة المعترضین، ترجمه کتاب طهارت من لا یحضره الفقیه، (اردو) مفاتیح المطالب فی خلافت علی بن ابی طالب (فارسی) رسالۂ جسیم نهج الیقین (فارسی) تفسیر آیه لا ینال عهدی الظالمین (فارسی)، جواهر مضیه فی مصطلحات فقیه (فارسی)، تفسیر الآیات (فارسی)، طریق الصلوٰة (فارسی)، مدنیه الاسلام (فارسی)، معارج الفرقان فی علوم القرآن (فارسی)، مرقع کربلا (فارسی)، معیار الفضائل (فارسی)، دنباله اهل بطاله (فارسی)، فلاح دارین (اردو)، تاریخ اصحاب (اردو)، مذاهب العلماء فی یقین الخلفاء (اردو)، الاثابه بالاجابه فی رد فضائل صحابه (اردو)، رسالۂ اصول دین (اردو)،

تنقید الاخیار و تعدیل الاخیار (اردو)، تشقیق الاخیار و کشف الاستار (اردو)، باد سموم بھر سماخ الحصوم (اردو) تثبیت الاقران فی خلیف القرآن (اردو)، اصول السنہ المعروف بہ اجادہ بدیعہ (اردو)، فلاح السائل (اردو)، نضارۃ البصارۃ (عربی)، القرأۃ والکتابۃ (عربی)، معراج العباد (عربی)، الشھابۃ فی تنجیم الصابہ (عربی)، احسن التقویم (عربی)، صلۃ الافعال (عربی)، غنیۃ المصادر .

اولاد: ممتاز حسن، امتیاز حسین، محمد سبطین، احمد حسنین، مولوی نسیم حسن ہلالؔ، سبط عباس۔

☆☆☆☆☆

سید اکبر حسین عبرتؔ

(۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹ء)۔(۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء)

سید مبارک حسین علی ساکن محلہ دانشمندان کے فرزند اور سرکار نجم الملت سید نجم الحسنؒ کے والد ماجد تھے، آپ کی ولادت ۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹ء کو امروہہ میں ہوئی، دو ہی سال میں سایۂ پدری سے محروم ہو گئے، دادا اور چچا نے تربیت کی۔

ابتدائی تعلیم اپنے نانا مولوی منیر علی صاحب مرحوم سے حاصل کی، اس کے بعد کچھ عرصے بلا لحاظ سن و سال صرف ونحو مولانا سید حیدر حسین یکتاؔ

سے پڑھی، اور عربی، فارسی، اردو نثر و نظم میں مہارت حاصل کی۔ آپ ابنائے سید عبداللہ زر بخش کے حالات پر مشتمل کتاب بنام زیدیہ کی نقل سید کریم رضا بن سید علی رضا بعد صعوبات سفر و خرچ کثیر بہ نفس نفیس زید پور سے لائے، وہ کتاب ایک سو بارہ برس پہلے یعنی ۱۱۷۸ھ/۱۷۶۴ء تک کے حالات پر مشتمل تھی تو آپ نے افراد خاندان کے اصرار پر بعد کے خاندانی حالات ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں لکھنے شروع کیے، اول ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء تک کے حالات پھر ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء تک حالات لکھ کر کتاب مکمل کی، بعد کے حالات ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء میں آخر کتاب میں بطور ضمیمہ شامل کیے۔ اس کتاب میں جابجا قطعاتِ ولادت و وفات تحریر ہیں، نیز اردو فارسی ''مثنوی، نعت، منقبت، نظمیں، رباعیات غرض ہر صنف سخن سے متعلق کلام درج ہے، تاریخ گوئی میں خاص ملکہ قدرت کی طرف سے عطا ہوا تھا، صدہا تاریخیں برجستہ موقع کے مناسبت سے آپ کی یادگار ہیں،

قطعہ تاریخ وفات واجد علی شاہ اودھ ؎

بلند اختر شہے واجد علی شاہ　　　سریر سروری جاوداں یافت

بروز سیوم ماہ محرم　　　تنش راحت بہ مہد خاک داں یافت

باجر ماتم شاہ شہیداں　　　جوار خسرو کون و مکاں یافت

بریداز دلبرانِ تار تخش ز عبرت

قصور بزم حوران جناں یافت

۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء

تاریخ وفات افقہ الناس مفتی سید محمد عباس طاب ثراہ ؎

سید عباس مخدومِ گروہِ مومنین　　گوہر بحر تصانیفِ کلام عبقری

مقتدائے اہل دیں فرمانروائے اجتہاد　　حامیِ دین مبین وملت پیغمبریؐ

قاطع اعناق بدعت داغِ کفرو نفاق　　خامۂ اوہمزبان ذوالفقارِ حیدریؑ

درگذشت از دار فانی یافت از فضل کریم　　درریاض جنت الفردوس تاج سروری

یافت از دست نواں ساقیِ راح طہور　　ساغر گلگوں معطر از شراب کوثری

سال تاریخ وفاتش خامۂ عبرت نوشت
منکشف گردید مہر علم و دین جعفری

۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء

آپ نے سرکار نجم العلماء جیسے مرجع خلائق فرزند کی تربیت کی جس نے ہندو بیرون ہند، دینی خدمات کے سلسلے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

آپ نے ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں وفات پائی۔

(انوارقم ص ۷۵ تذکرہ سادات امروہہ ۱۲۹)

آپ کے بارے میں صاحبِ تواریخ واسطیہ ص ۲۵۸ / پر لکھتے ہیں:

"(آپ) نے ایک رسالہ زیدیہ تاریخ حسب ونسب ساکنان اپنے محلّہ کے بزبان فارسی بحوالۂ کتب تواریخ بہت خوب تالیف کیا ہے اور شعر بھی فارسی زبان میں اچھا کہتے ہیں بزرگ منش خلیق مزاج موظف ونماز گذار ہیں"۔

اولاد: سید ابوالقاسم، نجم العلماء سید نجم الحسن صاحب، مولانا سید بدرالحسن۔
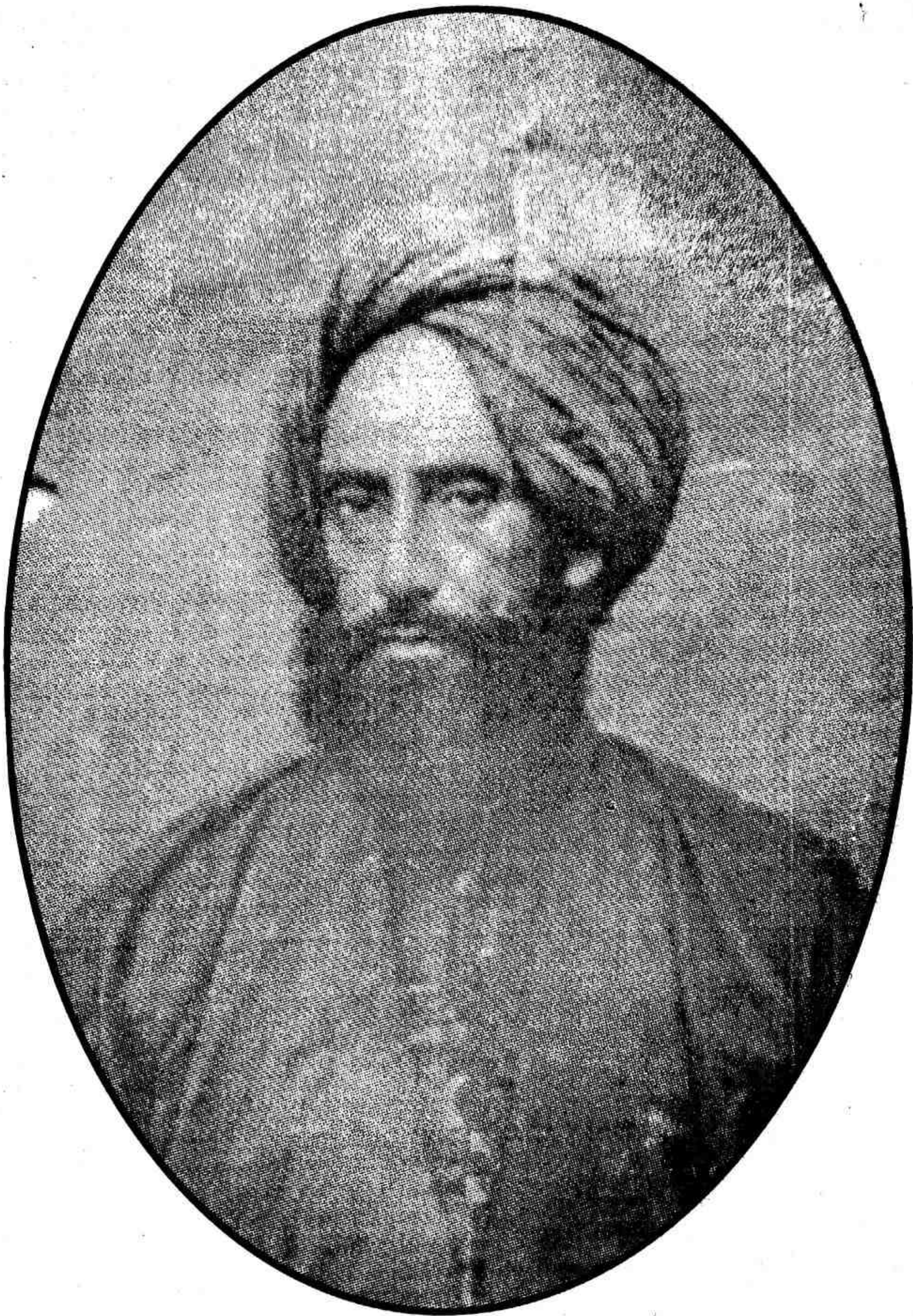
حکیم محمد امجد علی خاں

حکیم امجد علی خاں

(۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۶ء)۔(۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء)

مولانا حکیم ابو علی خاں ساکن محلہ چکلی کے فرزند تھے آپ ۲۶/ ذی الحجہ ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۶ء کو امروہہ میں متولد ہوئے چونکہ والد ماجد خود عالم تھے۔ لہٰذا بچپن ہی سے علم دین کی طرف فطری میلان تھا۔

ابتدائی تعلیم پدر بزرگوار سے حاصل کی، تکمیل علم کے سلسلے میں لکھنؤ گئے، اور جید علماء وفضلاء سے کسبِ فیض کیا، بالخصوص سلطان المحققین مولانا سید سراج حسین بن مفتی محمد قلی کنتوری وسید المتکلمین میر حامد حسین صاحب، صاحب عبقات الانوار طاب ثراہ سے استفادہ کیا۔

آپ عالم، فاضل، مقدس، متورع، متقی، نیک سیرت، نیک کردار غرضیکہ جملہ صفات جمیلہ کے حامل تھے۔کتب بینی اور تصنیف وتالیف زندگی کا ایک محبوب مشغلہ تھا کثرت سے لکھا اور یہ سلسلہ آخر عمر تک جاری رہا۔

فقہ، اصول، حدیث، تفسیر پر گہری نظر تھی، علم تاریخ اور علم کلام میں کامل عبور رکھتے تھے، تاریخ کا اس حد تک علم تھا کہ تاریخ انبیاء، تاریخ اسلام، تاریخ ملل ونحل، تاریخ ممالک ایسے بیان فرماتے تھے کہ گویا یہ واقعات آپ ہی کے سامنے رونما ہوئے ہوں، تحفۂ اثنا عشری مصنفہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے باب حدیث ثقلین کا دندان شکن جواب لکھا، جس کو پڑھ کر مخالفین

میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، اگرچہ آپ کی کافی مخالفت کی گئی، مگر آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

آپ ۱۸۵۶ء میں شاہ جہاں پور میں تحصیلدار رہے اور امروہہ میں آنریری مجسٹریٹ کے عہدے پر فائز رہے، مگر ان تمام اعلیٰ مناصب کی مصروفیت کے باوجود مذہبی ذمہ داری سے غافل نہیں رہے، ہمیشہ اپنی تحریر کے ذریعہ خدمت دین کرتے رہے۔

آپ حکیم حاذق وطبیب بھی تھے خداوند تبارک وتعالیٰ نے دست شفا عطا فرمایا تھا، جس سے سیکڑوں مریضوں کو شفایاب کیا، آپ نے طبابت کو کبھی پیشہ نہیں بنایا، ہمیشہ خدمتِ خلق کے لئے اس کام کو انجام دیا۔

جون ۱۸۸۸ء کو زیارات عتبات عالیات تشریف لے گئے اور زیارات نجف اشرف، کربلا، کاظمین، سامرہ سے مشرف ہوئے۔

اکتوبر ۱۸۸۸ء کو واپس تشریف لے آئے، اور اپنے تمام مشاغل کے باوجود قومی اور دینی فرائض کو بخوبی انجام دیتے تھے۔

سید المدارس: آپ نے امروہہ میں دینی تعلیم کیلئے ایک مدرسہ کی ضرورت محسوس کی لہٰذا یکم اگست ۱۸۹۲ء کو آپ نے اس مدرسہ کی تأسیس کی جس میں قوم کے دیگر افراد نے بھی حصہ لیا۔ (شمس التواریخ:۱۱۴)

آپ نے اورنگ آباد ضلع متھرا میں ایک عالیشان مدرسہ قائم کیا جس میں زرکثیر صرف ہوا، جس سے مومنین نے کافی استفادہ کیا۔

تعمیر مسجد و مدرسہ: ضلع متھرا کے ایک قصبہ میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی جس میں اپنی جیب خاص سے خرچ کیا۔

آپ نے اہل سنت کے اعتراض کو دفع کرنے کے لئے کہ شیعوں میں حافظ نہیں ہوتے، شہر متھرا میں شیعہ حفاظ کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا، جس میں تین سو شیعہ حفاظ نے حصہ لیا، یہ جلسہ آٹھ روز تک چلا، جس میں ملک کے گوشہ گوشہ سے لوگوں نے شرکت کی، امروہہ سے بھی کافی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی جس میں سید الحفاظ سید محمد اسماعیل، حافظ سید بشیر علی محلّہ دربار کلاں، حاجی سید حسن مثنیٰ دربار کلاں، سید مہدی حسن و حاجی سید اصغر حسین ساکن محلّہ گذری، مولانا سید حسین صاحب قبلہ ساکن محلّہ شفاعت پوتہ، حکیم محمد نیاز علی خاں ساکن محلّہ سدو، قابل ذکر ہیں:

علاقہ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسرا جلسہ شہر بنارس میں منعقد کیا اس میں بھی کثیر تعداد میں حفاظ کرام نے شرکت کی اور امروہہ سے حافظ سید محمد اسماعیل صاحب، حافظ سید محمد اسرائیل و حافظ سید منظور حسین صاحب نے حصہ لیا۔

آپ نے امروہہ میں ایک مدرسہ قائم کیا جس میں شیعہ بچوں کو قرآن حفظ کرایا جاتا تھا، جس میں حافظ محمد علی خاں و حافظ سید زمرد حسن صاحب مدرس تھے۔

حافظ محمود علی خاں اخر عمر میں سید المدارس میں مدرس ہوگئے تھے مستقل قیام سید اختر حسنین خاں صاحب رئیس محلّہ دانشمندان کے یہاں تھا۔

دھوپ گھڑی: آپ نے مومنین کی آسانی کے لئے اشرف المساجد واقع محلّہ شفاعت پوتہ میں ایک دھوپ گھڑی سنگی صحن مسجد میں نصب کی جس سے آسانی سے وقت نماز کی شناخت ہوجاتی ہے یہ گھڑی آج بھی گوشۂ مسجد میں نصب ہے آپ نے اس مسجد کی تعمیر میں بھی زرِ کثیر صرف کیا۔

آپ نے ۱۹ر جمادی الثانی ۱۳۱۸ھ/۱۴ر اکتوبر ۱۹۰۰ء کو امروہہ میں رحلت فرمائی اور عزاخانہ چھجی محلّہ قاضی گلی میں دفن ہوئے، آپ کے ارتحال کی خبر برق رفتار سے ملک کے کونے کونے تک پہونچی، اور سارے ملک میں آپ کا غم منایا گیا۔ آپ کے سویم میں تقریباً ۸۰ر قرآن مجید ختم کئے گئے، مجلس سویم عزاخانہ چھجی میں منعقد ہوئی جس میں مولانا سید اولاد حسن صاحب سلیم نے حدیث پڑھی اور تاریخ وفات پڑھی۔

تلامذہ: سید احمد حسین بن سید رحیم علی محلّہ شفاعت پوتہ، حکیم مولوی سید مصطفیٰ بن نذر حسین محلّہ بگلہ، حکیم سید گلشن علی بن علی بن امام علی محلّہ نخشی۔

کثیر تعداد میں علماء اہل سنت بھی آپ کے شاگرد تھے جن میں مولوی احمد حسین بن پیر جی اکبر حسین محلّہ پیر زادہ، مولوی حامد حسین صاحب محلّہ پیر زادہ، ظفریاب خانصاحب بجنور، آل نبی بن بنیاد علی شفاعت پوتہ، سردار احمد خاں بن نیاز احمد خاں کٹکوئی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

تصانیف:

تنزیہ القرآن طبع مرادآباد طبع ۱۲۹۲ھ، معراج المعرفہ لکھنؤ، کنز المعرفہ

طبع شوکت جعفری گولہ گنج لکھنؤ، ناصر الایمان، مطبع ہندوستانی لکھنؤ، جواہر زواہر بریلی، منتخب چند رسالہ متھرا، فرائد الفوائد بریلی، کشف الرین فی اثبات العزاء علی الحسین نخاس لکھنؤ۔

(قلمی سوانح موصوف سید حسن رضا وکیل مرحوم، جو رفعت لائبریری امروہہ میں موجود ہے تکملہ نجوم السماء ج:۲)

آپ کے بارے میں صاحب تواریخ واسطیہ ص ۲۸۱ پر رقمطراز ہیں:

''حکیم محمد امجد علی خانصاحب جن کے کمال کا شہرہ غالباً ہندوستان میں ہے صاحب علم مناظرہ صاحب تصنیف عالی رتبہ ڈپٹی کلکٹر کے پیش خوار سرکار بڑے مشہور با مروّت ہیں سادات کا اعزاز جس قدر کرتے ہیں وہ بھی یادگار ہے''

اولاد: بیرسٹر حامد علی خان صاحب، نواب علی خاں صاحب۔

حامد علی خان صاحب لا ولد تھے، اور نواب علی خان صاحب کی اولاد میں دو لڑکے ساجد علی خان اور زاہد علی خان ہوئے۔ نواب علی خاں صاحب کے نواسے حکیم عباس علی خان، محمد علی خان اور حسن علی خان بفضلہٖ قید حیات ہیں۔

☆☆☆☆☆

قاضی سید امیر علی

(۶۷۱ھ - متوفی: ۷۶۲ھ)

خلفِ اکبر سید حسین شرف الدین شاہِ ولایتؒ عہد تغلقیہ کے عظیم علماء میں سے تھے، علمی عظمت و جلالت کی بنا پر سلطان محمد تغلق عادل کے زمانے میں امروہہ کے عہدہ قضا پر مامور ہوئے ۷۴۱ھ/۱۳۴۰ء میں جب مشہور سیاح ابن بطوطہ امروہہ آیا آپ نے اس کی ضیافت کی جس کا تذکرہ اس نے اپنے سفر نامہ میں خاص طور سے کیا ہے۔

''ثم وصلنا الی امروھا وھی بلدۃٌ صغیرۃٌ حسنۃٌ فخرج عمالھا للقائی جاء قاضیھا الشریف امیر علی و شیخ زاویتھا و اضافاً لی مع ضیافۃ حسنۃ''

ترجمہ: پھر ہم امروہہ پہونچے یہ ایک خوبصورت چھوٹا سا شہر ہے، اس کے اہل کار مجھ سے ملاقات کے لئے آئے اور شہر کے قاضی شریف امیر علی اور شیخ زاویہ نے میری بہترین ضیافت کی۔ (سفرنامہ ابن بطوطہ ص:۲۲۹)

آپ کی اولاد میں سید تاج الدین، قاضی سید محمود سالار، سید اشرف جہانگیر ہوئے موٴخر الذکر لاولد ہوئے۔ (تذکرۃ الکرام:۲۳۶ محمود احمد عباسی)

راقم کو بھی قاضی امیر علی کی نسل میں ہونے کا شرف حاصل ہے۔

☆☆☆☆☆
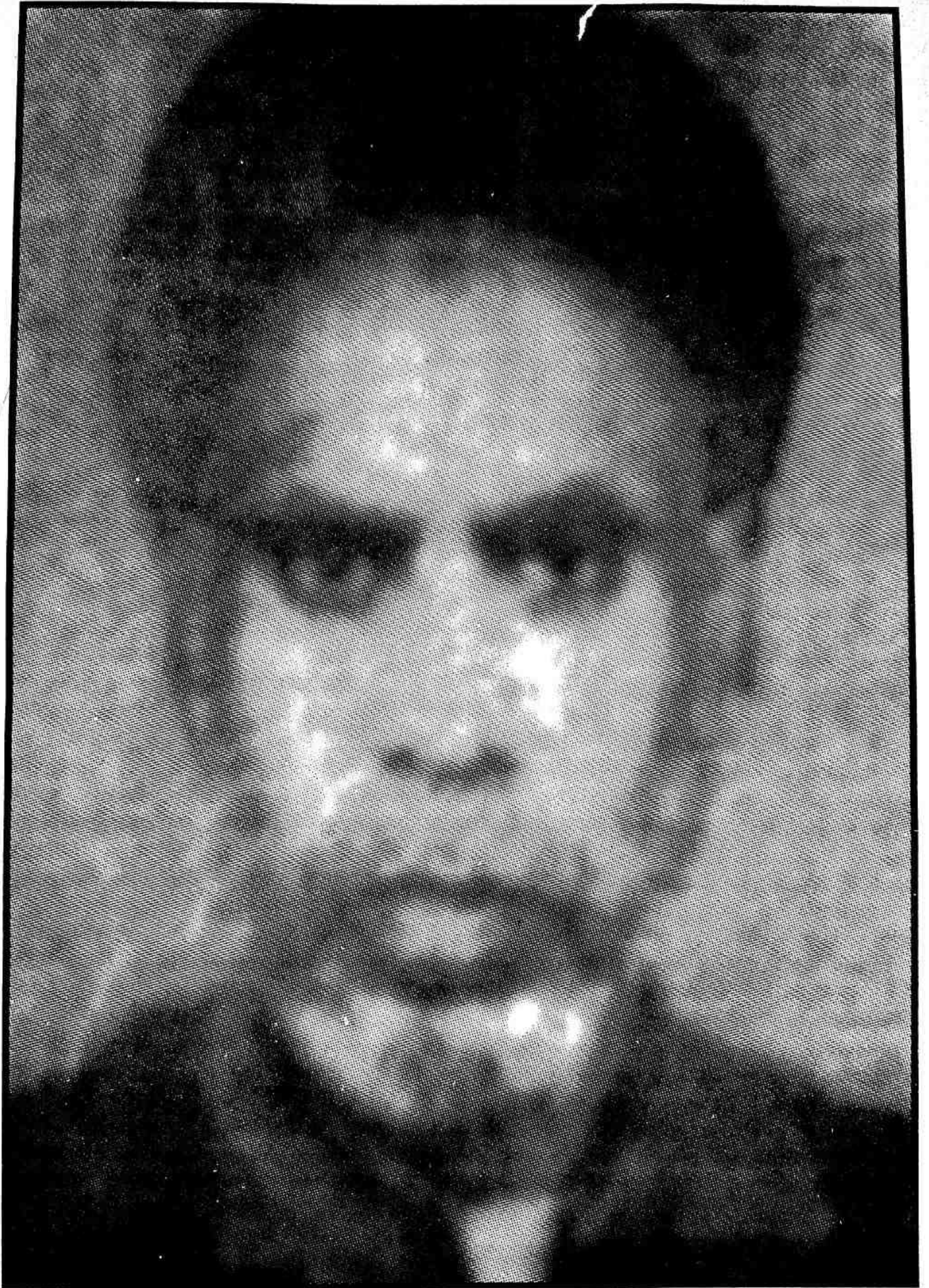
مولانا انتظار حسین

﴿سید انتظار حسین﴾

(۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء)-(۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء)

سید افتخار حسین صاحب مرحوم کے فرزند ارجمند تھے، آپ کی ولادت ۲۶/ مارچ ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء کو نواح امروہہ عثمان پور میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ باب العلم نوگانواں سادات میں زیر تعلیم رہ کر مولانا سید آقا حیدر صاحب، مولانا جواد حسین صاحب، مولانا مظفر حسین صاحب سے کسب فیض کیا۔

حصول تعلیم کے بعد تبلیغ دین میں مصروف ہوئے، اور افریقہ کے مختلف ممالک میں تبلیغی فرائض انجام دیئے، ۱۹۵۴ء میں تنزانیہ، ۱۹۵۸ء ٹانگا، ۱۹۶۱ء میں بٹورہ اور ۱۹۸۰ء میں ماڈاگاسکر میں مذہب حق کی ترویج کی، ہندوستان واپس آ کر ۱۹۸۶ء میں امامیہ ہال دہلی میں امام جمعہ ہوئے، ۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۳ء میمن سادات ضلع بجنور میں امامِ جماعت و ترویج احکام کرتے رہے۔

اس کے علاوہ مرشد آباد، کانودر، گجرات میں بھی مصروف تبلیغ رہے، پانچ مرتبہ حج بیت اللہ سے اور ۳/ بار مشہد و قم مقدسہ ایران کی زیارات سے مشرف ہوئے۔

پورنیہ (بہار) میں آپ کی تبلیغ کے نتیجے میں تقریباً ایک ہزار افراد نے مذہب امامیہ قبول کیا۔

مجالس کو بھی خطاب کرتے تھے، ۱۴؍سال میمن سادات میں مسلسل مجالس کو خطاب کیا۔

آپ کو تصنیف و تالیف کا بہت شوق تھا۔

۲۴ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ/ مارچ ۱۹۹۸ء کو امروہہ میں رحلت فرمائی۔

تصانیف:

- ستون صداقت ۳ جلد — مطبوعہ
- تلاش حق — مطبوعہ
- آئینہ کے دو رخ — مطبوعہ
- امام حسین علیہ السلام اور مسلمان — مطبوعہ
- عزاداری سید الشہداء پر ایک نظر — مطبوعہ
- درد دل اور ہے راز دل اور — مطبوعہ
- اظہار حق — مطبوعہ
- واقعات کربلا سیرت شیخین کی روشنی میں، غیر مطبوعہ

اولاد: سید محمد نقوی، سید محمد اصغر، سید بضاعت علی۔

☆☆☆☆☆
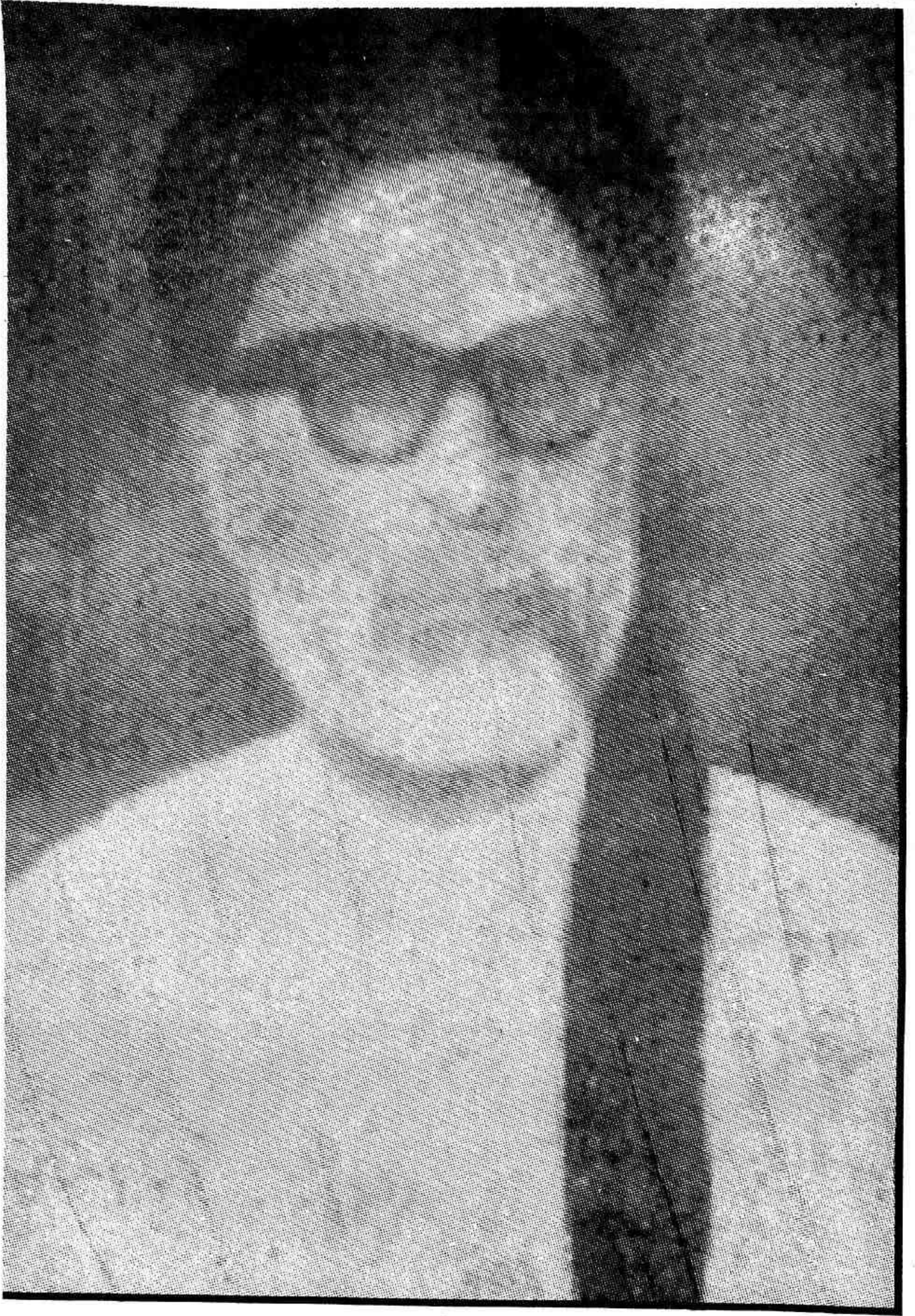
مولانا انیس الحسنین مجتہد

﴿سید انیس الحسنین﴾

(۱۳۱۳ھ/۱۸۹۶ء)-(۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء)

سید ابوالقاسم صاحب کے فرزند تھے، آپ کی ولادت ۱۵ر شعبان ۱۳۱۳ھ/۳۱ر جنوری ۱۸۹۶ء کو محلّہ دانشمندان میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم نورالمدارس امروہہ میں حاصل کی اور ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں اپنے برادر محترم سید مطیع الحسنین صاحب کے پاس اودے پور میواڑ چلے گئے وہاں ہندی زبان میں مہارت حاصل کی ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۴ء میں امروہہ آکر ہائی اسکول پاس کیا اور اس کے بعد ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۴ء میں لکھنؤ کا قصد کیا، اور ناظمیہ عربی کالج میں داخلہ لیا۔

۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء میں لکھنؤ کے دروس پایۂ تکمیل کو پہونچائے، ممتاز الافاضل کی سند حاصل کی، دریں اثنا منشی فاضل، ملا فاضل، کے امتحانات میں شرکت کر کے ۱۳۳۸ھ میں اعلیٰ قابلیت سے پاس کئے، کچھ عرصے کالون ہائی اسکول محمود آباد میں ہیڈ مولوی رہے پھر شیعہ ہائی اسکول لکھنؤ میں اردو ادب کے استاد مقرر ہوئے۔

۱۳۳۹ھ ہی میں مدرسۃ الواعظین لکھنؤ میں داخلہ لیا، جامعہ ناظمیہ میں آپ کی نظارت کا عہد یادگار تھا۔

تکمیل درس مبلغ کے بعد ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء میں ڈیرۂ اسماعیل خاں

میں بحیثیت واعظ تشریف لے گئے، ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء میں کراچی میں خوجہ اثنا عشری جماعت خانے میں امام جمعہ و جماعت مقرر ہوئے۔

۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء میں سندھ مدرسۃ الاسلام میں شیعہ مولوی کی حیثیت سے سرکاری ملازمت شروع کی، شیعہ مسجد ایس.ایم. کالج میں لکچرار شیعہ دینیات بھی رہے، اور ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء میں بہ عزت تمام سبکدوش ہوئے، کچھ عرصہ جناح کالج ناظم آباد میں شیعہ مولوی کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، آخر ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء میں خانہ نشین ہوگئے، آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کو دیکھ کر آیۃ اللہ العظمیٰ آقای محسن الحکیم مرحوم نے پاکستان میں اپنا نمائندہ منتخب فرمایا۔

آپ کے موعظہ حسنہ سے متاثر ہوکر سیکڑوں آغا خانی حضرات نے مذہب اثنا عشری اختیار کیا اور اسی گروہ نے آپ کی سرکردگی اور قیادت میں ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء میں ایک قطعہ اراضی پر ایک امام باڑہ تعمیر کرایا۔

حسینیہ ایرانیان آپ کی کوشش بلیغ اور جرأت و ہمت سے عالم وجود میں آیا، شیعہ مہاجرین کی یلغار کو دیکھ کر ایک سوسائٹی بنام ''رضویہ سوسائٹی'' قائم کی یعنی آپ رضویہ کالونی کے بانیِ اول ہیں آپ ہی کی کد و کاوش سے رضویہ کالونی کے لئے ۵۶/۱ ایکڑ زمین گورنمنٹ سے الاٹ ہوئی، آج یہ پاکستان کی سب سے بڑی شیعہ سوسائٹی اور شیعہ آبادی ہے، آپ دس سال تک اس سوسائٹی کے صدر رہے، مارٹن روڈ پر مجالس کا سلسلہ آپ ہی نے شروع کیا اور ایک انجمن کی بنیاد ڈالی جس کا نام ''سفینۃ المومنین'' آپ ہی نے
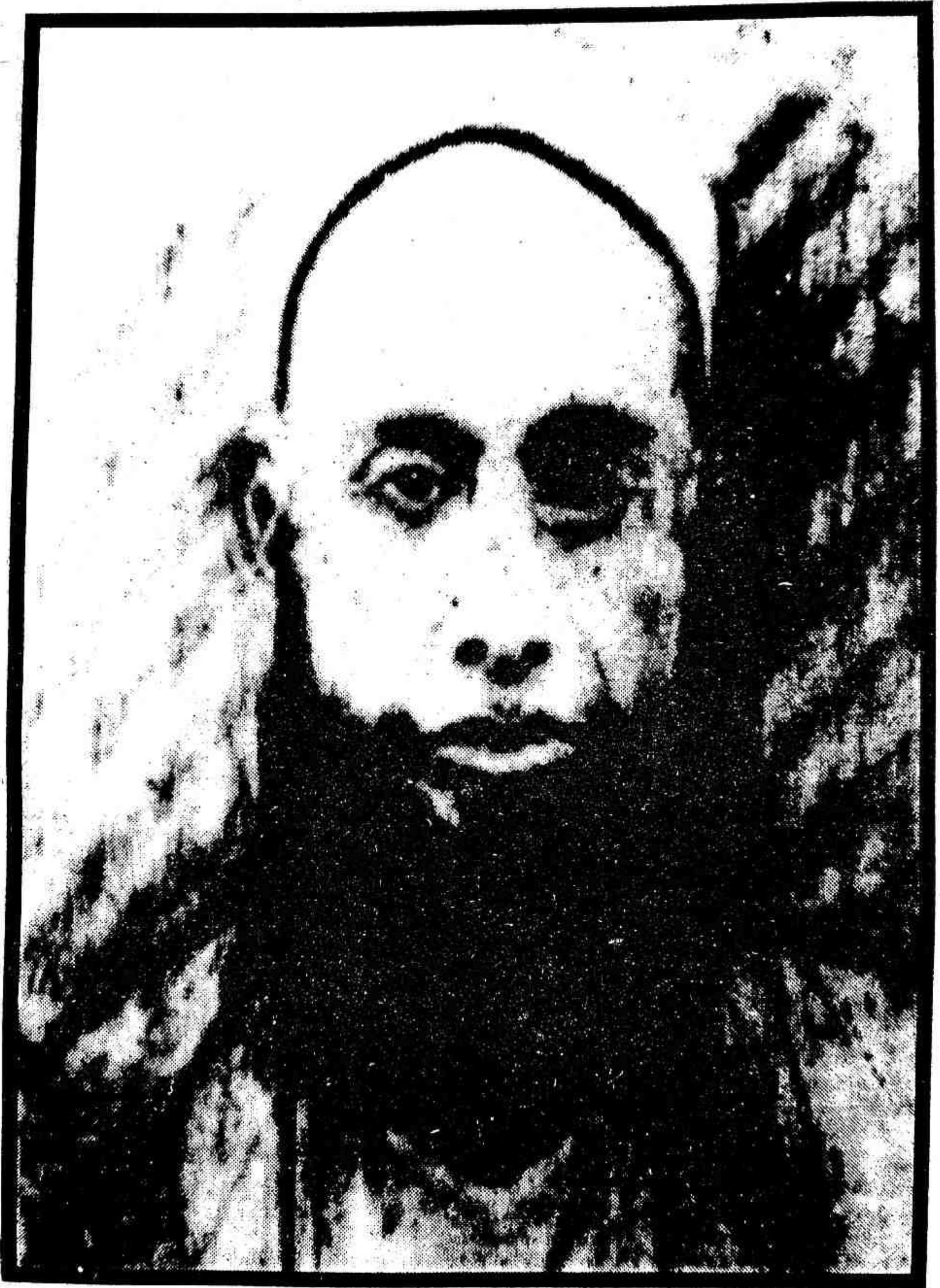
مولانا سید اولاد حسن

تجویز فرمایا،

حج وزیارات ائمہ علیہم السلام سے شرفیاب ہوئے۔

آپ ہی نے بانئِ پاکستان محمد علی جناح کی نماز میت مراسم غسل و تکفین بہ طریق اثنا عشری انجام دیئے، آپ نے المراجعات کا اردو ترجمہ کیا، آپ فخر امروہہ تھے، امروہہ کا نام روشن کرنے میں آپ کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔

آپ کی وفات ۱۶/ شعبان ۱۳۹۵ھ/ ۲۵/ اگست ۱۹۷۵ء کو کراچی میں ہوئی۔

اولاد: سید محمد علی، سید محمد حسن، سید حیدر حسین۔

☆☆☆☆☆

﴿سید اولاد حسن سلیم﴾

(۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۲ء)۔(۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء)

مولانا سید محمد حسن ساکن محلّہ شفاعت پوتہ کے نامور فرزند تھے آپ کی ولادت ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۲ء کو امروہہ میں ہوئی، والد ماجد امروہہ کے مشہور ثروتمندوں میں سے تھے، ابتدائی تعلیم کے مراحل امروہہ ہی میں طے کئے کیوں کہ آپ کے والد اور دادا دینی علوم کے حامل تھے، بعد ازاں تکمیل تعلیم کے لئے لکھنؤ کا قصد کیا، لکھنؤ میں مشاہیر علماء سے استفادہ کیا، مولانا موصوف کو مفتی محمد عباس

صاحب سے خاص لگاؤ تھا اور انہی کی شاگردی اختیار کی، مفتی صاحب مرحوم کو اپنے اس شاگرد پر بڑا فخر تھا۔علوم معقولات و منقولات کی تکمیل کے بعد وطن مالوف امروہہ تشریف لائے اور درس و تدریس میں مشغول ہوگئے، فقہ میں شہرت پائی، بالخصوص علم الفرائض میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔شاعری سے خاص لگاؤ تھا جو قصیدہ، منقبت، نعت پر مشتمل ہے مگر تاریخ گوئی میں شہرت پائی، سلیم تخلص کرتے تھے، سیکڑوں افراد شاعری میں شاگرد تھے۔آپ ایک اچھے خطاط و خوش نویس بھی تھے اشرف المساجد امروہہ کی تمام دیواری تحریریں آپ کے فن کا شاہکار ہیں، آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ کو اس فنکارانہ انداز سے کندہ کیا گیا ہے کہ جسے دیکھنے لوگ دور دور سے امروہہ آتے ہیں۔

مولانا موصوف کا اخلاق بہت مشہور تھا ہر ایک سے انکساری و تواضع سے ملنا آپ کا شیوہ اور ہر ایک کی مدد و اعانت کرنا، محبوب مشغلہ تھا، کسی کی بھی پریشانی سن لیتے تھے تو بے چین ہو جاتے تھے چھوٹوں سے شفقت فرماتے۔

علمی قابلیت خاندانی ریاست ذاتی وجاہت پر دینداری و اخلاق و تقویٰ نے اور زیادہ عظمت بخشی۔زیارات عتبات عالیہ سے بھی مشرف ہوئے۔یکم شعبان ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء روز چہار شنبہ وطن ہی میں جاں بحق ہوئے اور وہیں سپرد لحد کئے گئے۔ اولاد: مولانا سید محمد عبادت کلیم

آپ کو تصنیف و تالیف کا بہت شوق تھا کثیر تعداد میں کتابیں لکھیں:

تصانیف: الاشاعۃ فی شرح نہج البلاغہ، نیرنگ زمانہ، دلائل حسینیہ، چراغ ایمان،

معلم الاطفال، نظم الفرائض، بدور الفرائض طبع ۱۳۲۱ھ

صاحب تواریخ واسطیہ ص:۲۹۶ ر پر لکھتے ہیں:

''سید اولاد حسن صاحب....علاوہ فضائل پسندیدہ و اوصاف حمیدہ مذکورہ کے فن شعر میں ایسا کمال حاصل کیا کہ بے مثل ہیں، سلیم تخلص کرتے ہیں، درس و تدریس کا سلسلہ انہیں کے دم سے جاری ہے، خوش نویسی میں طاق شہرہ آفاق ہیں مسجد اشرف المساجد کی استر کاری میں جملہ تحریر مولوی صاحب موصوف کے ہاتھ کی ہے حدیث خوانی کمال خوش الحانی سے کرتے ہیں''

صاحب تاریخ امروہہ ص:۳۷۲ ر پر رقمطراز ہیں:

''اس دور پرفتن میں آپ کا وجود مسعود درحقیقت سلف صالح کی جیتی جاگتی تصویر تھا عالم و عامل و عابد و زاہد و ناظم و ناشر غرض جمیع صفات حسنہ سے متصف تھے۔

☆☆☆☆☆

سید باقر حسین

(۱۲۶۴ھ/۱۸۴۷ء)-(۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء)

مولانا سید باقر حسین صاحب مرحوم دربار میرانخاں محلّہ نوگیاں میں ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۷ء متولد ہوئے، معاصر علماء اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، کتب معقول قاضی مبارک اور رسالہ میر زاہد تک مولانا آل حسن نخشبی اور مولوی عبد العزیز سے پڑھا پھر ایک عرصہ تک ہائی اسکول امروہہ میں فارسی مدرس رہے اس کے بعد

نورالمدارس میں مدرس ہوئے اور مسجد ابدال محمد میں پیش نماز رہے، آپ سید احمد حسین صاحب مرحوم کے فرزند اور سرکار نجم العلماء سید نجم الحسن طاب ثراہ کے بھانجے تھے۔آپ عالم، فاضل، متقی، پرہیزگار، نہایت متدین، متشرع، وضع دار نیک سیرت عالم دین تھے۔

آپ نے ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء کو امروہہ میں رحلت فرمائی اور عزاخانہ چاندسورج محلّہ قاضی زادہ میں سپرد خاک کئے گئے۔(تذکرۃ الکرام:۳۱۵)

اولاد: مولانا جواد حسین مرحوم

صاحب تواریخ واسطیہ ص ۵۴۸ر پر لکھتے ہیں:

"یہ بڑے وضعدار، پرہیزگار، تقویٰ شعار، صاحب علم و فضل ہیں اور مذہب شیعہ میں پیش نمازی بھی کرتے ہیں ان کا خوبی مزاج و حسن اخلاق و دیگر احاطہ توصیف سے زائد ہیں"

سید باقر نذر

(متوفی:۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء)

مولانا سید احمد نذر محلّہ سٹھی کے فرزند تھے، امروہہ ہی میں متولد ہوئے، عبادت گذار، نیک سیرت، نیک کردار تھے۔

محکمہ رجسٹری میں محرر اول تھے، ذی علم خوشخط، خوش وضع صاحب لیاقت، نیک طریقت مشہور تھے۔

والد ماجد کی حیات ہی میں ۵ربیع الاول ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء کو رحلت فرمائی اور قبرستان بنو شاہ میں دفن ہوئے۔

آپ کے بارے میں تواریخ واسطیہ ص ۲۷۵ پر لکھتے ہیں:

''آپ ذی علم، خوشخط، خوش وضع، صاحب لیاقت، نیک طریقت، مشہور و معروف تھے۔

اولاد: سید صادق نذر، سید کاظم نذر

☆☆☆☆☆

﴿سید بدر الحسن﴾

(۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء)۔(۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء)

آپ مولانا سید اکبر حسین عبرتؔ ساکن محلّہ دانشمندان کے فرزند تھے، آپ کی ولادت ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء کو امروہہ میں ہوئی۔

عربی، فارسی، صرف، نحو کی تعلیم اپنے برادر بزرگ سرکار نجم الحسن طاب ثراہ سے حاصل کی اور مختلف علوم میں مہارت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ہندی زبان کے بعد ہندی زبان پر عبور حاصل کر کے ریاست اودھے پور میواڑ میں محکمہ بند بست میں سررشتہ دار مقرر ہوئے۔

آپ کو شاعری سے بھی شغف تھا اردو فارسی ادب میں اچھی دستگاہ حاصل تھی غیر مطبوعہ دیوان موجود ہے۔
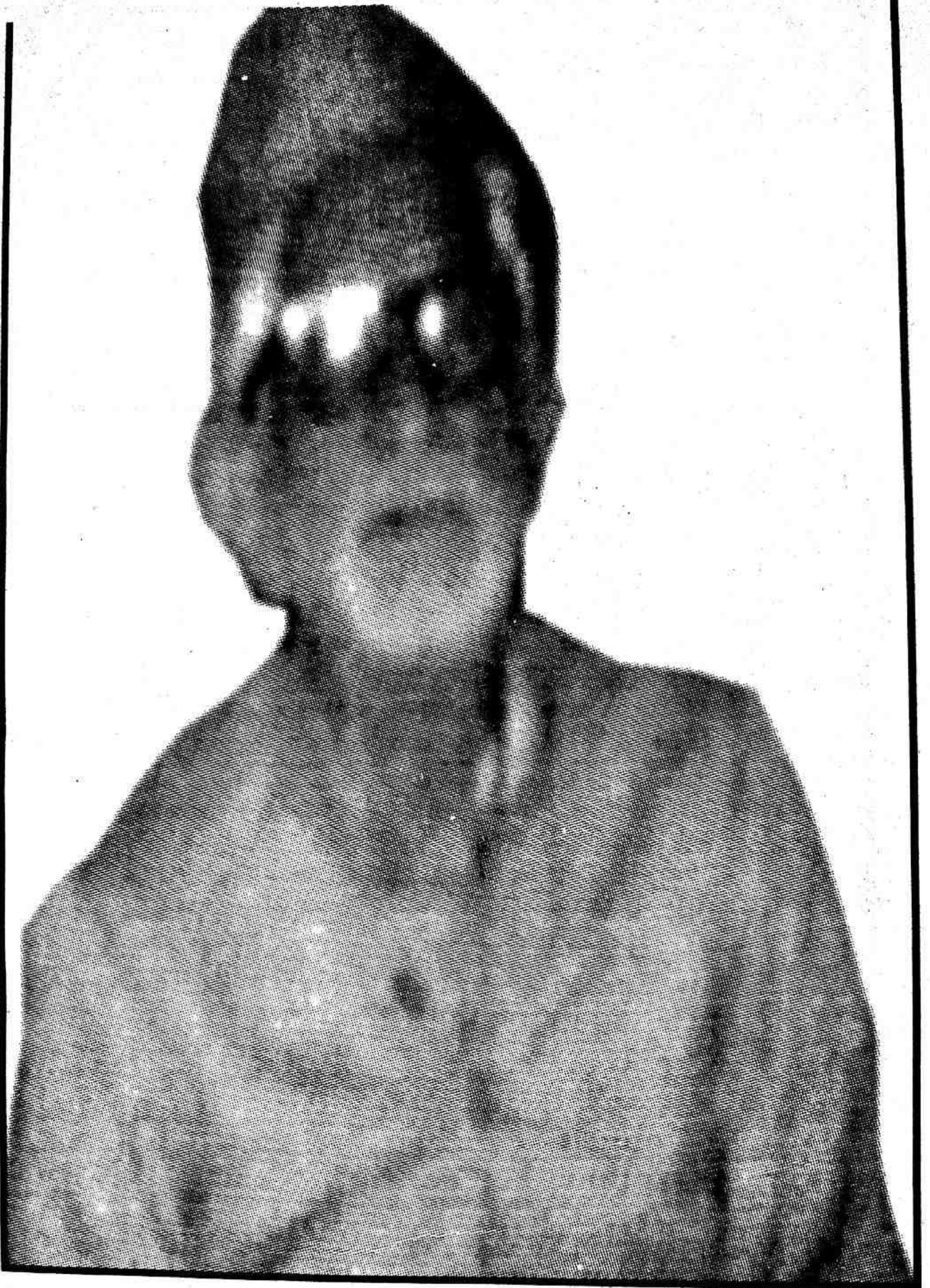
مولانا سید بشیر حسن

آپ اکثر اوراد وظائف میں مشغول رہتے تھے عبادت، ریاضت، زہد وتقویٰ میں بے مثل تھے۔

قرآن مجید تقریباً حفظ تھا۔

ارتحال: آپ نے ۲۸رذی الحجہ ۱۳۵۰ھ/ ۵رمئی ۱۹۳۲ء کوامروہہ میں وفات پائی۔ (انوارقم ص ۸۹)

اولاد: مولانا خورشید حسن، اخلاق حسن، اشفاق حسن، ہادی حسن

☆☆☆☆☆

﴿سید بشیر حسن﴾

(۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء)-(۱۴۰۱ھ/۱۹۸۰ء)

آپ کی ولادت ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء محلّہ شفاعت پوتہ امروہہ میں ہوئی، آپ کے والد سید امیر حسن تھے،ابتدائی تعلیم سید المدارس امرہہ میں ہوئی، ۱۹۰۹ء میں اورنٹل کالج لاہور میں داخلہ لیا اور مولوی، عالم، فاضل پاس کیا، اس کے بعد انگریزی میں انٹرنس پاس کیا اور تعلیمی مدارج نہایت خوش اسلوبی سے طے کر کے نمایاں حیثیت سے امتحانات پاس کیے،عالم کے امتحان میں اول نمبر اور یونیورسٹی میں دوسرے درجہ پر رہے، گورنمنٹ کی طرف سے دس روپیہ ماہوار دو سال تک اس کامیابی پر وظیفہ ملا،فروری ۱۹۱۵ء سے سرکاری ملازمت میں بحیثیت مدرس عربی و فارسی رہے، اور ہاپوڑ گورنمنٹ ہائی اسکول

میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، آپ شروع ہی سے قوم کی اخلاقی، معاشرتی، علمی اصلاح کی طرف متوجہ رہے خصوصاً تعلیم نسواں کے زبردست حامی تھے، امروہہ میں آلِ احمد گرلز اسکول کے سرپرستوں میں سے تھے، انجمن اصلاح معاشرت امروہہ کے سرگرم کارکن رہے۔

اولاد: مسعود حسن، محمد حسن، سجاد حسین، سید علی، قائم مہدی، ناظم عسکری

تصانیف: شجرات ساداتِ امروہہ (تاریخ) غیر مطبوعہ، شجرات سادات امروہہ مطبوعہ، گھر گرہستی.....یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور اس کا ہندی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

آپ نے ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۰ء کو رحلت کی۔

حضرت رئیس امروہوی نے تاریخ کہی ؎

اللہ اللہ وہ مومن و خلیق و عالم
وہ بشیرؔ جس کی جوائی سے ہیں ہم سب رنجور
فروری بست و یکم اور شب جمعہ تھی
جب گیا عالم خاکی سحر سوئے عالم نور
فاضل و کامل و ذیجاہ و بلند و برتر
اس کے اوصاف ہیں ارباب وطن میں مشہور
ہاطف غیب نے خود مجھ کو بتایا ہے رئیسؔ
سال مرحوم کی رحلت کا دلیل مغفور

﴿سید تجمل حسین﴾

مولانا سید نجیب الدین کے فرزند تھے، امروہہ محلّہ دانشمندان میں متولد ہوئے۔

مومن بے ریا، عالم باعمل، فقیر منش، سادہ مزاج، نیک سیرت، پاکباز عالم دین تھے۔

صرف ونحو میں مدرس اکمل، طلباء کوتعلیم دینے میں بے مثال،آپ نے اپنی تمام زندگی زہد وتقویٰ اورعبادت واطاعت رب العزت میں گذاری متواتر اور مسلسل کثرت عبادت سے بہت کمزور ولاغر ہوگئے تھے۔

(انوارقم ص ۱۵۸)

اولاد: مولانا ابرار حسین صاحب

☆☆☆☆☆

﴿ثاقب حسین﴾

(۲؍ربیع الاول ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء)-(۱۴۰۷ھ/ ۳۱؍جولائی ۱۹۸۶ء)

آپ کے والد کا اسم گرامی غالب حسین تھا، محلّہ قاضی زادہ امروہہ کے رہنے والے تھے،آپ کی پیدائش،۲؍ربیع الاول ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹کو ہوئی، بچپن میں اردو فارسی کی تعلیم زمانے کے دستور کے مطابق گھر پر ہوئی، اس کے بعد نور المدارس امروہہ میں داخلہ لیا، ابھی آپ کی بارہ سال کی عمر تھی کہ باپ

کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور اپنے دادا طالب حسین صاحب کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی، دادا مرحوم نے اپنی تمام املاک و جائداد بیٹے کے مرتے ہی پوتوں کے نام منتقل کر دی۔

آپ نے علوم مشرقیہ کے متعدد امتحانات پنجاب والہ آباد یونیورسٹی سے پاس کئے، ۱۹۲۲ء میں تعلیم سے فارغ ہوکر امام المدارس میں فارسی کے استاد مقرر ہو گئے، اس وقت امام المدارس مڈل اسکول تھا، اس کے بعد جب یہ ہائی اسکول ہوا تو آپ نویں دسویں جماعت کو فارسی اور اردو پڑھانے لگے، ایک طویل ملازمت کے بعد آپ یہاں سے ریٹائر ہوئے، کئی سال تک آپ نے کالج سے سبکدوشی کے بعد زندگی گزاری، اس کے بعد علالت کا سلسلہ شروع ہوگیا، بیس بائیس دن صاحب فراش رہے۔

۱۴۰۷ھ، ۳۱ر جولائی ۱۹۸۶ء کو آپ کا انتقال ہوا، پسماندگان میں دو لڑکے صاحب حسین صاحب مرحوم اور جالب حسین صاحب مرحوم اور دو لڑکیاں ہوئیں، عزاخانہ مسماۃ چھجی امروہہ میں دفن ہوئے۔

آپ بڑے بذلہ سنج قسم کے انسان تھے، ہر شخص سے بڑی خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے، اپنے شاگردوں سے بڑی شفقت سے ملتے تھے، خدا نے شاعرانہ صلاحیت بھی دی تھی، شعر اردو کے علاوہ فارسی میں بھی کہتے تھے، ذاکرِ اہل بیتؑ بھی تھے، قومی اور مذہبی کاموں میں بھی دل چسپی لیتے تھے، عزاخانہ چاند سورج محلّہ قاضی زادہ کے باون سال منتظم رہے، چالیس

مولانا سید ثمر حسن مجتہد

سال تک مستقل مسجد قاضی زادہ میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے، آپ نہایت محنتی انسان تھے، ضعیفی میں بھی باغ جانا اور وہاں محنت کرنا آپ کا دل چسپ مشغلہ تھا۔

☆☆☆☆☆

﴿سید ثاقب حسین﴾

سید رونق حسین صاحب مرحوم محلّہ دانشمندان کے فرزند تھے، فاضل تک ناظمیہ میں پڑھا، تکمیل تعلیم کے بعد گورنمنٹ جوبلی لکھنؤ ہائی اسکول میں عربی، فارسی کے مدرس ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی، ریٹایر ہونے کے بعد جامعہ ناظمیہ لکھنؤ میں مدرس ہوگئے، اور آخر اپنے فرزند سید عالم حسین کے ساتھ پاکستان تشریف لے گئے اور وہیں رحلت فرمائی۔

(تذکرہ شجرات امروہہ ص ۱۳۷)

☆☆☆☆☆

﴿سید ثمر حسن زیدی﴾

(ولادت: ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء)

مولوی سید قمر حسن صاحب مرحوم محلّہ سدو کے چشم و چراغ تھے آپ کی ولادت ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں بمقام امروہہ ہوئی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد تقریباً دس برس کی عمر میں اپنے والد ماجد کے

پاس حیدرآباد دکن تشریف لے گئے اور انگریزی تعلیم حاصل کی ۱۹۱۹ء کو شفقت پدری سے محروم ہو گئے، اور امروہہ آکر نورالمدارس میں داخلہ لیا اور حصول علم میں مشغول ہو گئے۔

۱۹۲۴ء میں مولانا انیس الحسنین صاحب قبلہ کی تحریک پر مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ چلے گئے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے لگے، ۱۹۳۱ء میں قابل ۱۹۳۴ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے عالم اور ۱۹۳۴ء میں لکھنؤ بورڈ سے فاضل ادب کیا۔

۱۹۳۵ء میں کاٹھیاوار تشریف لے گئے اور ملازمت اختیار کی ۱۹۳۷ء میں ممتاز الافاضل کی سند حاصل کی اور مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے تین سال کا کورس کیا، ۱۹۴۰ء میں مدرسۃ الواعظین کی طرف سے شیعیان سندھ کے مرکزی ادارے انجمن امامیہ حیدرآباد میں مبلّغ کی حیثیت سے تشریف لے گئے، اور وہاں دین مبین کی تبلیغ میں مصروف ہوئے۔

آپ زیارات عتبات عالیہ نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، کاظمین، کوفہ، سامرہ سے بھی مشرف ہوئے۔

۱۹۵۶ء میں مدرسہ شاع العلوم کی حیدرآباد (سندھ) میں تأسیس کی اور مسجد جامع ابوالفضل قدمگاہ میں درس وتدریس شروع کیا، ہردو مدارس سے فارغ التحصیل طلباء بغرض اعلیٰ تعلیم بیرون ملک بھیجے جاتے ہیں۔

مولانا مرحوم کی محنت ومشقت کاوش اور انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے

کہ جس کی بدولت حیدرآباد میں مذہبی سرگرمیاں جاری ہیں اور مومنین میں مذہبی ذوق وشوق پایا جاتا ہے۔

حیدرآباد سندھ میں تبلیغ دین کے سلسلے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا، تعمیر مسجد زین العابدین کا بھی اہم کارنامہ ہے۔

آپ ضعیف العمری کے باوجود بھی درس وتدریس میں مشغول رہے، طلباء سے نہایت خلوص ومحبت کے ساتھ پیش آتے تھے اور طلباء میں ہر دل عزیز شخصیت کے حامل تھے۔

☆☆☆☆☆

سید جواد حسین

(۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء)-(۱۳۶۵ھ/۱۹۴۵ء)

مولانا سید باقر حسین صاحب طاب ثراہ دربار میراں خاں (نوگیاں) کے فرزند تھے آپ کی ولادت ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء کو ہوئی، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد لکھنؤ گئے اور مدرسہ ناظمیہ میں زیر تعلیم رہ کر سرکار نجم العلماء سے کسب فیض کیا اور مدرسہ کی آخری سند ''ممتاز الافاضل'' حاصل کی، آپ نے مولانا سید ابوالحسن صاحب اور مولانا مظفر علی خان صاحب کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

آپ کو سرکار نجم العلماء کی دامادی کا بھی شرف حاصل تھا، آپ جامع

علوم وفنون، ادبیات عربی میں خاص مہارت حاصل تھی، انتہائی منکسر المزاج، متواضع، پاک سیرت، کم گو عالم دین تھے، ابتدأ ہائی اسکول امروہہ میں عربی کے مدرس رہے پھر گورنمنٹ کالج بنارس کو تبادلہ ہوگیا مکان پر بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا تھا، علمی زندگی کا ایسا شغف تھا اور اس میں اس درجہ محنت کی کہ دماغ پر اثر ہوا اور ۱۳۳۷ھ میں مرض جنون لاحق ہوا اور اسی حالت میں ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۵ء میں رحلت کی۔

اولاد: سید ذاکر حسین صاحب، مولانا ناصر حسین صاحب، شاکر حسین صاحب

(تذکرۃ الکرام: ۳۴۹)

سید جعفر مجتبیٰ

(۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء)-(۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء)

سید احمد مجتبیٰ ساکن محلہ جعفری کے فرزند تھے، آپ کی ولادت ۶/دسمبر ۱۹۳۹ء میں ہوئی، ابتدائی تعلیم مدرسہ عالیہ جعفریہ نوگانواں سادات میں حاصل کی۔

جہاں آپ کو مولانا سید محمد مجتبیٰ مرحوم سے شرف تلمذ رہا، تکمیل دروس کے سلسلے میں لکھنؤ گئے، اور مدرسہ ناظمیہ میں زیر تعلیم رہ کر مدرسہ کی آخری سند ''ممتاز الافاضل'' حاصل کی اور بزرگ اساتذہ مفتی احمد علی صاحب مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب، مولانا رسول احمد صاحب وغیرہ

سے استفادہ کیا۔

مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدرسۃ الواعظین چلے گئے اور وہاں ''واعظ'' کی سند حاصل کی تکمیل دروس کے بعد تبلیغی امور میں سرگرم ہوئے اور بڑودہ یونیورسٹی میں دینیات کے معلم مقرر ہوئے اور عمر کا کافی حصہ وہیں گذارا مگر کسی مجبوری کے تحت بڑودہ کو خیر باد کیا اور گجرات کے دوسرے شہر میں مصروف تبلیغ ہوئے۔

گجرات کے مومنین آپ کو بہت چاہتے تھے، وطن سے دور قیام کافی عرصہ ممکن نہ ہوسکا، امروہہ آکر کچھ دن سید المدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیئے اور ریاست رامپور کی طرف سے رامپور میں امام جمعہ مقرر ہوئے۔

آپ ذاکری بھی فرماتے تھے، جس کے سلسلے میں اکثر شہروں کا سفر کیا مگر افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی اور تقریباً ۵۰ رسال کی عمر میں ۷ر مارچ ۱۹۸۳ء کو رحلت فرمائی۔

ترجمہ استخارۂ سجادیہ آپ کی علمی یادگار ہے۔

اولاد: مولانا کوثر مجتبیٰ صاحب، قیصر مجتبیٰ صاحب، ناصر مجتبیٰ صاحب مولانا کوثر مجتبیٰ صاحب مسجد ویلکم دہلی میں مصروف تبلیغ اور پیش نمازی فرما رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

﴿سید جعفر نذر﴾

سید علی نذر صاحب ساکن محلہ سٹھی کے نامور فرزند تھے، بڑے وضع دار، متقی، پرہیزگار، زاہد و ابرار، ذی علم، عالم تھے، خوشخطی میں بھی مہارت رکھتے تھے، مشاہیر خاندان میں سے تھے زیارات عتبات عالیہ نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، کاظمین، سامرہ، کوفہ وغیرہ سے مشرف ہوئے۔

ایک عرصہ تک نواب صاحب والیٔ رامپور کے یہاں مقیم رہے، نواب صاحب آپ کے زہد و تقویٰ کی بنا پر بہت اعزاز و تکریم و تواضع سے پیش آتے تھے، نواب صاحب نے حجۃ الاسلام سید محمد سیادت (متوفی ۱۸۴۸ء) کو آپ ہی کے ذریعہ رامپور بلوایا تھا۔

صاحب تواریخ واسطیہ ص۲۷۳ پر لکھتے ہیں:

"یہ زیارات عتبات عالیات سے شرف یاب تھے بڑے وضعدار، متقی، پرہیزگار، زاہد و ابرار، ذی علم، خوشخط و مشہور نامدار تھے، نواب والیٔ رامپور ان سے بہت اعزاز و تکریم و خاطر و تواضع سے پیش آتے تھے"

اولاد: سید احمد نذر، سید حسین نذر

☆☆☆☆☆

﴿سید حسن بخش﴾

(۱۲۶۳ھ/۱۸۴۶ء)

آپ کا تعلق محلّہ کٹکوئی سے تھا، آپ کے والد کا نام سید امام بخش بن دوست علی تھا، آپ بڑے عالم، فاضل، جید الاستعداد، علم دوست، پرہیزگار عالم دین تھے۔ آپ کے ہم درس حجۃ الاسلام مولانا سید محمد سیادت (متوفی ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۹ء بن حجۃ الاسلام سید محمد عبادت ''اول'') تھے، جن کو سلطان العلماء سید محمد بن غفرانمآب وسید العلماء سید حسین بن غفرانمآب کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔

مولوی حسن بخش صاحب اور مولانا سید محمد سیادت نے تعلیم امروہہ میں مولوی ضیف اللہ ساکن محلّہ کٹکوئی سے حاصل کی، اور تکمیل دروس کے سلسلے میں لکھنؤ کا قصد کیا اور وہاں جید علماء وفضلاء سے کسب فیض کیا۔

آپ نے ۱۲۶۳ھ/ ۱۸۴۶ء میں ۶۰ رسال کی عمر میں وفات پائی۔

تصنیف: دہ مجلس، فارسی، جو اس دور میں بھی ایام عزا میں عزاخانہ محلّہ کٹکوئی میں پڑھی جاتی ہے۔ (شجرات سادات امروہہ)

صاحب تواریخ واسطیہ ص ۱۴۸ ر پر رقمطراز ہیں:

''(آپ) صاحب علم، صاحب وضع، متقی، پرہیزگار، زاہد و ابرار و مشہور ونامدار باوقار تھے''

بعض قطعات تاریخ آپ سے یادگار ہیں اما مباڑہ دوست علی کی مسجد کا قطع تاریخ کہا۔

ازعنایات رحمت باری گشت تعمیر مسجد زیبا

گفت تاریخ ہاتف غیبی معبد پاک دوستان خدا

اپنے محلّہ کی مسجد کی تعمیر کا قطعہ تاریخ کہا۔

گشت بنا ایں مسجد زیبا خوب مصفا زیب خلائق

سال بنایش ہاتف غیبی گفت عبادت گاہ خلائق

اولاد: حاجی حسن مثنیٰ بڑے لائق و فائق عقیل وفہیم تھے۔

(تذکرۃ الکرام:۲۸۴)

☆☆☆☆☆

﴿سید حسنین نذر﴾

آپ کے والد سید نثار حسین عرف عابد نذر تھے، دربار بادشاہ ابوالحسن محلّہ سٹھی سے تعلق تھا۔

آپ اچھی علمی لیاقت رکھتے تھے، بڑے عالم و فاضل اور صاحب اجازہ پیش نماز تھے، آپ کے دو فرزند تھے شبّر نذر اور احمد نذر صاحب۔

(شجرات سادات امروہہ، قلمی مولوی بشیر حسن صاحب)

☆☆☆☆☆

﴿سید حیدر حسین یکتاؔ﴾

(۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء)-(۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء)

سید خادم حسین کے فرزند تھے، آپ محلّہ دانشمندان میں ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء میں متولد ہوئے، جید الاستعداد علماء میں سے تھے، فقہ و اصول، ادب معقول ومنقول پر مکمل عبور تھا، عنفوان شباب ہی میں علم مسامت و ہندسہ و ہیئت میں مہارت حاصل کی۔

شاعری سے بھی شوق تھا، اور یکتاؔ تخلص کرتے تھے عربی میں بھی اچھی استعداد تھی، کچھ عرصے بھرت پور میں ملازم رہے، آپ نہایت خلیق و سخی اور متواضع انسان تھے، آپ کے مہمان خانے میں ہمیشہ علماء وطلباء مقیم رہتے تھے اور آپ کے علم سے فیضیاب ہوتے تھے، مولانا سید اکبر حسین عبرتؔ صاحب تاریخ زیدیہ نے بلاتردد سن وسال آپ سے علم نحو وصرف پڑھا، تدریس بھی اچھے انداز میں فرماتے تھے۔

آپ کی مہمان نوازی و خوش اخلاقی کے چرچے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے، جس کی بنا پر علماء وطلباء کا جم غفیر رہتا تھا، آپ نے عالم جوانی میں ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء میں ،۴۰رسال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ (انوار قم ص:۱۲۴)

صاحب تواریخ واسطیہ ص۳۲ر پر آپ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"(آپ) کو استعداد علم عربی میں کافی مہارت تھی یہ بڑے لائق و

ذی علم تھے، اول یہ علاقہ بھرت پور میں ملازم تھے بعدہ محکمہ بندوبست ضلع بجنور میں عرصہ تک منصرم رہے عالم جوانی میں انتقال کیا"

آپ کے صاحبزادے فرزدق ہندسید جواد حسین شمیم امروہوی کو مرثیہ گوئی میں ید طولیٰ حاصل تھا اور فلک گیر شہرت کے مالک تھے۔

اولاد: سید جواد حسین شمیم امروہوی

☆☆☆☆☆

﴿سید حسین﴾

(۱۲۷۰ھ/۱۸۵۲ء)۔(۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء)

آپ ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۲ء محلّہ شفاعت پوتہ، امروہہ میں متولد ہوئے، عابد، زاہد، متقی، پرہیزگار نیک کردار پاکباز عالم دین تھے، آپ کے والد ماجد مولانا سید محمد عسکری بن سید محمد سیادت امروہہ کے جید علماء سے تھے، ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی پھر خدمت بابرکت حضرت مفتی سید محمد عباس علیہ الرحمہ سے کسب فیض کیا اور فقہ، اصول، تفسیر و حدیث میں عبور حاصل کیا، آپ نے عین عالم شباب میں ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں وفات پائی۔

(مطلع انوار ص ۲۰۰ و تاریخ اصغری ص ۱۲۴)

صاحب تواریخ واسطیہ ص ۲۹۵ ر پر لکھتے ہیں:

"مولوی سید حسین صاحب جنہوں نے خدمت باسعادت جناب
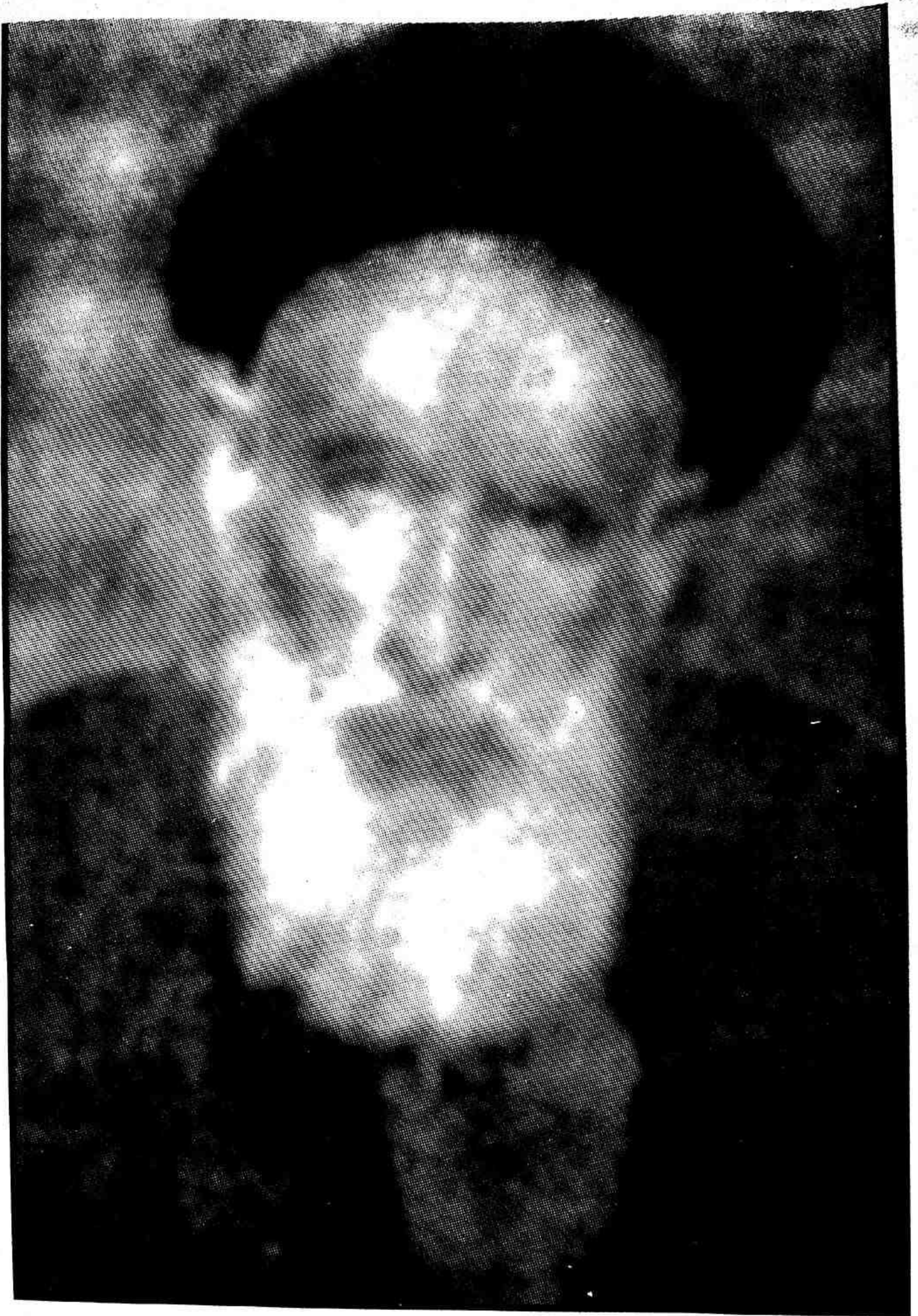
مولانا خورشید حسن مجتہد

افضل الناس جناب مفتی میر عباس صاحب مجتہد العصر والزمان حاضر رہ کر تحصیل علوم کی اور حافظ قرآن تھے“

صاحب تواریخ سادات امروہہ ص ۳۷۱ پر تحریر کرتے ہیں:

”جناب مولانا سید حسین صاحب بھی علم و فضل و زہد و تقویٰ میں اپنے مقدس و واجب الاحترام باپ کے قدم بقدم اور پیش نمازی وغیرہ میں جانشین رہے“

اولاد: سید روح الحسن، سید علی بن الحسین

﴿سید خورشید حسن﴾

(۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء)۔(۱۳۸۷ھ/۱۹۶۸ء)

حجۃ الاسلام مولانا سید خورشید حسن طاب ثراہ، مولوی سید بدر الحسن صاحب کے فرزند تھے، آپ کی ولادت ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء کو محلّہ دانشمندان امروہہ میں ہوئی، بچپن ہی سے بلا کے ذہین اور محنتی تھے، ابتدائی تعلیم نور المدارس امروہہ میں حاصل کی۔

صرف و نحو مولانا حاجی مرتضیٰ حسین صاحب مرحوم سے بڑھ کر لکھنؤ گئے، مدرسہ ناظمیہ میں داخلہ لے کر جید علماء سے شرف تلمذ حاصل کیا، ممتاز الافاضل کی سند لی اور حضرت نجم العلماء سید نجم الحسن اعلی اللہ مقامہ نے علمی لیاقت کا اعتراف کرتے ہوئے اجازہ عطا فرمایا۔ تکمیل دروس کے سلسلے میں عازم عراق ہوئے جہاں مشاہیر آیات عظام سے

کسب فیض کیا، علماء عراق نے بہترین اجازہ ہائے اجتہاد سے نوازا۔

عراق سے واپس آنے کے بعد مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کے مبلغ کی حیثیت سے دورہ تبلیغ کیا اور مختلف مقامات پر فرائض تبلیغ انجام دیئے۔

اسی اثناء میں مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ کے پرنسپل مقرر ہوئے، آپ کی نگرانی میں مدرسے نے ترقی کی مدرسے کے ہاسٹل کو منظّم کرنا طلبا کی تعداد کا اضافہ کرنے کو خاص ترجیح دی، جس کے نتیجے میں دور دور تک مدرسے کی شہرت ہوئی، بعدہ سر سید سلطان احمد کے والد مولوی سید خیرات احمد صاحب کی دعوت پر جامع مسجد شہر ''گیا'' میں امام جمعہ والجماعت مقرر ہوئے اور چالیس سال تک اس منصب پر فائز رہ کر دین کی تبلیغ کرتے رہے، ہر شخص سے پُر خلوص انداز میں گفتگو فرماتے تھے، طبیعت نہایت سادہ و منکسر المزاج تھے، چہرے پر مسکراہٹ رہتی تھی، ضُعیف العمری کے باوجود ہر ایک سے مساوی برتاؤ اور چھوٹوں کی عزت کرتے تھے۔

غذا انتہائی سادہ اور لباس نہایت معمولی استعمال کرتے تھے، آپ شکل و شمائل عادات و خصائل میں جناب نجم الملت مولانا سید نجم الحسن صاحب طاب ثراہ سے مشابہ تھے، خاندانی وجاہت چہرے سے عیاں تھی، آخر عمر میں فریضۂ حج بیت اللہ انجام دیا، اور عازمِ عراق ہوئے، وہاں نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، کوفہ، کاظمین، سامرہ، میں عتبات عالیات کی زیارات سے مشرف ہوئے۔

امروہہ میں نورالمدارس کے منتظم اور صدر رہے، جامعہ ناظمیہ لکھنؤ کے سالانہ جلسہ کی صدارت بھی فرمائی اور جشن الماس میں ایک یادگار خطبہ دیا جسے دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ آپ قادرالکلام خطیب بھی تھے، فقہ، اصول، کلام، فلسفہ، منطق میں مہارت حاصل تھی، مگر میراث میں متخصص کی حیثیت رکھتے تھے، میراث کے پیچیدہ مسائل چٹکیوں میں حل فرمادیا کرتے تھے۔ طلباء خاص طور سے میراث آپ سے ہی پڑھتے تھے، چونکہ درس وتدریس میں بہت زیادہ منہمک رہتے تھے جس کی وجہ سے آپ کی صحت خراب رہنے لگی، اور روز بروز کمزور ہوتے چلے گئے، یہاں تک ۲۲؍شوال ۱۳۸۷ھ/۲۳؍جنوری ۱۹۶۸ء کو امروہہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

آپ کی وفات پر جناب مشرف حسین اثر امروہوی نے تاریخ کہی۔

جو تھا ہم صورت نجم العلماء عالم دین — اب وہ ہے خلد نشین
ہوگی تیرہ و تاریک یہ ساری دنیا — کیسا اندھیرا ہوا
جب ہوئی مجھ کو سن رحلت مرحوم کی فکر — کیا احباب سے ذکر
آئی اتنے میں اثر ہاتف غیبی کی صدا — نور خورشید چھپا
(۱۳۸۷ھ)

اولاد: حکیم سید قیصر حسن صاحب

(انوارقم، مطلع انوار)

☆☆☆☆☆

﴿حکیم رضی الدین﴾

(متوفی: ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء)

آپ امروہہ میں متولد ہوئے، عالم، فاضل، متقی، پرہیزگار عالم دین تھے، اور نواب آصف الدولہ کی سرکار میں بہ زمرۂ اطباء پانچ سو روپیہ ماہوار ملازم تھے، آپ سے جن بزرگوں نے طب میں کسب علم کیا ان میں مولانا سید محمد سیادت (اول)، حکیم عنایت حسین مولانا محمد سعادت علی رئیس محلّہ ملانہ، حکیم ابوعلی خاں، مولوی غلام محی الدین لکھنوی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ تاریخ وفات یہ نظم کی گئی ؎

رضی الدین مسیح دوران را — چون قضا آمد و بخاک نہفت
سال تاریخ آن بحق واصل — این کمی سر بفکر برود بجست
با دل پر ملال و روئے بکا — رضی اللہ عنہ ہاتف گفت

صاحب تاریخ اصغری ص ۱۰۹/ پر رقمطراز ہیں:

"رضی الدین خان کو ۱۹۲۹ء جلوس محمد شاہ میں برسالہ قمرالدین خان چین یانصدیذات کا منصب تھا"

☆☆☆☆☆

﴿سید رمضان علی﴾

(متوفی: ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء)

سید بشارت علی ساکن محلّہ قاضی زادہ کے نامور فرزند تھے، امروہہ میں متولد ہوئے، عربی، فارسی، میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔

سرکاری اسکول میں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے، متقی، پرہیزگار، پاکباز عالم تھے، شاعری میں مصحفی امروہوی سے تلمذ حاصل تھا۔

علم عروض وقوافی کے لاثانی استاد تھے، آپ نے ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء میں رحلت کی۔

شاعری سے بھی شوق تھا ناطق تخلص فرماتے تھے۔

آپ کی وفات پر آپ کے فرزند سید اعظم علی مرحوم نے یہ نظم کہی۔

کرد چوں مولوی رمضان علی زینجا رحلت

فادخل الباب بفرمود مقیم جنت

زاہد و متقی و عابد بے ریو وریا

بود انسان دلی داشت فرشتہ سیرت

شاعر ونکتہ رس و عالم و عامل ہم بود

ہر یکے وصف چو گفتم ہمہ دارد شہرت

فیض بخش طلبا خلق مجسم سید

ماندش برلحد پاک نزول رحمت

خوش برآپ دمِ زفکار زنامش اعظم

یعنی از مولوی رمضان علی سال ہجرت

دوسری تاریخ وفات ۔

جب گئے دار فنا سے جانب خلد بریں

عابد شب زندہ دار و مولوی متقی

فیض بخش طالبان و قاعدہ دان علوم

صرفی ونحوی رموز آگاہ سرّ منطقی

فکر تاریخ وفات سید مرحوم میں

آہ کھینچ اعظم پکارا حیف رمضان علی

(واسطیہ ص ۴۲۳)

صاحب تواریخ واسطیہ نے ص ۴۲۳ ر پر ان الفاظ میں یاد کیا

''یہ عمدہ شاعر تھے تخلص ناطقؔ تھا ان کو علم عربی و فارسی کا کافی حاصل تھا بعہدہ ہی مدرس ملازم سرکار تھے اور مولوی و متقی پرہیزگار و مشہور معروف تھے''

آپ کے فرزند سید اعظم علی مرحوم بھی بلند مرتبہ شاعر تھے۔

☆☆☆☆☆

﴿سید روشن علی﴾

سید غلام حسن ساکن محلّہ مچھرہٹہ کے فرزند تھے، امروہہ میں متولد ہوئے بڑے ذی علم باعمل متقی پرہیزگار، زاہد و ابرار تھے۔

آپ بروز پنجشنبہ تاریخ ۷/رمضان، جلوس عہد موصوف میں پانصد یذات پچاس سوار منصب پر فائز تھے۔

صاحب تواریخ واسطیہ ص ۵۳۴/ پر لکھتے ہیں:

''مولوی سید روشن علی جو بڑے ذی علم، باعمل، متقی، پرہیزگار، زاہد و ابرار تھے، یہ بھی بروزِ پنجشنبہ تاریخ ۷/رمضان ،جلوس عہد موصوف میں پانصد یذات پچاس سوار کے منصب پر ممتاز تھے، جن کے پوتے مولوی سید نذر حسین خوشنویس و صاحب علم و نیز اکثر فنون میں ذی کمال لاجواب''

اولاد: سید مہر علی مرحوم

☆☆☆☆☆

﴿سید زاہد حسین﴾

(متوفی: ۲/محرم الحرام ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۰۸ء)

سید ارشاد علی مرحوم ساکن محلّہ بگلہ کے فرزند تھے، بچپن ہی سے علم دین کا شوق تھا، لہٰذا عربی، فارسی، ریاضی، جغرافیہ میں اعلیٰ استعداد کے حامل تھے فنون سے بھی آپ کو کافی ذوق تھا۔

آپ کے بارے میں صاحب تواریخ واسطیہ ص ۱۷۴ پر رقمطراز ہیں:

''مولوی سید زاہد حسین ولد سید ارشاد علی بھی بڑے وضعدار خرد مند، ہوشیار، لئیق و پرہیزگار و خلیق بسیار، ذی علم ہیں ان کو عربی، فارسی میں استعداد عمدہ حاصل ہے اور تاریخ گوئی میں عمدہ طبیعت رکھتے ہیں، یہ بھی تعمیر مسجد جامع محلّہ شفاعت پوتہ کے ممبر کمیٹی تھے، بلکہ بعض کام خاص طور پر اس تعمیر میں ان کو ملکہ اچھا ہے''

آپ کو تعمیرات کا بہت شوق تھا آپ نے ایک شاندار حویلی نہایت پائدار متصل عزاخانہ محلّہ بگلہ جانب شرق اپنے دیوان خانے کے تعمیر کی، فن تعمیر میں آپ اپنے عہد میں ایک ماہر آرکٹکٹ کی حیثیت رکھتے تھے۔

اشرف المساجد محلّہ شفاعت پوتہ معمرہ ۱۲۸۴ھ کی تعمیر کمیٹی کے آپ ناظم اعلیٰ تھے، اور تمام آمدنی و اخراجات کو درست رکھنا آپ ہی کی ذمہ داری تھی، اکثر و بیشتر امور متعلق تعمیرات آپ کے دیوان خانے کے متصل قطعہ موسوسہ ''چمن'' میں ہوتے تھے، میناروں کی استرکاری کا چونا سیپ اور کوڑیاں پھونک کر اسی قطعہ میں تیار ہوتا تھا، ممبران مجلس انتظامیہ تعمیر مسجد کیسب کمیٹی آٹھ اشخاص پر مشتمل تھی جس کے سرگرم رکن حکیم نیاز علی خاں مرحوم تھے۔

مسجد کی تعمیر کے دوران میر دلدار علی مستری لکھنؤ کا قیام آپ ہی کے مکان پر مستقل رہا، مسجد باقری محلّہ بگلہ کے صحن میں سنگ سرخ کا فرش آپ ہی نے اپنے صرفہ سے تیار کرایا، ہاتھرس سے چٹائیں تیار

کرا کر منگوائی گئیں تھیں۔

آپ نے اپنی پوتی مسماۃ حلیمہ خاتون عرف ناصرہ خاتون کی پیدائش کی منّت میں نہایت نفیس نازک اور بیش قیمت ضریح عزاخانہ محلّہ بگلہ میں نذر کی۔

وفات: آپ بعمر ۷۰/سال ۲/محرم ۱۳۲۸ھ/۱۹۰۸ء کو امروہہ میں جاں بحق ہوئے۔ قطعہ تاریخ

"خلد نشین یا نبی سید زاہد حسین"

اولاد: سید ابوالقاسم مرحوم

(تاریخ سادات ارزانی پوتہ ص ۱۹۳)

☆☆☆☆☆

سید زیرک حسین

(۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء)۔(۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء)

سید مومن حسین صفی کے فرزند ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء کو محلّہ گذری میں متولد ہوئے، والد اپنے زمانے کے نامور شاعر تھے، بچپن ہی سے مذہبیات کی طرف رجحان تھا جو آگے چل کر عروج پر پہنچا، آپ ذکی اور ذہین اور جید الحافظہ بزرگ تھے۔

ادیب کامل، جامع معقول ومنقول، نہایت درجہ منکسر المزاج، نیک کردار، پاکیزہ خصلت، متقی ومتورع، شخصیت کے حامل تھے۔

عالم باعمل، عابد و زاہد، ناظم و ناشر غرض جمیع صفات حسنی سے متصف تھے، فن مناظرہ میں یکتا تھے۔

دفاع اہلبیت شیوہ تھا، زندگی پھر مخالفین سے بر سرِ پیکار رہے اور تحریروں کے ذریعے انکا منہ توڑ جواب دیتے رہے۔

آپ نے دفاع حق آل محمد علیہم السلام کی غرض سے آگرہ میں ''ریاض رضیٰ'' کے نام سے مطبع قائم کیا جہاں سے اپنی اور دیگر علماء کی کتابیں شائع کیں، آپ نے عربی و فارسی پر ہی اکتفا نہ کرکے ڈاکٹری میں ہومیوپیتھک کا بھی علم حاصل کیا، مولانا مقبول احمد صاحب دہلوی و مولانا سید اعجاز حسن صاحب مرحوم آپ کے ہمدرس تھے۔

نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، کوفہ، کاظمین، سامرہ کی زیارات سے بھی مشرف ہوئے، اور وہیں عرصۂ دراز تک مقیم رہے اعزاء نے بہت کوشش کی کہ واپس آجائیں مگر نہ آئے وہاں ایک شادی بھی کی جس سے دو لڑکے متولد ہوئے، جن میں سے ایک کو آغا اور دوسرے کو حاجی کہتے تھے، آغا لاولد تھے، حاجی پاکستان چلے گئے تھے، بہت عرصے بعد امروہہ واپس آئے، قرآن کا ترجمہ کیا پھر کربلائے معلیٰ چلے گئے، اور وہیں انتقال کیا، آپ نے چار عقد کئے، تقریباً ۱۳۴۵/۱۹۲۶ء کو کربلائے معلیٰ میں رحلت فرمائی۔

(مطلع انوار ص ۲۴۵)

آپ کا یادگاری اور علمی کارنامہ ترجمہ قرآن ہے جس کی خصوصیت یہ

ہے کہ ہر آیت کے خواص وفوائد اس کے حاشیہ پر تحریر ہیں جس سے آیات قرآنی کے اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں۔ترجمہ بھی نہایت سادہ وسلیس، زبان انتہائی شیریں وآسان استعمال کی گئی ہے۔جس سے مترجم کی علمی ادبی اعلیٰ صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

دیگر تصانیف: الخلفاء: مطبوعہ آگرہ، المذاہب: مطبوعہ آگرہ

مکمل فہرست کتب راقم نے تصانیف الشیعہ میں ذکر کر دی ہے، رجوع فرمائیں۔آپ کے بارے میں صاحب تواریخ واسطیہ ص ۴۸۴ر پر لکھتے ہیں:

''(آپ) خط نسخ ونستعلیق عمدہ لکھتے ہیں،خوشنویس باکمال ہیں، جو انہوں نے اپنے والد سے حاصل کیا شعر گوئی وتاریخ گوئی میں ارجمند، علم فارسی وعربی میں بہرہ مند ہیں، حمیدہ خصائل پسندیدہ شمائل ہیں، بڑے صاحب وضع ذکی الطبع اسم بامسمی ہیں، کالج طبی آگرہ کے پاس یافتہ ہیں، بعہدہ نیو ڈاکٹری ملازم سرکار ہیں، انگریزی میں اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے ہیں،غرضیکہ بڑے نیک بخت نیک سیرت بین الاقران لائق وفائق ہیں۔

صاحب تاریخ سادات امروہہ مصنفہ جمال احمد ص ۳۵۶ر پر لکھتے ہیں:

''(آپ) فن خوشنویسی وشاعری میں استاد تھے اور ڈاکٹری بھی پاس تھے اور عالم وفاضل تھے''

اولاد: حاجی سید لطیف الحسن، سید عفیف الحسن

(بنقل مولوی بشیر حسن مرحوم)
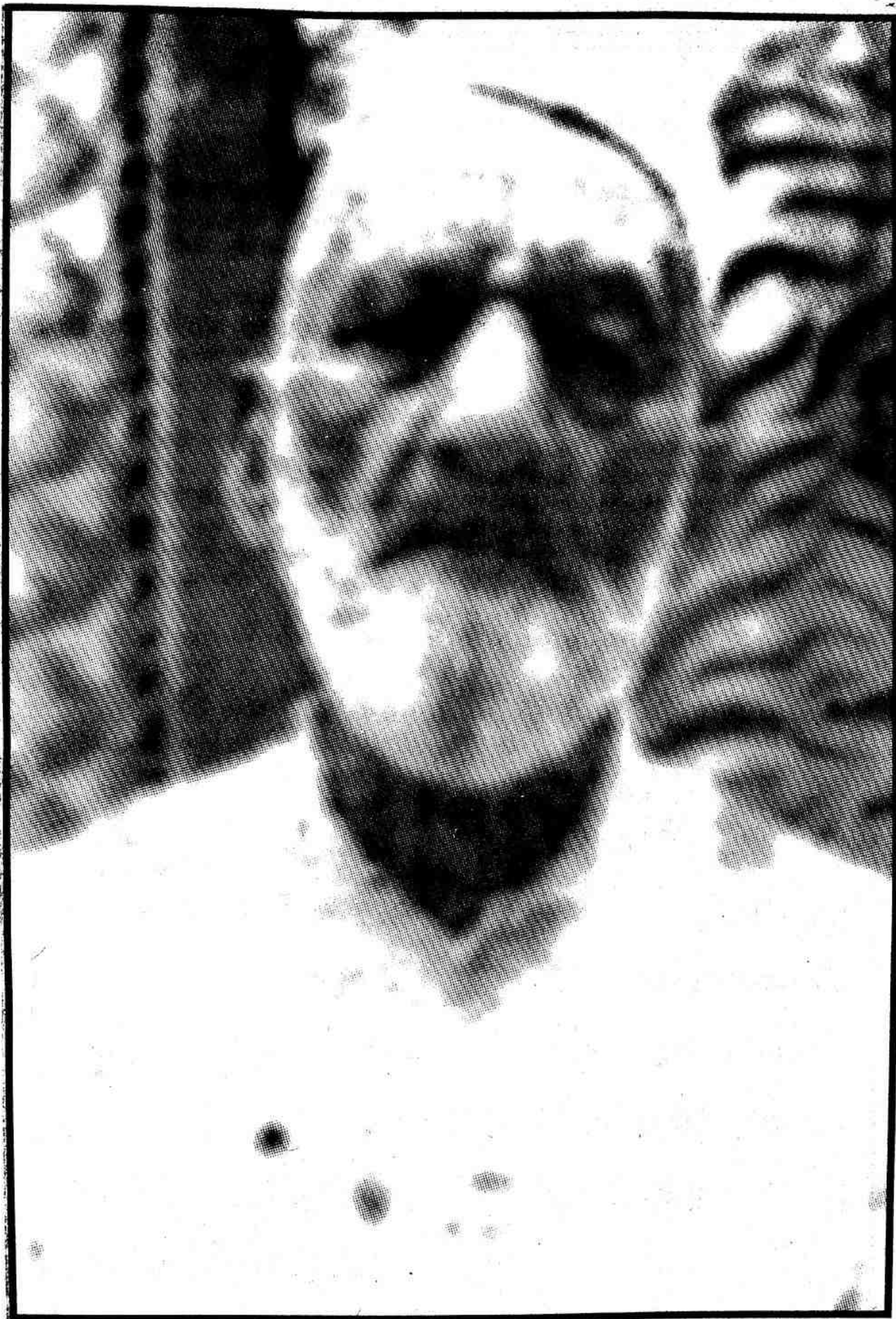
مولانا سبطِ رسول

﴿سید سبط رسول﴾

(متوفی: ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۲ء)

آپ سید سبط حسن صاحب ساکن ترپولیہ کے فرزند تھے، ابتداء میں مذہب اہل سنت کے پیرو کار تھے، آپ نے مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد محلّہ ملانہ میں تعلیم حاصل کی دوران تعلیم تاریخ و کلامی کتب بینی کا شوق پیدا ہوا، جس کے نتیجے میں طرح طرح کے سوالات آپ کے ذہن میں ابھرنے لگے، بالخصوص امام زمانہ عجل اللہ فرجہ کے وجود کے سلسلے میں بہت زیادہ تحقیق کی، کتب اہل سنت میں غیبت امامؑ کے ادلّہ موجود ہونے کی بنا پر اکثر علماء اہل سنت سے اس مسئلہ میں بحث کیا کرتے تھے، مگر جب تسلی بخش جواب نہ مل سکا، تو مصمم ارادہ کیا کہ جب تک مذہب حقہ منکشف نہیں ہوجاتا اس وقت تک دستار بندی نہیں کراؤں گا۔

ایک رات آپ کو عالم خواب میں بشارت ہوئی جس کے نتیجے میں مذہب شیعہ اثنا عشری قبول کیا اور اس خواب کو مجمع عام میں بیان کیا اور ساتھ ہی اپنی شیعیت کا بھی اعلان کیا، آپ نے ۸۲ر سال کی عمر میں ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۲ء میں رحلت فرمائی۔

اولاد: سید سبط محمود، سید سبط حامد، سید سبط ضیغم

☆☆☆☆☆

﴿سید سجاد حسین﴾

آپ سید محمد تقی صاحب مرحوم ساکن محلّہ کٹکوئی کے فرزند تھے، تعلیم وطن ہی میں حاصل کی اور اچھی استعداد کے حامل تھے، صاحب اجازہ پیش نماز تھے، عبا، قبا زیب تن فرماتے تھے، زہد و تقویٰ میں ممتاز تھے، آپ نے ۶۵/سال کی عمر میں ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۰ء میں رحلت کی، آپ نے دو عقد کئے، زوجہ اولیٰ دختر سید عباس علی صاحب محلّہ لکڑا جن سے تین فرزند ہوئے، محمد ابرار صاحب، ظل سبطین صاحب، تقی حسنین صاحب۔

عقد ثانیہ بھی عباس علی صاحب کی دوسری دختر سے کیا، جن سے دو لڑکیاں ہوئیں۔

(شجرات سادات امروہہ قلمی مولوی بشیر حسن صاحب)

☆☆☆☆☆

﴿سید سعید حسن﴾

(۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء)-(۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء)

سید یٰسین علی از اولاد سید مبارک بن سید منتجب ساکن محلّہ گذری کے بیٹے تھے، آپ کی ولادت ۶/ذیقعدہ ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء کو امروہہ میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم وطن ہی میں حاصل کی اور تکمیل درسیات کے لئے لکھنؤ گئے، جہاں مفتی محمد عباس صاحب و میر حامد حسین صاحب عبقات جیسے

جید علماء وفضلاء سے تلمذ کیا۔

جید الاستعداد، عالم، تھے، علماء لکھنؤ نے آپ کو اجازہ عطا کئے، جن میں آپ کی علمی صلاحیتوں کو بیان کیا گیا تھا، امروہہ آکر درس وتدریس مشغلہ رہا، کچھ عرصے بدایوں میں مدرس رہے ۱۲۹۷ھ میں حج بیت اللہ کیا۔

آپ حرمین شریفین، عراق وایران کے مشاہد مقدسہ کی زیارات سے شرفیاب ہوئے، اورعراق میں رہ کر مجتہدین کرام سے کسب علم کیا کئی سال بعد وطن واپس آئے اور مناظرہ کا شغل رہا مولوی رافت علی کی رد میں ایک رسالہ بزبان عربی تصنیف کیا۔

امروہہ میں پیش نمازی کے فرائض انجام دیئے اور عین عالم شباب میں ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء میں وفات پائی۔ (مطلع انوارص ۲۶۷)

مولانا اولاد حسن صاحب سلیم نے قطعہ تاریخ کہا۔

عیاں شد سنہ رحلتش اے سلیم

شدہ مہر افلاک تقویٰ نہاں (۱۳۰۸ھ)

صاحب تواریخ واسطیہ ص ۴۸۱ رپر تحریر فرماتے ہیں:

"یہ حاجی حرمین، شریفین و عالم باعمل امام پیش نماز، بڑے متقی، پرہیزگار، زاہد وابرار، بڑے وضعدار جوان صالح تھے، مجتہد عصر کا اجازہ تحصیل علوم وپیش نمازی کا رکھتے تھے، انہوں نے عالم جوانی میں انتقال کیا"

آپ کا عقد دختر سید علی رضا صاحب محلّہ گذری سے ہوا جن سے ایک دختر متولد ہوئیں جن کا عقد مولانا سید نفیس حسن صاحب محلّہ گذری سے ہوا آپ کے نواسے ڈاکٹر امام مرتضیٰ صاحب ماشاءاللہ بقید حیات ہیں۔

(تذکرۃ الکرام ۳۰۸)

☆☆☆☆☆

﴿سید سعید حسن﴾

(متوفی: ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء)

سید شبیر حسن ساکن محلّہ حقانی کے فرزند تھے، ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کر کے لکھنؤ گئے اور وہاں شہرہ آفاق درسگاہ مدرسہ ناظمیہ میں زیر تعلیم ہوئے، آپ کے ساتھ ادیب اعظم مولانا سید ظفر حسن مرحوم بھی تشریف لے گئے، اور ایک ہی درجہ میں مشغول درس ہوئے، آپ نے خصوصاً سرکار نجم العلماء سے شرف تلمذ کیا اور فقہ و اصول، فلسفہ و منطق و طب میں مہارت حاصل کی، امروہہ تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے مرادآباد میں پیش نمازی کے فرائض انجام دیئے، ۱۹۳۰ء تک وہاں مقیم رہے اس کے بعد کیرہ (کچھ بھوج) گجرات میں دو سال تبلیغی امور انجام دیئے، وطن مالوف آنے کے بعد نگینہ ضلع بجنور میں ۱۲-۱۳ سال قیام رہا اور تن، من، دھن سے لوگوں کو احکام اسلامی کی طرف متوجہ کیا، مگر صحت کی خرابی کی بنا پر امروہہ تشریف لے

آئے اور کچھ عرصہ بعد ۱۹۴۲ء/ ۱۳۴۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا، آپ اکثر مجالس میں پند ونصائح کو ترجیح دیتے تھے نہایت سادہ وسلیس بیان فرماتے تھے۔

لباس میں کرتا، پاجامہ، سر پر عمامہ اور عبا زیب تن کرتے تھے، قد میانہ جسم دبلا اور چہرہ وجیہ تھا، نہایت منکسر المزاج اور سنجیدہ گفتگو کے عادی تھے، صلۂ رحمی و مہمان نوازی میں بے مثال تھے جب بھی امروہہ تشریف لاتے تھے تمام اعزاز و اقرباء کے گھر جا کر خیریت معلوم کرنا آپ کا شیوہ اور دستور تھا۔

☆☆☆☆☆

﴿سید شاکر حسین تقوی﴾

(۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء)۔(۲۷/مارچ ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء)

آپ کی ولادت محلّہ دانشمندان امروہہ میں ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء کو ہوئی، اکثر وطن ہی میں قیام رہا، گورنمنٹ ہائی اسکول غازی آباد میں عربی، فارسی کے استاد تھے، بڑے بذلہ سنج مدرس تھے۔

آپ مولوی، عالم، فاضل کی سند یافتہ تھے۔

وفات: آپ نے ۲۷/مارچ ۱۳۹۸ء/ ۱۹۷۸ھ کو امروہہ میں رحلت فرمائی اور عزاخانہ دانشمندان میں دفن ہوئے۔ (مطلع انوارص ۲۷۰)

اولاد: سید شان رضا صاحب
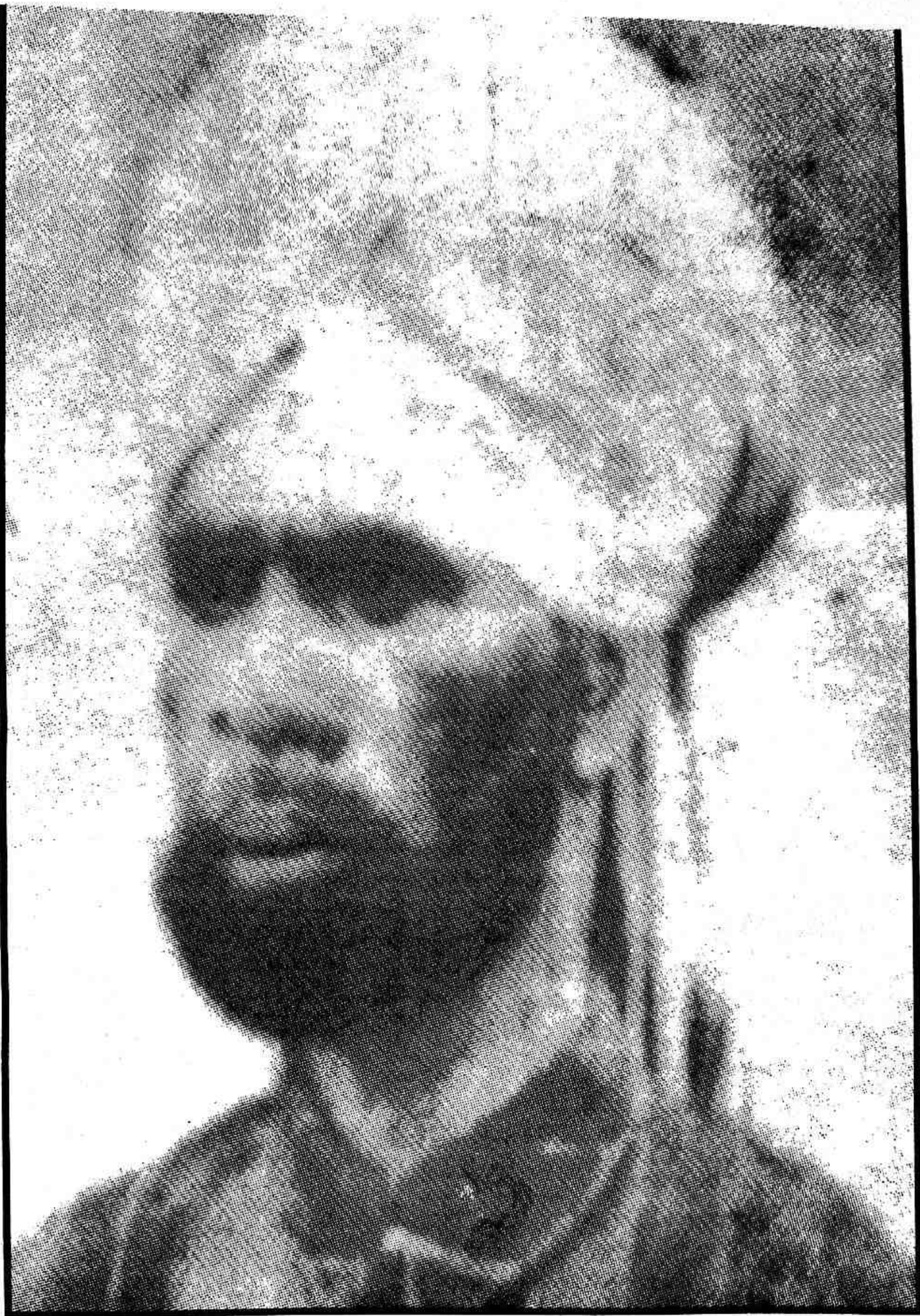
مولانا سید شاکر حسین

﴿سید شاکر حسین﴾

(۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء)-(۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء)

آپ کے والد مرحوم ساکن محلہ سٹھی تھے، مولانا شاکر حسین نیک سیرت، نیک کردار عالم تھے، چونکہ آپ کے دادا نے جے پور میں سکونت اختیار کر لی تھی اور مہاراجہ اورنٹیل کالج میں پروفیسر تھے لہٰذا آپ کی تعلیم بھی جے پور میں ہوئی، اور ۱۸۸۸ء میں امتیازی نمبروں سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور وہیں ملازمت اختیار کر کے ۱۹۳۶ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے، آپ کو علوم متداولہ میں مہارت حاصل تھی مگر تاریخ سے خاص دل چسپی تھی، آپ نے تاریخ کی کتاب بنام "محیط التواریخ" تحریر فرمائی، جو روئے زمین کی مکمل تاریخ ہے اس کی نگارش میں پندرہ سال کی عرصہ لگا، جس کی ایک جلد "مجاہد اعظم" واقعات کربلا پر مشتمل ہے جس میں واقعات کربلا کا تجزیہ کر کے سیر حاصل بحث کی ہے۔

صاحب تواریخ واسطیہ میں ص ۲۷۵ پر لکھتے ہیں:

"(آپ) فن تاریخ میں بڑا دخل رکھتے ہیں ایک کتاب جس میں روئے زمین کی مکمل تاریخ ہے، پندرہ سال کی محنت میں دس بارہ جلدوں میں قابل دید لکھی ہے، پنجاب یونیورسٹی سے امتحان منشی، فاضل میں نمبر اول کی سند پائے ہوئے ہیں، ریاست جے پور میں محکمہ کونسل میں اہلمد ہیں دو بھائی

اور ہیں وہ بھی جے پور میں ملازم ہیں"

آپ نے ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء کو کراچی میں رحلت فرمائی۔

اولاد: ذاکر حسین، ناصر حسین، پروفیسر طاہر حسین۔

☆☆☆☆☆

﴿سید شرف علی﴾

آپ سید مدد علی بن دوست علی ساکن محلّہ کٹکوئی کے فرزند تھے۔

صاحب تاریخ سادات امروہہ جمال احمد صاحب ص: ۳۲۳ / پر تحریر فرماتے ہیں:

"(آپ) شیعہ مذہب کے عالم اور مناظرہ کے شوقین تھے، ان کے فرزند سید یعسوب الدین ایام عذر ۱۸۵۷ء میں کچھ دنوں کے لئے کوٹ گشت منجانب والئی رامپور تھے"

صاحب تواریخ واسطیہ ص ۱۵۱ / پر رقمطراز ہیں:

"یہ صاحب کمال تھے، مناظرہ مذہبی میں ان کو خوب ملکہ تھا علم فارسی میں دستگاہ کامل رکھتے تھے اور مرثیہ خوانی میں اچھے تھے، خوش تقریر با تدبیر مشاہیر سے تھے ان کے بیٹے سید یعسوب الدین ایام غدر میں تھوڑے عرصے منجانب والئی رامپور امروہہ کے کوٹ گشت رہے اور مرثیہ سوز خوانی کا بھی اچھا پڑھتے تھے"

اولاد: سید ابوالحسن، سید ابوالقاسم، سید یعسوب الدین
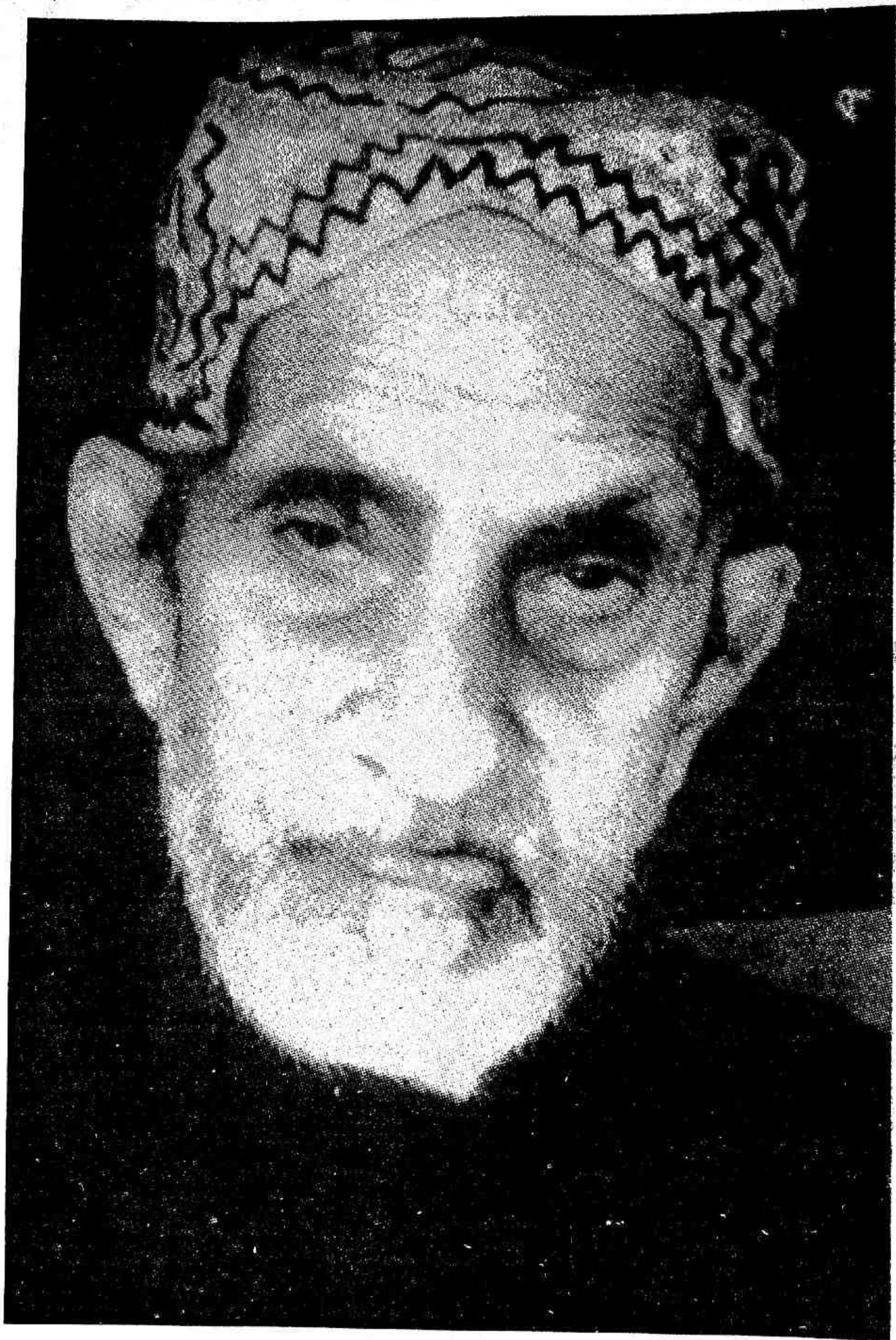
مولانا شفا احمد ادیم

﴿سید شفا احمد ادیبؔ﴾

(۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء)-(۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء)

سید رضا احمد صاحب مرحوم ساکن محلّہ گذری کے فرزند تھے، آپ کی ولادت ۲۶رجب المرجب ۱۳۱۱ھ/۳رفروری ۱۸۹۴ء بروز شنبہ ہوئی، زمانۂ طفلی میں ہی سایۂ پدری سے محروم ہوگئے، ابتدائی تعلیم زمانے کے رواج کے مطابق گھر پر ہی ہوئی، اس کے بعد ہائی اسکول کی سند حاصل کی لیکن ذاتی مطالعہ و محنت کے سبب اردو کے علاوہ عربی، فارسی، ہندی و انگریزی میں خاص مہارت حاصل کی۔

مذہبی تعلیم کی طرف شروع سے رجحان تھا جس کی بنا پر تقریباً قرآن مجید حفظ کیا، ملازمت کے سلسلہ میں متعدد شہروں میں قیام رہا، ابتدا میں رڑکی و دہرادون میں ملازمت کی، بعدہٗ ملٹری انجینیر نگ سروس میں ٹیکنیکل انجینیر کے عہدے پر شہر پیشاور میں تقرر ہوا، کچھ عرصے بعد ملتان چھاونی میں سب ڈویزنل آفیسر مقرر ہوئے، جہاں سے فیروز پور چھاونی تبادلہ ہوا، دوسری جنگ عظیم کے دوران فیروز پور سے عراق تبادلہ ہوا، وہاں زیارات سے مشرف ہوئے، واپسی پر تحریکِ آزادی سے متاثر ہوکر انگریزی حکومت سے مستعفی ہوئے۔

آپ نے ۷رمئی ۱۹۴۹ء کو امروہہ سے کراچی کو ہجرت کی، پاکستان

میں آپ کے معتقدین کی بڑی تعداد تھی، ۵؍صفر ۱۳۹۵ھ/ ۱۷؍فروری ۱۹۷۵ء کراچی میں داعی اجل کو لبیک کہا، مرحوم کا جسد خاکی تحریری وصیت کے مطابق بذریعۂ طیارہ لاہور لایا گیا، جہاں پر عزاخانہ بابا حسین شاہ بخاری واقع شاہدرہ میں سپردِ خاک کیا گیا، آپ عظیم المرتبت عالم، مصنف، دانشور، ادیب و شاعر تھے، آپ نے قلم کے ذریعہ مذہبِ اسلام کی خدمت انجام دی، اور بکثرت لکھا، شاعری کا بھی شوق تھا، ادیمؔ تخلص رکھتے تھے۔

اولاد: سید علی صادق، سید علی خاصف، سید علی عارف

تصانیف:

پیغامِ رسول، الحسینؑ والبکاء، قربانی عظمیٰ، فلسفہ وضو، راہ ارم، مشعل نور، خاتونِ قیامت، اھل جھنم، جاھلیت کی موت، جھاد فی سبیل اللہ، ھل من ناصر، خون ناحق، مجالس الصادقین، اھل البیتؑ، جامع الانوار، نورالایقان، تعلیم اسلام، محسن اعظم، مدح اولیاء

☆☆☆☆☆

مولانا شفیق حسن ایلیا

سید شفیق حسن ایلیا

(۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء)-(۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء)

آپ کی ولادت یکم شوال ۱۳۰۲ھ/۱۴/ جولائی ۱۸۸۵ء کو دربار شاہ ولایت محلّہ لکڑا امروہہ میں ہوئی۔

آپ نے عربی، فارسی کی تعلیم اپنے دادا سید امیر حسن اور والد سید نصیر حسن سے حاصل کی، شاعری میں مولانا سید اولاد حسن صاحب سے تلمذ کیا، آپ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست شاعر بھی تھے، ایلیا تخلص کرتے تھے، خداوند عالم نے آپ کو ذہن رسا اور طبع سلیم کی نعمت عطا فرمائی تھی، مختلف زبانوں میں اچھی دسترس تھی اکثر انگریزی و سنسکرت سے نگارشات میں مدد لیتے تھے۔

اوائل عمر ہی سے ہر قومی معاملات میں نمایاں رہتے تھے، ۱۳۲۲ھ کو امروہہ میں "انجمن امامیہ" قائم کی، جس کے ذریعے قومی و مذہبی خدمات انجام دینے کا اچھا موقع ملا۔

۱۳۵۴ھ میں "انجمن تنظیم المومنین" کا قیام کیا جس کا مقصد مغربی طرز کی تعلیم نسواں کے خلاف تحریک چلانا تھا، آپ انجمن تحفظ عزاداری امروہہ کے بانیان میں سے تھے، جس کے توسط سے یادگار خدمات انجام دیں جنہیں اہل امروہہ فراموش نہیں کر سکتے۔

طبیعت میں شعری ذوق بھی تھا، ہر صنف میں اشعار کہے، غزلیں، نظمیں، قصائد، مرثیے، نعتیں، سلام، قطعات وغیرہ آپ کی یادگار ہیں، بڑی تعداد میں علمی نگارشات چھوڑیں، تاریخ صحافت اورفن مناظرہ میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے،آپ نے ۸؍جنوری ۱۹۵۶ءنو بجکر تیس منٹ پر شب میں جہان فانی سے رحلت کی۔

تصانیف:

- حقیقت المسیح
- اصل الاصول
- رئیس العالمین
- آثار الشہداء
- شہید دازل
- صاحب الزمانؑ
- الصدق
- عالم برزخ
- تصدیق المعراج
- تحقیق السراج
- معراج نفس رسولؐ وغیرہ مشہور تصانیف ہیں۔

آپ کی اولاد میں رئیسؔ امروہوی اور جون ایلیاؔ شعر وسخن میں اور سید محمد تقی صحافت میں بین الاقوامی شہرت کے حامل تھے۔

☆☆☆☆☆

﴿سید صابر حسین﴾

(۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء)۔(۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء)

آپ ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء بمقام امروہہ محلّہ گذری متولد ہوئے، آپ کے والد سید زائر حسین صاحب مرحوم انتہائی سادہ لوح اور نیک بزرگ تھے۔

اردو ،فارسی کی تعلیم امروہہ میں پائی اور ۱۹۲۹ء میں لکھنؤ گئے، لکھنؤ میں سلطان المدارس میں داخلہ لیا، ۱۹۳۰ء میں فاضل کیا۔

۱۹۳۶ء میں ایڈوانس اردو کا ڈپلوما پاس کیا، ۱۹۳۹ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول امروہہ سے میٹرک کیا اور سید المدارس امروہہ میں بحیثیت معلم مقرر ہوئے۔

بعد ازاں ۱۹۴۳ء فیروز آباد تشریف لے گئے جہاں ایک اسکول میں اسسٹینٹ ٹیچر کی حیثیت سے تقرر ہوا۔

فیروز آباد کے دوران قیام سیکڑوں طلباء نے آپ سے استفادہ کیا، وہاں آپ کا قیام تقریباً پانچ سال رہا مگر بعض ناگریز حالات کی بنا پر وہاں کی ملازمت کو خیر باد کہہ کر ۱۹۴۷ء کے پر آشوب ماحول میں دھلی تشریف لائے، وہاں سابق صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کی سعی و سفارش سے آپ کو جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں درس و تدریس کا موقع ملا، یہ ملازمت بھی زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی اور آپ امروہہ تشریف لے آئے۔

۱۹۴۹ء میں حالات نے پھر امروہہ کو خیر باد کرنے پر مجبور کیا تو آپ نے رامپور کا قصد کیا جہاں کرنل بشیر حسین صاحب زیدی کے توسل سے ''رضا لائبریری'' رامپور میں آپ کا تقرر بحیثیت ''مہتمم'' ہوگیا، وہاں آپ کی نہایت دیانتداری اور محنت اور حسن انتظام کے باعث لائبریری نے نمایاں ترقی کی اور کتابوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔

رامپور میں قیام کے دوران عراق کا قصد کیا اور عتبات عالیہ کی زیارات سے مشرف ہوئے، اسی دوران نجف اشرف میں علماء سے ملاقات کا بھی موقع ملا۔

رامپور میں مقابر المومنین کی ایک مسجد میں کئی سال نماز جماعت کی خدمات انجام دیں۔

ذاکری میں آپ کا بیان عام فہم اور معلوماتی ہوتا تھا، اکثر مجلس میں تبلیغ اور آیات قرآنی و اخلاق ائمہ علیہم السلام کا غلبہ رہتا تھا۔

رضا لائبریری میں اختلاف کی بنا پر ۱۹۵۸ء میں مستعفی ہو کر امروہہ واپس آئے اور نور المدارس امروہہ میں بحیثیت پرنسپل مقرر ہوئے۔

۱۹۶۲ء میں شیعہ خوجہ اثنا عشری سپریم کونسل آف افریقہ کی دعوت پر ''تنزانیہ'' تشریف لے گئے اور وہاں فرائض تبلیغ انجام دیئے۔

عدن میں بھی آپ کا قیام کافی عرصہ رہا، تنزانیہ میں قیام کے دوران دوبارہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔

مولانا صفی مرتضٰی

آپ نے قوم کے یتیم و نادار طلباء کو ''خوجہ اثنا عشری تنظیم'' سے ماہنامہ وظیفے جاری کرائے، تقریباً آٹھ سال آپ کا قیام افریقہ میں رہا۔

۱۹۶۶ء میں وہاں کی ملازمت سے سبکدوش ہوکر مستقلاً امروہہ میں قیام پذیر ہوگئے، اور مسجد جوادیہ محلّہ گذری میں پیش نمازی کے فرائض انجام دینے لگے، عشرہ محرم میں اپنے آبائی عزاخانہ مسماۃ صغرا میں ذاکری فرماتے تھے۔

۷/اگست ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء کو یرقان کے مہلک مرض میں مبتلا ہوکر آل انڈیا انسٹیوٹ دہلی میں جاں بحق ہوئے، آپ کے شاگردوں میں استاذ الاساتذہ مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ کو منطق میں خصوصی تلمذ حاصل تھا۔

مولانا مرحوم کے صاحبزادے سید علی محمد صاحب ہیں۔

☆☆☆☆☆

سید صفی مرتضٰی

(۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء)-(۱۳۸۶ھ/۱۹۸۹ء)

آپ نے ۱۳۳۲ھ/ ۲/ستمبر ۱۹۱۳ء کو محلّہ گذری سید عطا حسین صاحب مرحوم کے گھر میں آنکھ کھولی، ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ والد محترم محلّہ کی مسجد میں بچوں کو پڑھا رہے ہیں یا نورالمدارس امروہہ میں تدریس فرما رہے ہیں۔

آپ نے ابتدائی تعلیم بطرز قدیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی پھر نورالمدارس امروہہ میں داخلہ لیا، منشی، مولوی، کے امتحانات پاس کر کے

منصبیہ عربی کالج میرٹھ تشریف لے گئے، ۱۹۲۹ء میں عالم اور ۱۹۳۰ء میں فاضل ادب کا امتحان دیا اور منشی، فاضل پنجاب یونیورسٹی، اعلیٰ قابلیت کی اسناد حاصل کیں، ۱۹۳۲ء میں ہائی اسکول ۱۹۳۶ء میں انٹر میڈیٹ کیا۔

۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۴ء تک مسلم اسکول جھانسی میں اردو فارسی ٹیچر رہے اس کے بعد ۱۹۳۵ء میں امام المدارس ہائی اسکول امروہہ سے وابستہ ہوگئے اور جب یہ اسکول ۱۹۴۵ء میں انٹر میڈیٹ ہوا تو لکچرار گریڈ حاصل کرنے کے لئے انگریزی میں آگرہ یونیورسٹی سے بی.اے. پاس کیا اور اردو میں ایم.اے. کی ڈگری حاصل کی۔

آپ مسجد جوادیہ امروہہ میں پیش نمازی فرماتے اور مومنین کو مسائل سے آگاہ کرتے، آپ کی نشست و برخاست مسجد میں ہی رہتی، شہر کے لوگ وہیں جمع ہوتے اور علمی، ادبی اور مذہبی مسائل پر گفتگو ہوتی تھی۔

امروہہ میں باراتوں میں باجے کا رواج تھا جو ایک مذموم اور غیر شرعی فعل تھا، آپ نے تحریک چلائی کہ اس فعل حرام کا سد باب ہونا چاہیئے، چونکہ آپ شہر کے قاضی بھی تھے لہٰذا اعلان کردیا کہ جس بارات میں باجا بجے گا اس میں نکاح نہیں پڑھاؤں گا اور دوسرے علماء سے بھی اس پر عمل کرنے کی درخواست کی، دیکھتے ہی دیکھتے تمام علماء اس تحریک میں شامل ہوگئے جس کے نتیجے میں لوگوں کو باراتوں سے باجا ختم کرنا پڑا، آپ کی اس تحریک میں اتنا خلوص تھا کہ وفات کے بعد بھی کسی میں اتنی جرأت نہ ہوسکی کہ وہ بارات میں

باجا بجواتا۔

قوم کا مفاد ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہا، زندگی کا مقصد انسانیت کی خدمت کرنا تھا، آپ کا نصب العین اخلاقی اقدار کو برقرار رکھنا اور ایثار، صبر و تحمل، راست بازی، غربا پروری آپ کا شیوہ اور دستور حیات تھا۔

۵۶/سال کی عمر میں زہد، تقویٰ، پرہیزگاری، دیانتداری، عبادت و ریاضت میں شہرت پائی، آج بھی لوگ آپ کی خوش اخلاقی، منکسر المزاجی، سادہ زندگی کو یاد کرتے ہیں۔

مولوی صاحب مرحوم شاعری بھی فرماتے تھے اور اچھے شعر کہے قصیدہ میں طبع آزمائی کی خود کبھی محفل میں نہیں پڑھتے تھے بلکہ اپنے شاگردوں سے پڑھواتے تھے۔

۴/ستمبر ۱۹۶۹ء/ ۱۳۸۹ھ کو حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال فرمایا۔

تصانیف: آپ کی تصانیف اردو ادب پر مشتمل ہیں:

- چند ممتاز شعراء مطبوعہ لکھنؤ
- ہمارے نثر نگار مطبوعہ لکھنؤ
- اصناف سخن کا ارتقاء مطبوعہ لکھنؤ
- اردو انشائیہ مطبوعہ لکھنؤ
- کردار مطبوعہ لکھنؤ

امروہہ کی عزاداری پر مبسوط کتاب لکھنے میں مصروف تھے، مگر افسوس
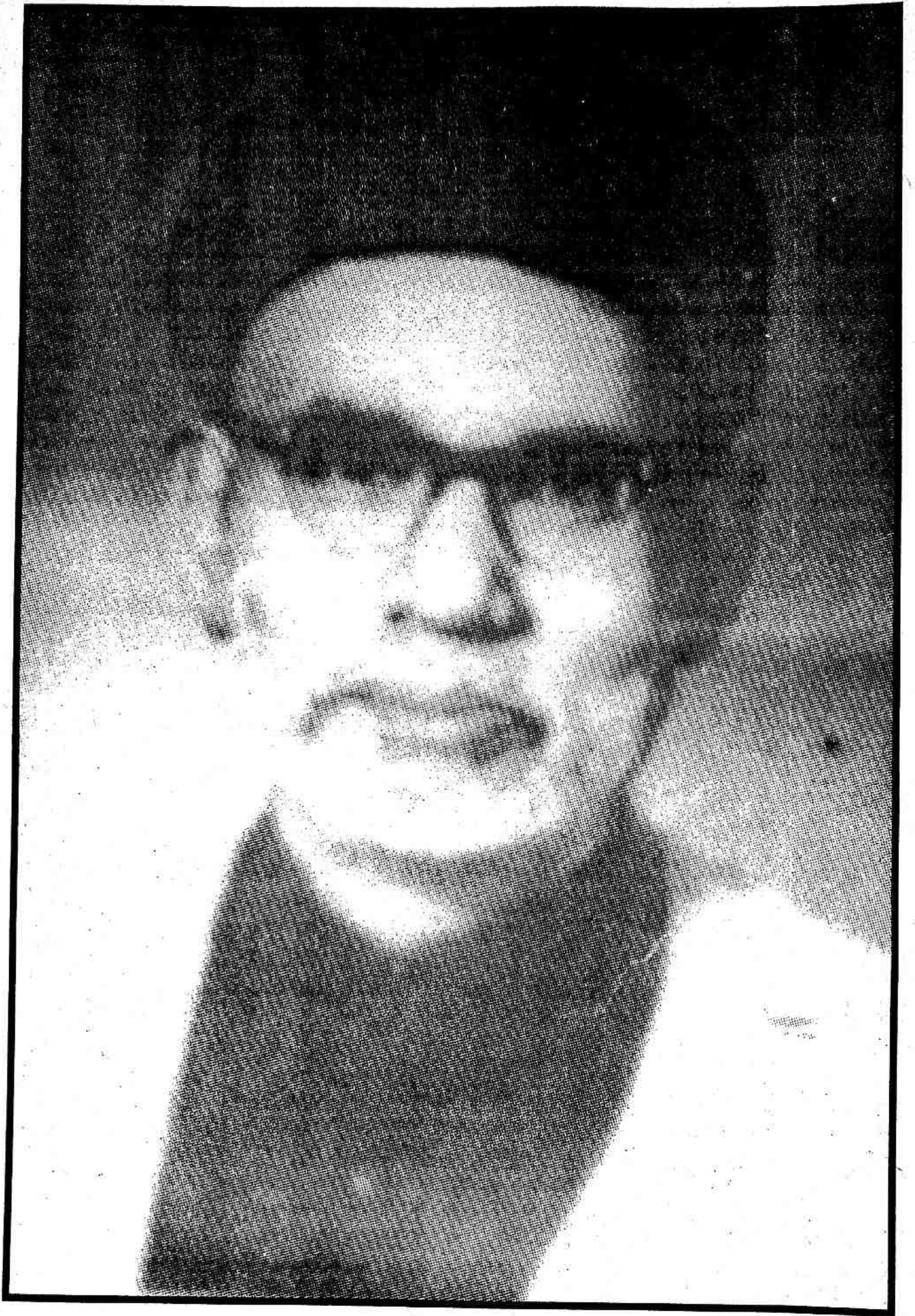
مولانا سید ظفر حسن

مکمل نہ ہوسکی۔

اولاد: سید امام مرتضٰی صاحب، سید غلام مرتضٰی صاحب

آپ کے بڑے صاجزادے ڈاکٹر امام مرتضٰی صاحب صاحبِ تصانیف ہیں۔

☆☆☆☆☆

سید ظفر حسن

(۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء)-(۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء)

ادیب اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب طاب ثراہ سید دلشاد علی صاحب کے فرزند تھے ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء کو محلّہ حقانی میں متولد ہوئے۔

ابتدائی تعلیم کے مراحل سید المدارس اور امام المدارس امروہہ میں طے کئے بعد ازاں لکھنؤ کا قصد کیا اور سرکار نجم العلماء سید نجم الحسن ملک الناطقین علامہ سید سبط حسن صاب اور مولانا سید عالم حسین صاحب قبلہ سے مدرسہ ناظمیہ میں کسب فیض کیا، آپ نے پرائیویٹ طریقہ پر انگریزی زبان حاصل کر کے پنجاب یونیورسٹی سے ایم.ایس.ایل.سی. کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۱۲ء تک تھیوسوفیکل ہائی اسکول کانپور میں سات سال بطور ہیڈ مولوی رہے اور جب وہ کالج کی صورت اختیار کر گیا تو بحیثیت فارسی پروفیسر خدمات انجام دیں، کچھ عرصے بعد ہائی اسکول میں بحیثیت معلم اردو، فارسی رہے اسکول

کے پرنسپل مسٹر این. جارڈن آپ کا بڑا احترام کرتے تھے، آپ ہمیشہ سے شدید المطالعہ تھے، عربی، فارسی کے علاوہ آپ نے انگریزی کی کتابوں کا بھی مطالعہ فرمایا، اسٹرالوجی، جیولوجی، سائیکلوجی وغیرہ مضامین سے خاص دل چسپی تھی، ان علوم کی کتب آپ کے مطالعے میں زیادہ رہتی تھیں، اور جن نظریات سے احکام اسلامی کی تائید ہوتی تھی ان کو اپنی نوٹ بک میں درج کر لیتے تھے۔

۱۹۱۴ء میں کانپور میں قیام کے دوران آپ نے ذاکری کا آغاز کیا اور کچھ ہی عرصے میں خطابت کی اس معراج کو پہونچ گئے کہ "شمس الواعظین" کہا جانے لگا، آپ کی ذاکری کی یہ خاصیت تھی کہ ایک ہی مقام پر ایک ہی منبر پر دس سال ذاکری فرماتے، مگر پھر بھی سامعین شوق سے جوق در جوق آپ کی مجالس میں شرکت فرماتے تھے، لاہور میں آپ نے ۲۶/سال مسلسل عشرہ پڑھا، عزاخانہ محلّہ جعفری امروہہ میں متواتر کئی سال تک خطابت کے جوہر دکھائے۔

۱۹۵۳ء میں آپ نے ایک قومی ادارہ کی بنیاد ڈالی، پاکستان میں مدرسۃ الواعظین کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی، اس ضرورت کو آپ نے پورا کرنا چاہا اس کے لئے نواب مظفر علی خاں قزلباش کی مدد سے ایک قطعہ اراضی امروہہ میں قیام کے دوران شیعہ آرٹسٹ اسکول کی بنیاد ڈالی، جس میں قوم کے بچوں کو صنعت و حرفت کی تعلیم دی جاتی تھی، مگر افسوس کچھ ہی دنوں میں وہ اسکول بند ہو گیا، آپ نے مرادآباد سے علمی، قومی، ادبی رسالہ "نور" کا اجراء کیا یہ رسالہ دس سال تک مرادآباد سے نکلتا رہا، پاکستان منتقل ہونے کے بعد کراچی

سے ۱۹۵۰ء سے جاری ہوا مگر اقتصادی مشکلات کی بنا بر ۱۹۶۸ء میں بند ہوگیا۔
۲۱۳۲ گز ناظم آباد میں الاٹ کرائی اور انتہائی جانفشانی سے چندہ جمع کر کے چار سال میں عالیشان عمارت تعمیر کرائی، جس میں ایک مسجد، سہ منزلہ بلڈنگ جو ۱۶/ کمروں پر مشتمل ہے، دو ہال دو گیلریاں اور تین خوبصورت گیٹ ہیں، آپ کی ادبی خدمات کی قدر یو پی کے محکمہ تعلیم نے بھی کی، کئی بار آپ کو مضمون نویسی پر گورنمنٹ اور پبلک سوسائٹیوں کی طرف سے انعامات ملے جیسے کرک شینگ پرائز، جارج پنجم کی سلور جوبلی کے موقع پر جو قصائد لوگوں نے لکھے تھے، یو. پی. میں ان کی تعداد ۲۳۷/ تھی آپ کا قصیدہ ان میں سب سے اول رہا، جس پر گورنمنٹ آف یو. پی. کی طرف سے آپ کو انعام ملا، ۱۹۳۷ء سے یکا یک آپ کی طبیعت میں ایک انقلاب آیا اور اس مشغلہ کو ترک کر کے تمام تر توجہ دینی خدمات کی طرف متمرکز کردی۔
آپ کی تصانیف تین قسموں پر مشتمل ہیں: اول: وہ کتابیں جو آپ نے محکمہ تعلیم کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر لکھیں۔ دوم: جو اپنے ادبی ذوق کی بنا پر قلمبند کیں۔ سوم: جو مذہبی و دینی جذبے کے تحت سپرد قلم کیں۔ آپ کی تصانیف کی فہرست ۲۰۰/ کے عدد کو عبور کر چکی ہے، جن میں سے اہم کتب کا ذکر درج ذیل ہے:

اصحاب رسول (تین جلدیں)، ۱۹۱۶ء، قضایائے امیر المومنینؑ، ۱۹۱۸ء
آئینۂ اسلام ۱۹۱۸ء، شیعہ دینیات کورس ۱۹۲۲ء، الشہید ۱۹۲۴ء،
جنت البقیع ۱۹۲۵ء، مناظرہ تقدیر و تدبیر ۱۹۲۹ء، حقیقت روح ۱۹۳۰ء

جواز عزا ۱۹۳۹ء، حقیقی اصحاب رسولؐ ۱۹۲۷ء، دینی کہانیاں (۶ جلدیں) ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۰ء، تحفۃ الابرار ترجمہ جامع الاخبار ۱۹۳۸ء، مذہبی مکالمہ، ۱۹۳۹ء، سرفروشانِ ملت ۱۹۳۹ء، خواتین اسلام ۱۹۳۹ء، بچوں کی دینیات ہر دو حصہ ۱۹۴۰ء، شیعہ دینیات ہر دو حصہ ۱۹۴۰ء، مصباح المجالس (دوجلدیں) ۱۹۴۱ء، تحفۃ المومنین ۱۹۴۲ء، مجمع الآیات ۱۹۴۴ء، ترجمہ قرآن مع حاشیہ ۱۹۴۶ء مجالس خواتین ۱۹۵۲ء، محافل ومجالس ۱۹۵۲ء، حقائق اسلام ۱۹۵۲ء،

مختار نامہ ۱۹۵۲ء، سوانح ائمہ علیہم السلام، فضائل حضرت امیر المومنین علیہ السلام ۱۹۵۲ء، دعائے نور، دعائے مشلول، حدیث کساء مترجم ۱۹۵۲ء

حکومت الٰہیہ اور سیاست علویہ ۱۹۵۲ء، حیات بعد الموت عقائد الشیعہ ۱۹۵۳ء تحقیق حدیث قرطاس ۱۹۵۴ء، تحقیق حدیث فدک ۱۹۵۴ء، تحقیق مسئلۂ متعہ، تحقیق تقیہ ۱۹۵۴ء، تحقیق مسئلۂ خمس وحق ذوی القربیٰ ۱۹۵۴ء،

جواز مراسم عزا ۱۹۵۴ء، قاتلان حسینؑ کا مذہب ۱۹۵۴ء، یزید بن معاویہ ۱۹۵۴ء تحقیق مسئلۂ فقہ ۱۹۵۴ء، تحقیق مسئلۂ تحریف قرآن ۱۹۵۴ء، تحقیق مسئلۂ عقدام کلثوم ۱۹۵۴ء، تحقیق ایمان ابوطالبؑ ۱۹۵۴ء، تحقیق مسئلۂ خلافت، تحقیق مسئلۂ بیعت یزید ۱۹۵۴ء، تحقیق لفظ آلؑ و اہل بیتؑ ۱۹۵۴ء، اہل بیت و منازل روحانیت ۱۹۵۵ء، سکینہ بنت الحسینؑ ۱۹۵۵ء، واقعات کربلا کا پس منظر ۱۹۵۵ء واقعۂ کربلا پر تحقیقی نظر ۱۹۵۵ء، واقعۂ کربلا کی مختصر تاریخ ۱۹۵۶ء،

اہل بیت کا احسان اسلام پر ۱۹۵۴ء، اہل بیت اور اسلام ۱۹۵۹ء/ اخلاق الائمہؑ

۱۹۵۴ء، اہل بیتؑ کی دینی خدمات، واقعہ کربلا کے بعد، ۱۹۵۴ء
رباعیات انیسؔ و رباعیات دبیرؔ پر تبصرہ ۱۹۵۴ء، تحقیق مسئلہ بدا، خصائص
حسنہ ۱۹۵۴ء، امامت منصوصہ، نورانی پیکر ۱۹۶۳ء، مودت ذوی القربیٰ، جواز
مراسم ۱۹۶۳ء، مجمع الفضائل ترجمہ شہر آشوب ۱۹۶۳ء،
الشافی ترجمہ اصول کافی (دو جلدیں) ۱۹۶۴ء، الشافی ترجمہ فروغ کافی،
(دو جلدیں) ۱۹۶۴ء، اہل بیت اور اسلام خدمات ۱۹۶۴ء
حالات انبیاء و آئمہ معہ تنقید و تبصرہ ۱۹۷۱ء، تفسیر القرآن ۱۹۷۷ء

وفات: علم و ادب کا یہ آفتاب ۱۴۱۰ھ / ۸ر مئی ۱۹۸۹ء کو کراچی میں غروب ہوا۔

اولاد: مولوی سید تہذیب الحسن، ڈاکٹر سید توصیف الحسن، سید شمیم الحسن مرحوم، ڈاکٹر سید ندیم الحسن، سید قسیم الحسن، سید شبیہ الحسن۔

☆☆☆☆☆

سید عطا محمد

(متوفی: ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء)

مولوی سید محمد مجتبیٰ صاحب مرحوم ساکن دربار میرانخاں (نوگیاں) کے فرزند تھے، آپ کے آباء و اجداد سب جید علماء میں سے تھے، آپ کے جد اعلیٰ مولانا سید علی حسین صاحب طاب ثراہ ممتاز علماء میں سے تھے۔

لہٰذا بچپن ہی سے علمِ دین کا شوق تھا، ابتدائی تعلیم گھر کے بزرگوں سے حاصل کی، پھر دارالعلوم سید المدارس میں زیرِ تعلیم رہ کر عربی، فارسی بورڈ سے مولوی، عالم، فاضل کے امتحانات پاس کیئے، اور ایم. اے. کے امتحان میں بھی کامیاب ہوئے۔

تکمیل تعلیم کے بعد کراچی میں گورنمنٹ اسکول میں ہیڈ مولوی ہوئے، اور کراچی ہی میں تبلیغ دین میں مشغول ہوئے، مجالسِ عزا کو بھی خطاب فرماتے تھے۔

آپ نے ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء کو کراچی میں رحلت کی۔

آپ کے فرزند سید خورشید مجتبیٰ، سعید مجتبیٰ کراچی میں مقیم ہیں،

☆☆☆☆☆

﴿سید علی حسین﴾

(متوفی: ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء)

سید محمد علی صاحب کے فرزند تھے، آپ کی ولادت محلّہ نوگیاں میں ہوئی، والد ماجد امروہہ کے مشہور زمینداروں میں تھے، آپ کی جود وسخا کا چرچا زبان زد ہر خاص و عام تھا، مولانا مرحوم میں بھی یہ صفت بطور وراثت منتقل ہوئی، یہ صفت اس کمال کو پہونچ گئی کہ آپ ''رئیس امروہہ'' کہے جانے لگے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم امروہہ ہی میں مولانا محمد سیادت (اول) سے

حاصل کی، تعلیم کا کارواں آگے بڑھانے کے لئے لکھنؤ کا قصد کیا، لکھنؤ اس وقت علم کا مرکز بنا ہوا تھا، جید علماء درس و تدریس میں مشغول تھے، ایک مکمل طور پر حوزہ علمیہ کا ماحول تھا، جدھر جاتے علمی مسائل پر گفتگو اور پیچیدہ مسائل سلجھائے جارہے تھے، طلباء جوق در جوق لکھنؤ پہونچ رہے تھے۔

سید العلماء سید حسین بن آیۃ اللہ سید دلدار علی غفرانمآب کا چشمہ پر فیض جاری تھا، لہٰذا مولانا موصوف نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے لکھنؤ کا عزم کیا اور سرکار سید العلماء سید حسین طاب ثراہ کی شاگردی اختیار کی، سید العلماءؒ ہی کی شاگردی کا اثر تھا کہ آپ علوم معقول و منقول میں ماہر ہوگئے اور علم کی اس منزل پر پہونچ گئے کہ جب آپ امروہہ تشریف لائے تو ملک العلماء سید بندہ حسین طاب ثراہ نے آپ کی علمی جلالت سے متاثر ہو کر آپ کے لئے لکھنؤ سے عمامہ و قبا امروہہ بھجوائی، اس سے مولانا کی علمی عظمت کا اندازہ ہوسکتا ہے، وطن مالوف آنے کے بعد آپ درس و تدریس میں مشغول ہوگئے اور سیکڑوں طلباء آپ سے استفادہ کرنے لگے، آپ کے انداز تدریس میں انفرادیت پائی جاتی تھی۔ علمی مفاہیم طلباء کے ذہن میں اتار دیتے تھے۔

موصوف کو شروع ہی سے مطالعہ کا شوق تھا اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آخر عمر میں بصارت سے معذور ہوگئے تھے، مگر اس کے باوجود بھی مولانا سید احمد حسین صاحب مرحوم سے کتابیں پڑھوا کر سنا کرتے تھے، یہ سلسلہ تاوفات جاری رہا، آپ حافظ قرآن بھی تھے، خداوند تبارک و تعالیٰ نے آپ کو یہ

نعمت عطا فرمائی تھی کہ نمک کے پانی پر کچھ دم کر کے مریض کو پلاتے تھے، اور بیمار شفایاب ہو جاتا تھا، جس کی بنا پر آپ کے مکان پر از صبح تا شب مریضوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا تھا، مگر ان تمام مشاغل کے باوجود کبھی آپ کبیدہ خاطر نہیں ہوئے، آپ نے اس کام کو خدمت خلق کے عنوان سے انجام دیا۔

علماء اہل سنت بھی آپ کے علم کا لوہا مانتے تھے جس کی بنا پر کئی علماء نے آپ کو اجازے عطا کئے جن میں مولانا تراب علی، مولوی محمد حسین، مولوی واجد علی، مولوی فضل علی قابل ذکر ہیں:

آپ کی وفات ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء کو امروہہ میں ہوئی۔

اولاد: مولوی ابراہیم علی، مولوی ابوالحسن

آپ کے سلسلے میں صاحب تاریخ اصغری ص ۱۹۲؍ پر رقمطراز ہیں:

''جناب مولوی سید علی حسن صاحب پیش نماز، عالم ممتاز، بڑے متقی اور فقیہ جامع کمالات، کریم النفس، کثیر الحلم، حلال مشکلات دینیہ، کشاف معضلات فقہیہ، واقف قوانین نظم و نثر، صاحب فضائل بیحد و حصر ہیں''

صاحب تواریخ واسطیہ ص ۵۴۸؍ پر تحریر فرماتے ہیں:

''(آپ) بڑے عالم و فاضل و کامل ہادی اصول ماہر، علم معقول و منقول، زبدۃ العلماء، نخبۃ الفضلاء، خلاصۃ الاتقیاء، عمدۃ الاصفیاء بڑے مشہور و معروف پیش نماز ہیں:

مولانا سید علی حسن اختر

مولانا اولاد حسن صاحب نے تاریخ وفات نظم کی۔

رفت از جہان لبوئے جناں عالم کہ بود

از ذات دے سر پر ہدایت بزیب وزین

ہست آشکار ازرہ ترکیب نام او

کا ندر امام ہست مثال علی حسن

روشن وفات اوست دریں مصرع ای سلیم

تیار قبر مولوی سید علی حسین

(۱۳۱۷ھ)

آپ کے شاگردوں میں سے چند کے نام ذکر کئے جاتے ہیں: مولانا محمد مصطفیٰ صاحب، مولانا ارتضیٰ حسن صاحب، قاضی ایزد بخش صاحب، مولانا احمد حسین صاحب۔

☆☆☆☆☆

سید علی حسن اختر

آپ نے سید ذکی حسن صاحب مرحوم ساکن محلّہ صدو کے گھر میں آنکھ کھولی، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد نور المدارس امروہہ میں داخلہ لیا، جہاں تفسیر و حدیث، فقہ، اصول کی تعلیم حاصل کی حاجی مرتضیٰ حسین طاب ثراہ سے خاص تلمذ رہا۔

اس کے علاوہ منشی، فاضل، پنجاب یونیورسٹی اور منشی، مولوی، عالم کے امتحانات الہ آباد بورڈ سے نمایاں کامیابی کے ساتھ پاس کیئے، ۱۹۲۳ء میں بی.اے. مشن ہائی اسکول دہرہ دون میں ہیڈ پرشین ٹیچر مقرر ہوئے اور بحسن وخوبی اپنے فرائض کو انجام دیتے رہے، تقسیم ہند کے بعد پاکستان جاکر مسلم ہائی اسکول راولپنڈی میں ۲۳ رسال تک ہیڈ پرشین ٹیچری کے خدمات انجام دیئے۔ ۱۹۶۹ء میں بیٹوں کے اصرار پر تدریسی سلسلہ کو خیرباد کرکے تصنیف وتالیف میں مشغول ہوئے اور مختلف کتابیں تحریر فرمائیں۔

تصانیف:

ذکر معصوم، خطبات راشدہ، خروج مختار، طب الصادقؑ، انوار امامت، فاطمہ کا چاند، ترجمہ منظوم حدیث کساء، آفتاب ظہور مہدیؑ اور ارمغان عقیدت وغیرہ بہت مشہور کتابیں ہیں۔

اولاد: سید مظفر حسن، سید حسن اختر، سید محسن اختر

آپ کے مجھلے صاحبزادے پروفیسر سید حسن اختر تقسیم ہند سے انڈین ملٹری اکادمی میں چیف اردو انسٹرکٹر تھے، قائم پاکستان کے بعد پاکستان ملٹری اکادمی کاکل ہزارہ میں اعلیٰ عہدہ پر فائز رہے، آرمی کی ملازمت سے سبکدوش ہوکر حبیب پبلک اسکول کراچی کے پرنسپل رہے اس کے بعد حبیب ٹرسٹ کے چیرمین مقرر ہوئے، ذاکر اہل بیتؑ اور شاعر تھے۔

☆☆☆☆☆

﴿سید فخر الحسن﴾

(۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء)۔(۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء)

آپ کی پیدائش ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء کو محلہ مجاپوتہ امروہہ میں ہوئی، حاجی سید معجز حسن ساکن محلّہ مجاپوتہ کے فرزند تھے، دارالعلوم سید المدارس میں تعلیم حاصل کی تکمیل دروس کے بعد اسی مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دینے لگے، آپ ذاکری بھی فرماتے تھے، صبح عاشورہ مجلس کئی سال تک آپ نے پڑھی، مصائب میں بہت زیادہ گریہ کرتے تھے، جس سے سامعین پر بھی رقت طاری ہوتی تھی، آپ کو حجۃ الاسلام مولانا سید محمد مجتہد طاب ثراہ کی دامادی کا بھی شرف حاصل تھا، موصوف مولانا سید محمد عبادت صاحب مرحوم، مولانا سید محمد ثقلین صاحب مرحوم کے معاصرین میں تھے، آخری عمر میں لکھنو تشریف لے گئے، اور کچھ عرصہ تک جامعہ ناظمیہ لکھنؤ میں مدرس رہے۔

طویل علالت کے بعد لکھنؤ ہی میں ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء کو داعی اجل لبیک کہا اور ملکہ کشور کی کربلا میں سپرد لحد ہوئے، شاگردوں میں مولانا سید عطا محمد صاحب مولانا سید ابوطالب صاحب، مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اولاد: سید حضور الحسن، سید وفور الحسن، سید شعور الحسن، سید طہور الحسن، سید غیور الحسن، سید نظور الحسن۔
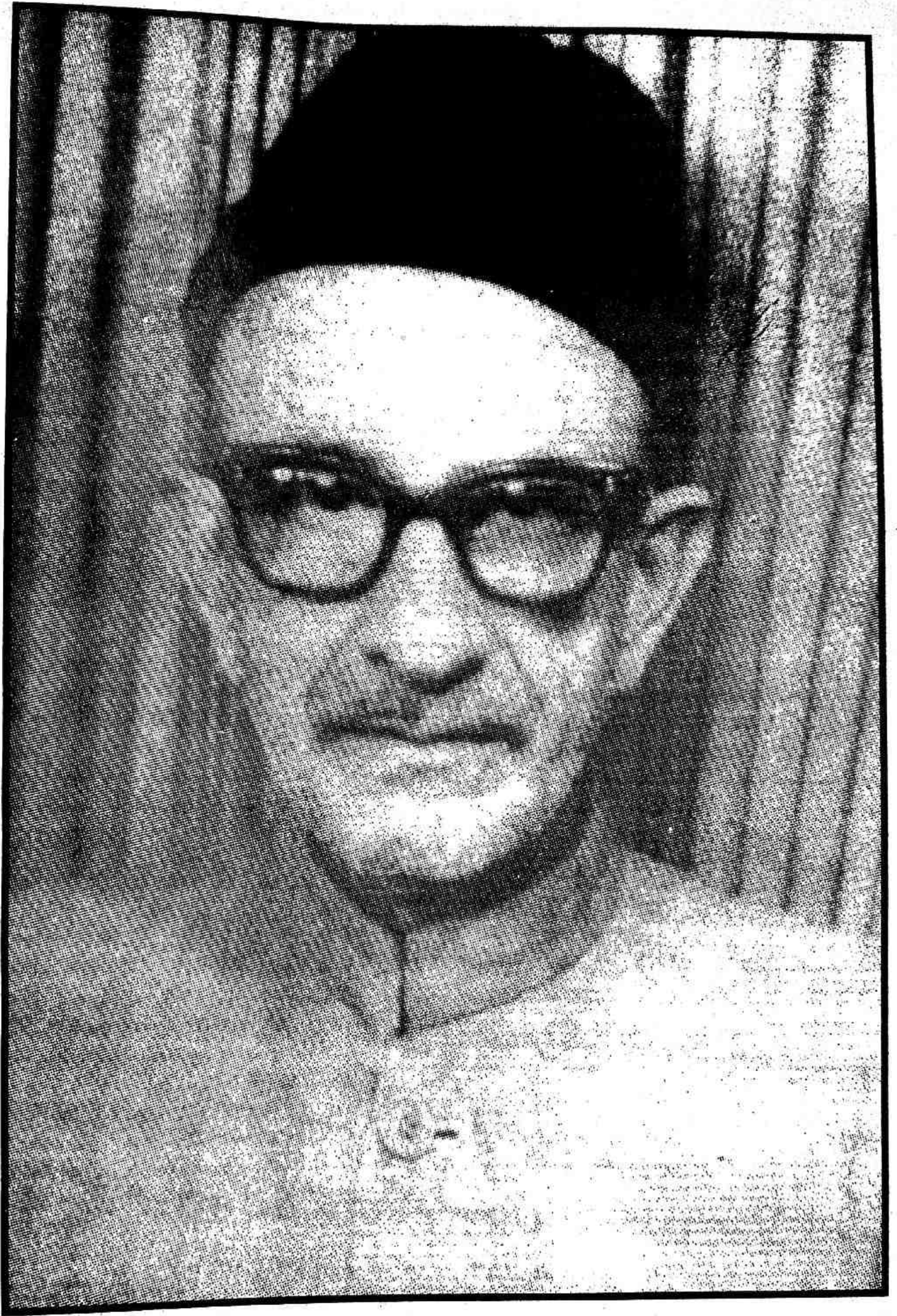
مولانا سید قائم رضا نسیم

سید قائم رضا نسیم

(۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء)-(۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء)

آپ کی ولادت علمی و ادبی ماحول میں ۲۷ر رجب ۱۳۲۶ھ ۲۴ر اگست ۱۹۰۸ء دوشنبہ بوقت اذان صبح امروہہ محلّہ دانشمندان میں ہوئی، کمسنی میں سب سے پہلے والد جناب برجیس مرحوم کا سایۂ شفقت اس کے بعد دادا فرزدق ہند مولوی جواد حسین شمیم امروہوی کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھا، یہ وہ حادثات تھے جن سے مولانا مرحوم کی زندگی جتنی بھی متاثر ہوتی وہ کم تھی۔

ایسے حالات میں تعلیم و تربیت صحیح طرح ممکن نہ تھی، لیکن قدرت نے آپ کے لئے دوسرا انتظام کیا کہ ایک مہربان اور لائق ماں کی آغوش دی جس میں پرورش پا کر آپ نہ صرف زیور شرافت و انسانیت سے آراستہ ہوئے بلکہ جذبہ علم دین و ادب بھی پیدا ہوا۔

قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم کا آغاز بروز عید غدیر ۱۸ر ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ/ ۲۱ دسمبر ۱۹۱۱ء کو ہوا، پھر آپ علمی منازل کو خود ہی طے کرتے چلے گئے، عربی فارسی بورڈ اور پنجاب یونیورسٹی سے منشی اس کے بعد کامل، مولوی، عالم، فاضل ادب و فقہ (درس نظامی) اور نور الا فاضل کی اسناد حاصل کیں۔

یوں تو ہند و پاک کے بیشتر شہروں میں آپ کا جانا ہوا، لیکن امروہہ کے علاوہ لکھنؤ، رام پور، میرٹھ، کراچی اور خیر پور میں زیادہ قیام رہا، ہندوستان

میں قیام کے دوران نورالمدارس امروہہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، بابِ العلم نوگانواں سادات کے صدر مدرس اور منصبیہ عربی کالج میں مدرس، جوبلی انٹر کالج لکھنؤ میں معلم عربی، چرچ مشن ہائی اسکول لکھنؤ میں ہیڈ مولوی اور پروفیسر وانچارج شعبہ فارسی اورینٹل انٹر کالج رامپور وغیرہ جیسے ذمہ دار عہدوں پر فائز رہے۔

۱۵/مئی ۱۹۵۰ء کو پاکستان کی طرف ہجرت کیا اور ریاست خیر پور (سندھ) میں قیام کیا وہاں سے سہ روزہ اخبار ''مراد'' نکالا اور خود ہی ادارت کی ذمہ داری سنبھالی، یہ اخبار ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۱ء تک نصف اردو اور نصف سندھی میں شائع ہوا، اس کے بعد کراچی تشریف لے گئے، اور مرکزی حکومت پاکستان کے قائم کردہ ''ترقی اردو بورڈ'' کراچی سے وابستہ ہوئے اور اردو زبان کی بسیط لغت کی ادارت کی ذمہ داری سنبھالی، اس کام کے مکمل کرنے کے بعد حکومت پاکستان کی خواہش پر کلام اقبالؔ کی شرح لکھنے میں مصروف ہوئے۔

رام پور کے قیام کے دوران نواب رضا علی خاں والئی رام پور سے بھی بسلسلہ شعر وسخن خاص قرب رہا۔

مولانا مرحوم کو شاعری سے خاص لگاؤ تھا، خصوصاً صنف مرثیہ میں مکمل عبور رکھتے تھے، آپ کو اردو میں جدید مرثیہ کا بانی کہا جاتا ہے، موصوف نے ۳۰۰ کے قریب مرثیے کہے جو لاجواب ہیں، ۱۹۲۳ء یعنی ۱۵/سال کی عمر سے آپ کی مرثیہ نگاری کا آغاز ہوا۔

یہ حقیقت ہے کہ آپ پاکیزہ نفس، نیک باطن، پرخلوص، بااخلاق، بامروت اور مجسم شرافت تھے، آپ کی کشادہ پیشانی پر اعلیٰ ظرفی کے آثار اور ان کے سینے میں انسانیت نواز دل موجود تھا، برابر والوں سے گفتگو میں عالمانہ شان اور چھوٹوں کے ساتھ انکا شفقت و محبت کا انداز منفرد تھا۔

اولاد: سید شمیم حیدر، سید قسیم حیدر، سید نسیم حیدر، سید وسیم حیدر

آپ کا انتقال ۲۹ رجمادی الثانی ۱۴۰۸ھ/ ۲۸ر فروری ۱۹۸۷ء کو کراچی میں ہوا، آپ نے اہم موضوعات پر کثیر تعداد میں کتابیں تحریر کیں جن کی طویل فہرست ہے جو آپ کی اعلیٰ علمی صلاحیتوں کی عکاس ہیں۔

ترجمہ تفسیر اصفی، معیار الاشعار طوسی: انوار احمدی پریس الہ آباد

نقادہ شعر، شرح کلام میر و غالب، معراج العروض: انوار احمدی پریس الہ آباد

شرح مصباح فارسی، شرح جواہر فارسی، حدائق البلاغت، نسیم القواعد، نسیم البلاغت، پھولوں کا ہار، معلم المکاتب (۸)، منظومات، منثورات چراغ زندگی (۲ حصے)، ہندوستانی بول چال، الفلسفہ، ملت شیعہ اور سیاست حاضرہ، جنگ عالمگیر، ساز حریت، مرقع غم، خطبات مشران، قران السعدین رموز غیبت، فلسفہ غم، نسیم اللغات، رئیس اللغات، المنطق، النحو، الصرف، تاریخ خیر پور، ترجمہ صحیفہ کاملہ، ترجمہ توضیح المسائل آقای خوئی ؒ،

مراثی نسیم، دعائے فاطمہؑ، مومن آل ابراہیم، ترجمہ مناسک حج آقای خوئیؒ تفسیر و ترجمہ پارہ عم، دینیات کی کتاب (۵ حصے)، فرہنگ اقبال

﴿سید قطب الدین﴾

آپ سید غازی الدین خان بن وجیہ الدین از اولاد قاضی سید امیر علی خلف اکبر سید حسین شرف الدین شاہِ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے، آپ کے والد سید غازی الدین خاں منصبدار شاہی اور خطاب ''خانی'' سے سرفراز تھے، سید قطب الدین صاحب جلیل القدر، جید الاستعداد، متبحر عالم و فاضل تھے، آپ کا شمار عہد محمد شاہ اکبر میں ممتاز علماء میں تھا، ''۹۸۳ھ میں آپ کو بشمول بعض دیگر اشخاص گیارہ سو بیگہ پختہ اراضی مدد معاش میں عطا ہوئی، فرمان شاہی میں آپ کا نام باین القاب تحریر ہے'' ''سیادت وفضیلت آثار و تقویٰ شعار صلاح اثار، سید قطب الدین''، ''المتوکل علی اللہ الغنی قطب الدین'' آپ کے فرزند سید محمد محسن صاحب بھی جید عالم اور منصبدار شاہی تھے۔ (تذکرۃ الکرام ص: ۲۵۶، تاریخ اصغری ص: ۹۰، واسطیہ ۲۲۹)

راقم کے جد اعلیٰ تھے ایک قبرستان سید محمد محسن کے نام سے موسوم ہے، جو دھنورا روڈ متصل چوراہہ محلہ لکڑا ہے، اولاد سید محمد محسن ساکن محلہ حقانی سے مخصوص ہے جس کے منتظم ونگراں برادر بزرگ سید تاجدار حسین بن سید علمدار حسین مرحوم ہیں، اس قبرستان میں ایک مجلس عزا ۲۰ رصفر المظفر بروز اربعین سید الشہداء بوقت ۴ ربجے شام منعقد ہوتی ہے، جس میں کثیر رتعداد میں مومنین شرکت فرماتے ہیں، اس مجلس کے بانی موصوف ہی ہیں۔

﴿سید لطف علی حقانی﴾

آپ سید طفیل محمد بن علی کے فرزند تھے، آپ کے والد طفیل محمد صاحب عہد عالمگیر اورنگ زیب بادشاہ میں حسبِ فرمان مورخہ ہفتم محرم الحرام ۴۱ جلوس بادشاہ موصوف و بموجب فرمان مورخہ ۱۳/ذی قعدہ ۳۶ جلوس موصوف پنجابی ذات کے منصب دار تھے۔

مولانا سید لطف علی صاحب اپنے وقت کے جید وممتاز عالم و فاضل تھے، زہد وتقویٰ و پرہیزگاری میں نامدار تھے، آپ کی علمی جلالت سے متاثر ہو کر بادشاہ نے ''حقانی'' کا خطاب عطا کیا، جس کے سبب محلّہ ہی اس نام سے موسوم ہوا۔

صاحب تواریخ واسطیہ ص:۲۳۶/ پر رقمطراز ہیں:

''عہد محمد شاہ بادشاہ میں یہ منصب دار جلو قدیم تھے، فرمان تعداد منصب ان کا دستیاب نہیں او بموجب سند ۲۲، ۳۶/محمد شاہی ان کو خطاب حقانی کا عطا ہوا تھا یہ بڑے نامدار و باقتدار و بڑے جاگیردار و معافی دار گذرے ہیں انہیں کے خطاب سے محلّہ موسوم ہے''

☆☆☆☆☆

﴿سید لقا علی﴾

(۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء)-(۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء)

آپ ۱۹/اگست ۱۸۹۹ء/ ۱۳۱۷ھ کو امروہہ میں حاجی ارتضٰی حسن صاحب ساکن محلّہ گذری کے یہاں متولد ہوئے۔

ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، پھر گورنمنٹ ہائی اسکول امروہہ ۱۹۱۷ء میں میٹریکولیشن پاس کیا، آپ کو نورالمدارس امروہہ میں حاجی مرتضٰی حسین طاب ثراہ اور سرکار یوسف الملت سید یوسف حسین طاب ثراہ سے شرف تلمذ رہا، ۱۹۱۸ء میں ملا الہ آباد اور ۱۹۱۹ء میں امتحان ملا فاضل نورالمدارس سے امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کیا جس کے انعام میں مدرسہ سے مبلغ تیس روپیہ ملے، ۱۹۲۰ء میں امتحان فاضل اچھے نمبروں سے پاس کرنے کے بعد اپریل ۱۹۲۱ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول فیض آباد میں بعہدہ ہیڈ مولوی تقرر ہوا اسی سال وہ اسکول انٹر میڈیٹ کالج ہوگیا، آپ وہاں پانچ سال تک عربی پڑھاتے رہے ۱۹۲۴ء میں یو. پی. بورڈ ہائی ایجوکیشن کا امتحان ایف.اے. سیکنڈ ڈویژن سے پاس کیا، عربی میں نہ صرف درجہ امتیاز بلکہ یو. پی. میں اول نمبر کامیابی پر الہ آباد یونیورسٹی سے مڈن اسکالرشپ ملا۔

اگست ۱۹۲۵ء میں گورنمنٹ نے کل صوبہ سے انتخاب پولیس ٹریننگ اسکول مرادآباد میں اردو پروفیسر کے لئے آپ کا انتخاب کیا اور اگست ۱۹۲۵ء

سے اپریل ۱۹۳۲ء تک بحیثیت پروفیسر کام کرتے رہے اور یوروپین اور انڈین گزٹیڈ افسران کو تعلیم دیتے رہے۔

۱۹۳۰ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی.اے. کیا، عربی میں اول نمبر کامیابی پر "حق پرائز" پایا، ۱۹۳۲ء میں اسی یونیورسٹی سے ایم.اے. (عربی) کا امتحان دیا اور اول پوزیشن کے ساتھ نمایاں کامیابی حاصل کی۔

۱۹۳۴ء الہ آباد ٹریننگ کالج سے ایل.ٹی. کی سند حاصل کی اور انٹر کالج الہ آباد میں مدرس ہوئے۔

۱۹۳۷ء میں زیارات مشاہد مقدسہ سے مشرف ہوئے اور ۱۹۴۸ء میں براہ خشکی زیارات ثامن الحج حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام مشہد مقدس سے مشرف ہوئے، انجمن تحفظ عزاداری (رجسٹرڈ) امروہہ کے سرگرم رکن رہے کچھ عرصہ انجمن مذکور کے سکریٹری کی حیثیت سے خدمات انجام دیں آپ نے ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء کو رحلت کی۔ کئی سال تک انجمن اصلاح معاشرت امروہہ کے سرگرم کارکن بھی رہے۔

(سلور جوبلی نمبر انجمن وظیفہ سادات ص ۱۳۹)

تصانیف:

هديه طيب المعروف به نغمۂ مستانه

اولاد: سید محمد مرتضٰی مرحوم

☆☆☆☆☆
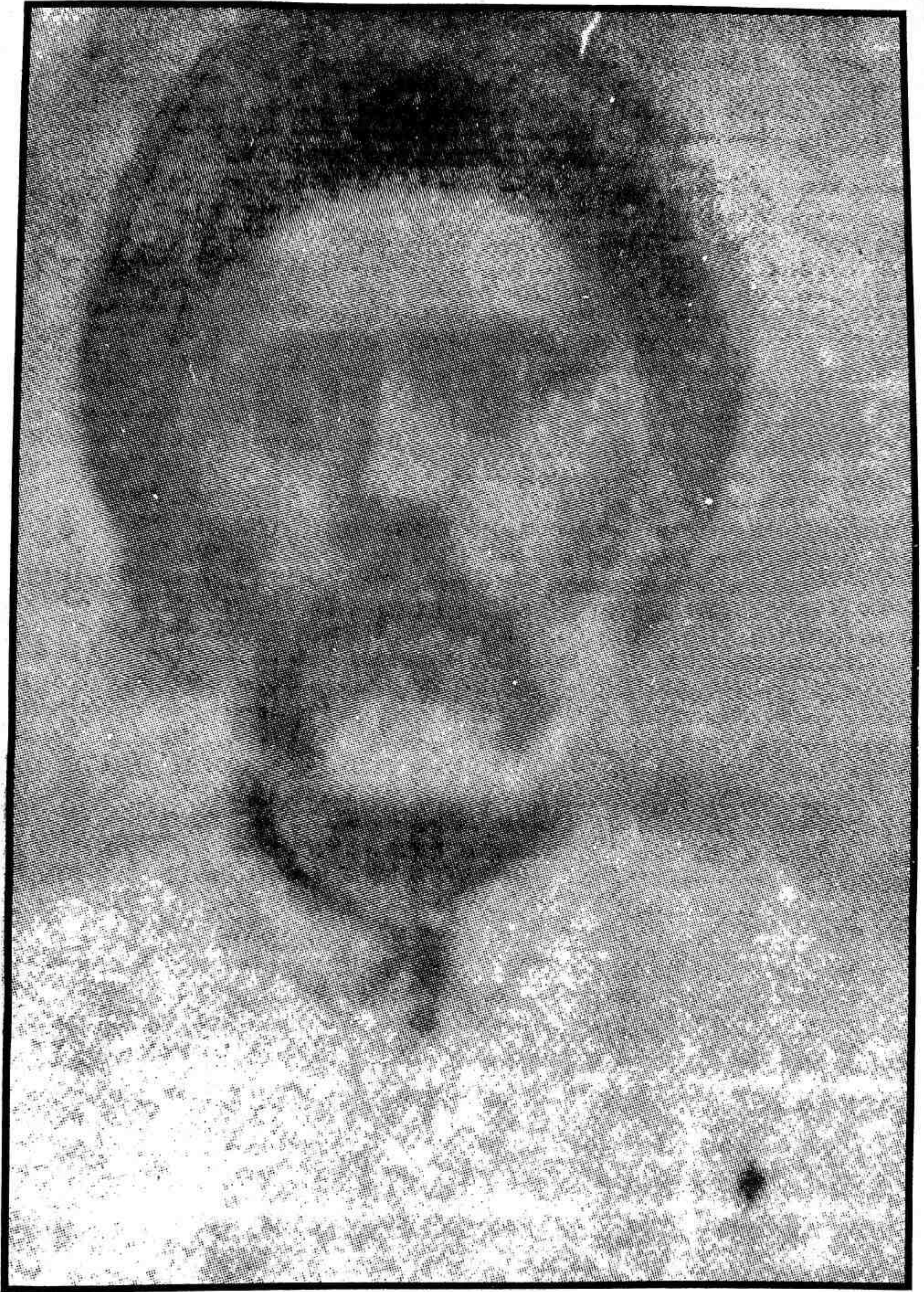
مولانا سید محمد

سید محمد

(وفات:۱۹۴۳ء)

آپ سید آلِ مرتضٰی صاحب، ساکن محلّہ پچدرہ کے فرزند تھے، نورالمدارس میں حاجی مرتضٰی حسین صاحب سے شرف تلمذ حاصل کیا، تکمیل درس کے بعد امام المدارس میں عربی کے مدرس مقرر ہوئے، اس وقت امام المدارس عزاخانہ محلّہ بگلہ میں تھا، بچوں کو انتہائی محبت و شفقت سے درس دیتے تھے، وقفہ کے دوران مسجد میں ظہر و عصر کی نماز باجماعت پڑھاتے تھے، جب یہ مدرسہ نئی عمارت واقع آزاد روڈ پر منتقل ہوا تب بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

آپ زہد وتقویٰ، پرہیزگاری، خلق و مروت میں نامدار تھے، عربی و فارسی میں جیدالاستعداد تھے، مولانا سید باقر حسین صاحب مرحوم کے بعد نکاح خوانی کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی جس کو تاحیات انجام دیتے رہے، آپ کے تین فرزند ہوئے، سید میر محمد، سید عون محمد، سید شان محمد، آپ نے تقریباً ۱۹۴۳ء میں رحلت کی۔

☆☆☆☆☆

سید محمد

(وفات:۱۹۴۳ء)

آپ سید آلِ مرتضیٰ صاحب، ساکن محلّہ پچدرہ کے فرزند تھے، نورالمدارس میں حاجی مرتضیٰ حسین صاحب سے شرف تلمذ حاصل کیا، تکمیل درس کے بعد امام المدارس میں عربی کے مدرس مقرر ہوئے، اس وقت امام المدارس عزاخانہ محلّہ بگلہ میں تھا، بچوں کو انتہائی محبت و شفقت سے درس دیتے تھے، وقفہ کے دوران مسجد میں ظہر و عصر کی نماز باجماعت پڑھاتے تھے، جب یہ مدرسہ نئی عمارت واقع آزاد روڈ پر منتقل ہوا تب بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

آپ زہد و تقویٰ، پرہیزگاری، خلق و مروت میں نامدار تھے، عربی و فارسی میں جید الاستعداد تھے، مولانا سید باقر حسین صاحب مرحوم کے بعد نکاح خوانی کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی جس کو تاحیات انجام دیتے رہے، آپ کے تین فرزند ہوئے، سید میر محمد، سید عون محمد، سید شان محمد، آپ نے تقریباً ۱۹۴۳ء میں رحلت کی۔

☆☆☆☆☆

سید محمد ابوطالب

(۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء)-(۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء)

مولانا سید نسیم حسن ہلالؔ ساکن محلّہ گذری کے فرزند تھے آپ کی ولادت ۱۳۴۳ھ/۲۴رجنوری ۱۹۲۴ء کو ہوئی، ابتدائی تعلیم مسجد جوادیہ کے مکتب میں حاصل کی جس میں مولوی عطا حسن صاحب تعلیم دیتے تھے اس کے بعد دارالعلوم سید المدارس میں داخلہ لیا، ۱۹۴۳ء میں مولوی پاس کیا، ۱۹۴۵ء میں عالم، ۱۹۴۶ء میں فاضل عربی فارسی بورڈ سے پاس کیا، اس کے بعد دو سال تک مدرسہ عالیہ جعفریہ نوگانواں سادات میں تدریس کی، ۱۹۴۷ء میں سیدالمدارس میں مدرس ہوئے، اور ۱۹۷۸ء تک نائب پرنسپل رہے، اس کے بعد جولائی ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۴ء تک بحیثیت پرنسپل تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دیئے، ۱۹۸۴ء میں رٹائر ہونے کے بعد مقبرۂ عالیہ رامپور میں امامِ جمعہ و جماعت مقرر ہوئے، علالت کے سبب رامپور کو خیرباد کیا اور مستقل طور پر امروہہ ہی میں مقیم ہوگئے اور مسجد جوادیہ محلّہ گذری میں پیش نمازی کرنے لگے، نکاح خوانی کی ذمہ داری بھی بحسن وخوبی انجام دیتے تھے۔

تصانیف: قواعد تجوید کا ترجمہ مطبوعہ امروہہ، دستور زندگی، مطبوعہ امروہہ

آپ نے ۱۴۱۸ھ/ ۹رد سمبر ۱۹۹۷ء کو رحلت کی۔

اولاد: سید اسد علی مرحوم، سید علی بن ابوطالب عرف بلال، سید محمد علی صاحب
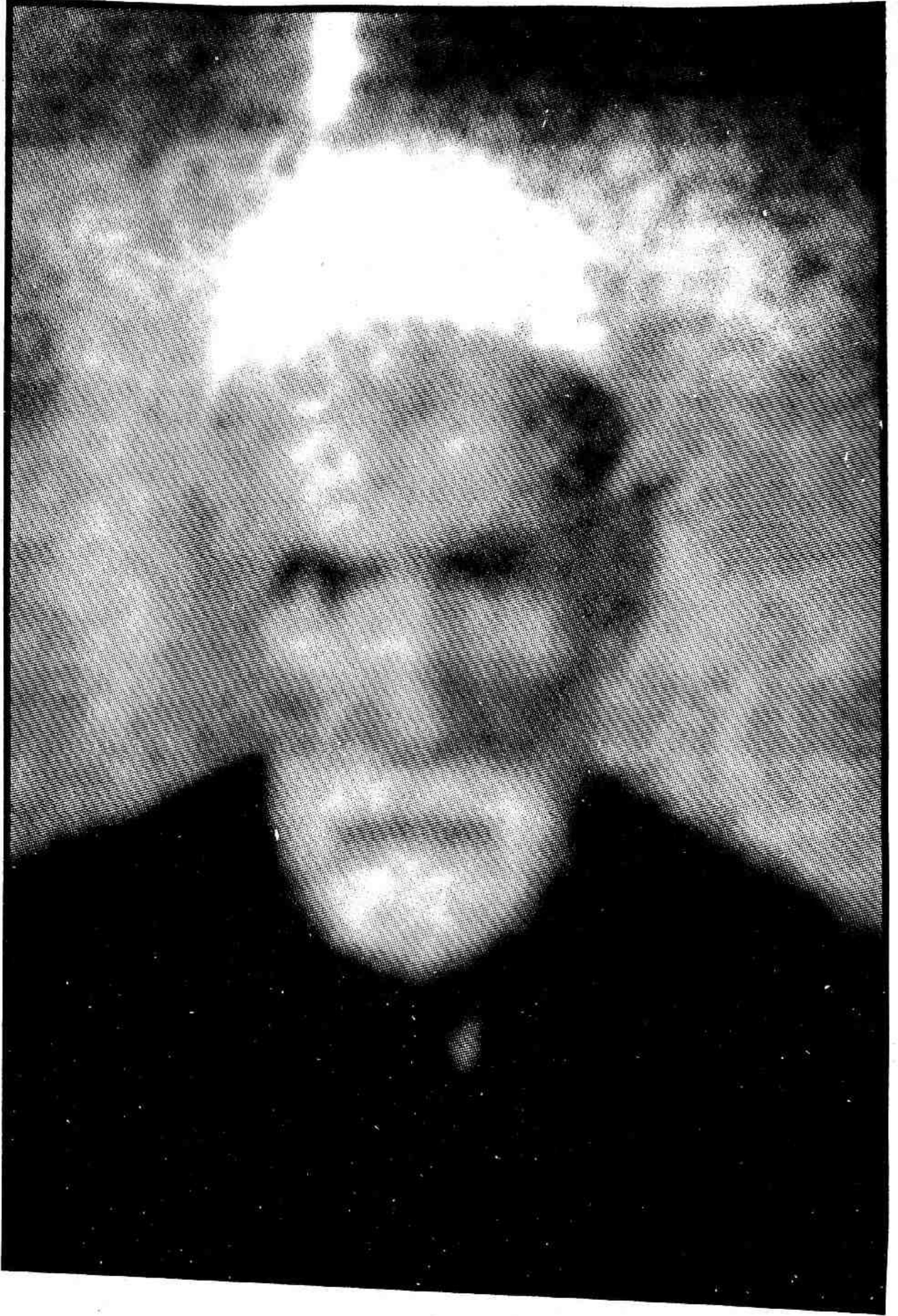
مولانا محمد احمد

سید محمد احمد

(۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء)۔(۱۳۵۸ھ/۱۹۶۵ء)

حاجی مرتضیٰ حسین طاب ثراہ کے خلف صالح تھے آپ کی ولادت ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کو محلّہ دانشمندان میں ہوئی، آپ نے علمی گھرانے میں آنکھ کھولی بچپن ہی سے علم دین کی طرف میلان تھا، والد ماجد اپنے وقت کے عالم باعمل اور برادر بزرگ آیۃ اللہ سید یوسف حسین طاب ثراہ فقیہ بزرگ تھے، ایسے علمی ماحول میں آپ نے تعلیم حاصل کی،

بعد ازاں نورالمدارس امروہہ میں بھی والد ماجد سے استفادہ کیا پھر عربی و فارسی بورڈ سے فاضل ادب اور مدرسہ عالیہ رامپور سے مولوی فاضل کی اسناد حاصل کیں۔آپ نیک خصلت، نیک افعال، صالح الاعمال، ذی علم، سادہ مزاج، با اخلاق، پاکباز عالم تھے، آپ کے زہد وتقویٰ کو دیکھ کر سرکار نجم الحسن طاب ثراہ نے اپنی منجھلی صاحبزادی آپ سے منسوب کی، آپ کچھ عرصے محکمۂ تعلیم میں اردو فارسی کے مدرس رہے اس کے بعد حسین آباد ہائی اسکول لکھنؤ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے اور ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء میں اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوئے۔آپ نے ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۶۵ء کو لکھنؤ میں رحلت فرمائی اور کربلا ملکہ آفاق لکھنؤ میں دفن ہوئے۔

(مطلع انوار ۴۹۳ وانوارقم ص ۱۴۳)

اولاد: سید آفتاب احمد، سید سلطان احمد، سید شہنشاہ احمد، سید خورشید احمد، سید ذہین احمد، سید شہزاد احمد، سید غلام السیدین

☆☆☆☆☆

﴿سید محمد اشرف دانشمند﴾

(۹۶۵ھ/۱۵۵۷ء)-(۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء)

آپ سید محمد سعید خاں کے فرزند تھے آپ کی ولادت ۹۶۵ھ/۱۵۵۷ء بمقام نہٹور ہوئی، صاحب انوار قم نے ص ۴۷ پر آپ کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے: "آپ فقیہ و فاضل، عالم جید، باعمل بے بدل، روشن دل، روشن خیال، بلند نفس، بلند کردار، اخلاق حسنہ سے آراستہ، خیر و سعادت کے خزینہ دار تھے"،

نیز سید العلماء، زبدۃ الفضلاء جیسے عظیم القابات آپ کے نام کے ساتھ لکھے ہیں، جناب کمال محمد مشہدی جو حضرت شاہ ولایت کی نسل میں آٹھویں پشت پر ہین اپنی کتاب "اسراریہ" ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۷ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"میں نے سید اشرف کو دیکھا تھا، عالم وفقیہ اور بزرگ سادہ تھے، مجھ پر لطف وعنایت رکھتے تھے سنا ہے کہ ایک دن ان کے سامنے ایک ایسے لڑکے کو لایا گیا جس کے پاؤں میں کجی تھی آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ دعا

فرمائین کہ اس بچہ کے پاؤں ٹھیک ہو جائیں، آپ نے اس بچے کا پاؤں اپنے دست مبارک سے پکڑ کر بچے سے فرمایا کہ لڑکے پاؤں ٹھیک رکھو یہ فرمانا تھا کہ پاؤں ٹھیک ہو گیا"

صفحہ ۴۹ ؍ پر صاحب انوار قم رقمطراز ہیں:

"سید العلماء نہ صرف عالم دین تھے بلکے پشتنی رئیس و جاگیردار بھی تھے کہ پرگنہ رجب پور میں آپ کی جاگیر تھی اور آپ ایک عالم جید صاحب علم وفضل، زاہد و متقی فقیہ عظیم المرتبت نجیب بزرگ تھے جو کہ اپنے تبحّر علمی اور اصابت رائے کی بنا پر دربار شاہنشاہ ہند سے خطاب دانشمند سے سرفراز تھے اور یہ خطاب عہد مغلیہ وعہود شاقہ میں ان علماء و فضلاء کو حاصل ہوتا تھا جو تبحر علمی رکھتے تھے، آپ نے امروہہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، اور یہ زمین خریدی جہاں یہ محلّہ دانشمندان آباد ہے۔

وفات: آپ کی وفات ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء میں ہوئی۔ (انوار قم ص ۴۹)

صاحب تواریخ واسطیہ ص ۲۴۲ ؍ پر لکھتے ہیں:

"سید موصوف صاحب نے کتاب اسراریہ کی یہ عبارت نقل کی ہے:

"من سید اشرف را دیدہ ام عالم بود وفقیہ و بزرگ سادہ ہر من لطف و عنایت داشتی" (واسطیہ ص ۲۴۳) "میں نے محمد اشرف کو دیکھا ہے بڑے عالم و فقیہ اور سادہ مزاج بزرگ اور مجھے لطف و عنایت کرتے تھے"۔

اولاد: سید محمود مرحوم
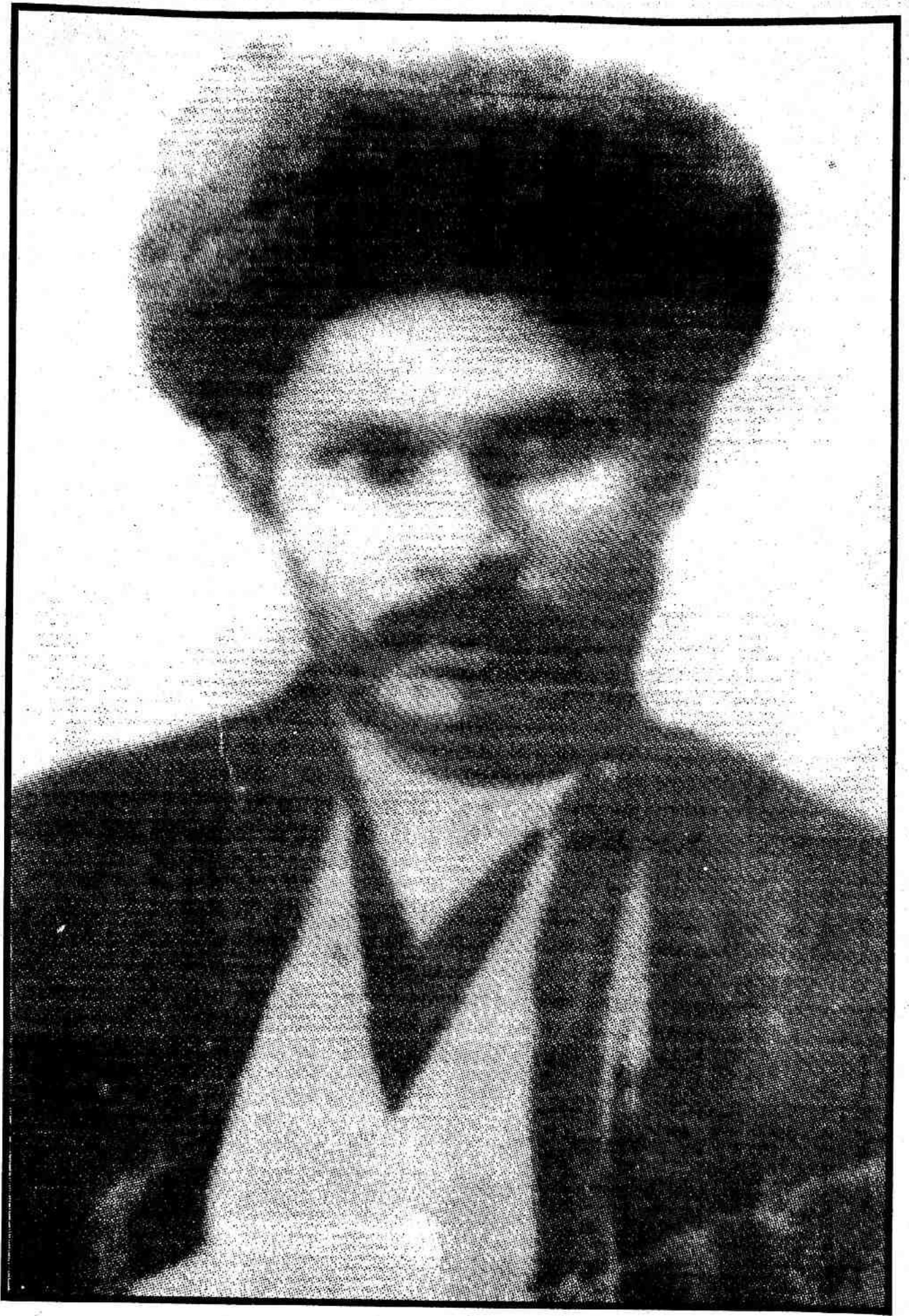
مولانا سید محمد نقوی

﴿سید محمد بن نجم العلماء﴾

(۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء)۔(۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء)

سرکار نجم العلماء نجم الحسن اعلیٰ اللہ مقامہ کے فرزند تھے، ۲۴/ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء کو امروہہ میں متولد ہوئے، جناب مفتی اعظم سید محمد عباس صاحب مرحوم نے قطعہ تاریخ ولادت لکھا۔

چوں بہ نجم الحسن کہ در امثال　　　مثل شمس است درمیان نجوم
روز عید مباہلہ کہ بود　　　شرف وقدر وفضل آں معلوم
حق عطا کردہ است طفل سعید　　　اسم او مخبر از سرتا معصوم
سال تاریخ مولدش گفتم
زرس گلستان ورع ومعلوم

(چونکہ جناب مفتی صاحب سید محمد حسن نام تجویز فرمایا تھا اس لئے سرتا معصوم سے اشارہ کیا) دوسرا قطعہ۔

سید پاک کہ نجم الحسن است　　　نورعین وثمر قلب من است
حق عطا کرد باو طفل جدید　　　طالعش باد ہمایوں وسعید
شود از اہل کمال این فرزند　　　تا ہمہ خلق از وفیض رسند
ماہ ذی الحجہ بہ بست وچارم　　　شد وتا عید برائے مردم
بلبل خانہ بتاریخش گفت　　　چہ گل در چمن علم شگفت

سید محمد عرفیت تھی کمسنی ہی سے علم کا شوق تھا، لہو ولعب سے نفرت تھی، مجالس علمیہ میں بیٹھنے اور علمی مباحث سننے کا شوق تھا۔

دس گیارہ سال کی عمر میں ایسے کمال تک پہونچ گئے کہ جناب مولانا سید محمد مہدی صاحب ادیبؔ کے مکان پر پندرہ روزہ جو صحبت فضائل منعقد ہوتی تھی جس میں نامور ادیب و شعراء شرکت کرتے اور داد سخن دیتے تھے، وہاں مولانا مرحوم نے اسی کم عمری میں عربی قصیدہ پڑھا جس کو سن کر بڑے بڑے ادیب محو حیرت رہ گئے، آپ کی قابلیت و ذہانت کے گرویدہ ہوگئے۔

بچپن ہی میں آپ کی ذہانت کا چرچا ہونے لگا، سرکار نجم العلماءؒ نے بچے کی زکاوت و ذہانت کو دیکھ کر علوم دینیہ کی طرف متوجہ کر دیا۔

ابتدائی تعلیم گھر میں پھر مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ میں داخلہ لے لیا، آپ پر اساتذہ کی خاص نظر تھی، مدرسہ سے ممتاز الافاضل کی سند حاصل کی، اور لباس روحانی وعبا قبا سے شرفیاب ہوئے، تکمیل دروس کے بعد مدرسہ ناظمیہ ہی میں شرح لمعہ وقوانین الاصول کا درس دینے لگے، انداز تدریس میں منفرد تھے، تلامذہ پر پدرانہ مہر ومحبت فرماتے تھے، معقولات کی کتب قدیمہ کے مطالعہ سے بہت دل چسپی تھے، اصول فقہ اور ادب میں مہارت حاصل تھی، آپ ضعف و امراض چشم میں مبتلا ہوئے پھر ضعف صدر کی شکایت ہوگئی تھی اس کے باوجود جب افاقہ ہوتا درس وتدریس میں مصروف ہوجاتے تھے، آخر تپ لازم ہوگئی۔

۲رجمادی الاول ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء کو لکھنؤ میں رحلت فرمائی اور حسینیہ

غفرانمآب میں سپرد لحد کیئے گئے۔

آپ کی وفات حسرت آیات پر صاحب تذکرہ بے بہا مولانا محمد حسین صاحب نے قطعہ لکھا۔

چوں سید محمد ادیب سخنور   بجنت رواں شد رضا کریما

زدنیاوی دوں رفت بربست فوراً   جو بہر سفراز خدا یافت ایما

بہاؤ ضیاء جناں شد و بالا   زنور وتجلاوی آں ماہ سیما

پئی سال تاریخ رضوان جنت نداز دلقد فاز فوزاً عظیما

مصرع آخر فقرہ آخری تاریخ ہے

مصرع اول سے ہے جو مثل گلدستہ بہم

خلد میں پہونچے جو دنیا سے تو رضواں نے کہا

پھول سے نجم الحسن کے بس گیا باغِ ارم   (۱۳۳۷ھ)

تصانیف:

- شریعۃ الاسلام   مطبوعہ
- رسالہ در جواب معراج العقول (عربی)
- کدالقلم فی الجذر الاصم
- رسالہ فی الصرف والنحو

اولاد: تاج العلماء سید محمد زکی، سید محمد عابد، مولانا سید محمد رضی مرحوم۔
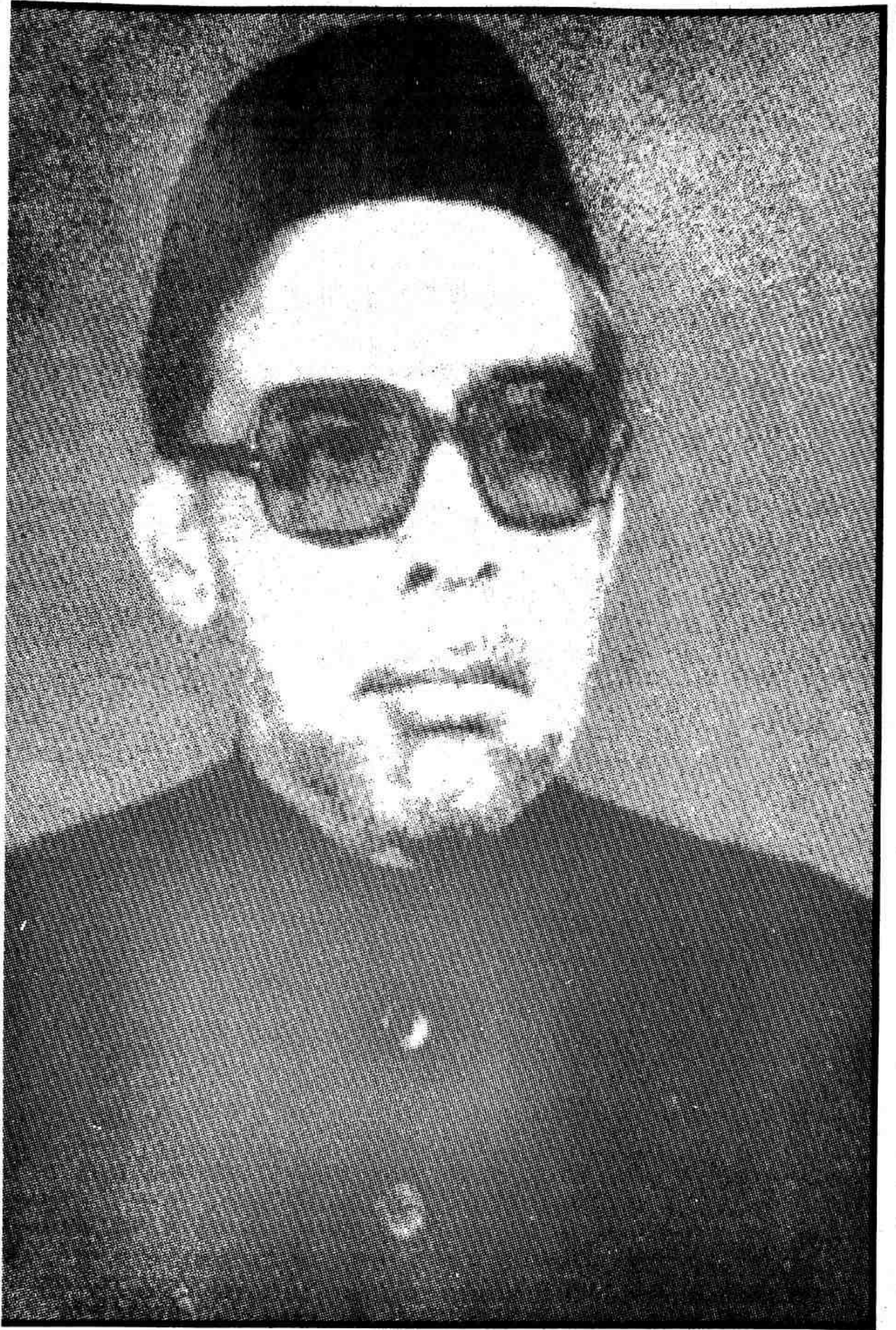
مولانا سید محمد حبیب الثقلین

﴿سید محمد حبیب الثقلین﴾

(ولادت: ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء)

مولانا سید محمد صاحب قبلہ مجتہد طاب ثراہ کے فرزند تھے، ۲۴ر شوال ۱۳۳۶ھ، ۱۹۱۷ء میں بمقام محلہ شفاعت پوتہ میں متولد ہوئے، تاریخی نام سید مظہر العجائب تھا، آپ کی تعلیم کا آغاز سید المدارس امروہہ سے ہوا، ابتدائی کتب عربی صرف ونحو مولانا سید محمد مجتبیٰ نوگانوی مرحوم اور مولانا سید محمد باقر حسین صاحب مرحوم سے پڑھیں، تیرہ سال کی عمر میں فارسی کی معروف درسی کتب گلستان و بوستان وغیرہ منشی سید مبارک حسن صاحب سے تکمیل کیں، پھر مدرسہ کے درسی نظام میں شریک ہو کر اپنے پدر بزرگوار کے زیر تربیت مولوی اور عالم کے امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کی اس کے بعد عربی ادب کے اعلیٰ امتحان میں کامیاب ہوئے، تفسیر وفقہ وحدیث میں الہ آباد سے درجہ فاضل میں شاندار کامیابی حاصل کی، رسائل و مکاسب شیخ مرتضیٰ انصاریؒ جیسی اہم کتب اپنے والد ماجد مرحوم سے پڑھیں اور "سید الافاضل" کی اعلیٰ سند سے شرفیاب ہوئے۔

ابتدا ہی سے انگریزی زبان و ادب سے شغف رہا، چنانچہ ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات پاس کئے، اور انگریزی سے بی.اے. کیا، اور اسی دوران سید المدارس امروہہ میں بحیثیت استاد مقرر ہوئے تین سال تک عالم، فاضل طلباء کو درس دیتے رہے پھر یو. پی. پبلک سروس کمیشن

سے منتخب ہو کر استاد کی حیثیت سے تقرری عمل میں آئی، عربی، فارسی اور اردو سے ایم.اے. کیا اور یونیورسٹی میں پوزیشن حاصل کی اور ایک عرصے تک گورنمنٹ کالج امروہہ، للت پور جھانسی میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

۱۹۵۷ء میں پاکستان ہجرت کی اور رضا علی ڈگری کالج کراچی میں بحیثیت پروفیسر مقرر ہوئے، پھر ویسٹ پاکستان پبلک سروس کمیشن سے منتخب ہو کر گورنمنٹ کالج ٹھٹہ سندھ میں استاد مقرر کئے گئے، علمی تحقیق کا سلسلہ جاری رہا چنانچہ تعلیمات حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک عظیم اور پر مغز مقالہ لکھا جس پر سندھ یونیورسٹی سے پی. ایچ. ڈی. کی ڈگری حاصل کی۔

والد ماجد طاب ثراہ کے زیر سایہ رہ کر عنفوان شباب سے ہی مجالس پڑھنے کا شوق رہا، اور بہت جلد امروہہ کی عظیم مجالس میں اور دیگر مقامات پر تقریر کرنے میں نمایاں حیثیت حاصل ہوگئی، زیارات مشاہد مقدسہ، نجف اشرف، کربلا، کاظمین، سامرہ سے بھی شرفیاب ہوئے، اپریل ۱۹۸۳ء میں شعبہ اسلامی کی کانفرنس میں حکومت عراق کی دعوت پر شرکت کی، جو امن و اصلاح بین المسلمین کے سلسلے میں بغداد میں منعقد کی گئی تھی۔

تصانیف: خلاصہ تفسیر مجمع البیان، علامہ طبرسیؒ، اردو، خلاصہ بحار الانوار، علامہ مجلسیؒ، اردو، علاج الاسقام، فضائل آل محمدؐ، نقش الا اللہ بر سحرا نوشت وغیرہ

(گلہائے صد رنگ ص ۴۴)

اولاد: سید حبیب مصطفیٰ، سید عامر مجتبیٰ

مولانا سید محمد رضی مجتہد

سید محمد رضی

(۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء)-(۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء)

حجۃ الاسلام سید محمد ابن سرکار نجم العلماءؒ سید نجم الحسن صاحب طاب ثراہ کے چشم و چراغ تھے، آپ کی ولادت ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء کو ہوئی۔

ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور پھر مدرسہ ناظمیہ میں داخلہ لیا، اور مدرسہ کی آخری سند ممتاز الافاضل ممتاز نمبروں سے حاصل کی، ممتاز الا فاضل کرنے کے بعد عازم عراق ہوئے، وہاں علماء و فضلاء سے کسب فیض کیا اور آیات عظام نے اجازوں سے نوازا، فقہ اصول، فلسفہ، منطق، نجوم، ہیئت میں مہارت رکھتے تھے، اور فارسی، عربی و انگریزی وغیرہ کئی زبانوں کے اعلیٰ ترین مقرر و مترجم تھے، انگریزی میں ای.ایف.آئی.لندن سے فرسٹ کلاس سند یافتہ تھے۔

۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۹ء تک مدرسہ ناظمیہ کے وائس پرنسپل رہے، تشنگانِ علومیہ دینیہ کو سیراب کرتے رہے۔

لکھنؤ میں پبلک جونیر اسکول کی بنیاد رکھی، اور مرکز اتحاد الاسلام غیر منقسم ہند کے صدر رہے، رابطۂ فکر اسلامی کے ممبر جمیعۃ العربیہ اور پاکستان کے جنرل سکریٹری بھی رہے، سیکڑوں بین الاقوامی تقاریر نشر ہوئیں۔

آپ نے بسلسلہ تبلیغ بیرونی ممالک کے سفر بھی کئے، ہند، پاکستان،

عراق، امریکہ، برطانیہ، افریقہ کے گوشے گوشے میں جاکر تبلیغِ دین حق کرتے رہے، ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۴ء میں مشرقی افریقہ اور اس کے قریبی جزائر میں بھی بحیثیت مبلغ تشریف لے گئے۔

آپ کو حکومت پاکستان کی طرف سے ''ستارۂ امتیاز'' کا اعزاز حاصل ہوا، اور پاکستان کی مقامی کونسل (مجلس شوریٰ کے ممبر) منتخب ہوئے۔

۱۹۸۳ء میں جو اسلامی وفد حکومت پاکستان کی طرف سے بغداد (عراق) بسلسلہ امن و دوستی گیا تو آپ اس کے اہم رکن تھے، مولانا نہایت بردبار، خوش بیان اور عمل پسند شخصیت کے حامل تھے، آپ کو تصنیف و تالیف کا بہت شوق تھا، آپ نے ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء کو کراچی میں رحلت کی۔

تصانیف:

- نجم الافکار، عربی مطبوعہ
- حقوقِ نسواں، اردو، مطبوعہ
- شہادت کبریٰ، اردو مطبوعہ (گلہائے صد رنگ صفحہ ۴۲)

اولاد: سید محمد ساجد، سید قمر عباس، سید یوسف عباس، سید شمیم عباس، سید قمر الحسن

☆☆☆☆☆
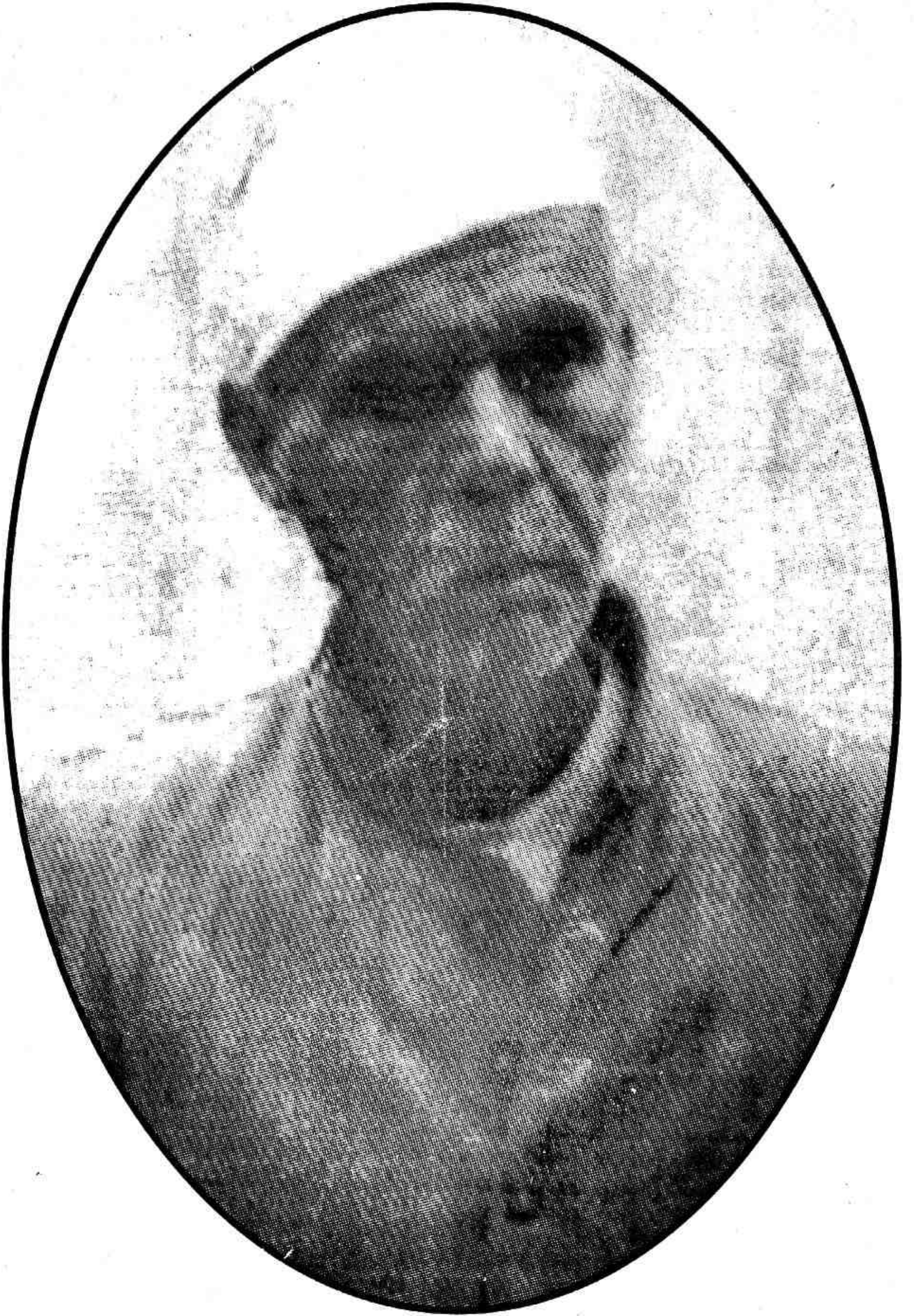
مولانا سید محمد ریحان

﴿سید محمد ریحان﴾

(ولادت: ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء)

آپ کے والد مولانا سید ابرار حسین صاحب قبلہ جو منصبیہ عربی کالج میرٹھ کے پرنسپل تھے اسی لئے گھر کا ماحول مذہبی اور ادبی تھا، اسی علمی و مذہبی ماحول میں ۱۳۵۶ھ/ ۷جنوری، ۱۹۳۷ء کو محلہ قاضی زادہ میں آپ کی ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، اس کے بعد منشی کامل، مولوی، عالم، فاضل کی اسناد حاصل کیں۔

آپ ایک طویل عرصے تک منصبیہ عربی کالج میرٹھ سے وابستہ رہے، اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا، عربی، فارسی کی اچھی قابلیت رکھتے تھے، آپ کے اب تک نہ جانے کتنے شاگرد فارغ التحصیل ہو چکے ہیں، مزاج میں بے حد سادگی تھی، آپ نہایت متقی، پرہیزگار عالم تھے، دنیاداری سے قطعاً بے نیاز اور صلہ سے بے فکر رہتے تھے، نجوم، عملیات اور علمِ جفر سے بھی کافی لگاؤ تھا۔

شاعری کی طرف بھی طبیعت کا میلان تھا، تقریباً ۱۰ مراثی بھی کہے تھے، آخر عمر میں صاحب فراش ہوگئے تھے اور میرٹھ ہی میں رحلت کی۔

☆☆☆☆☆
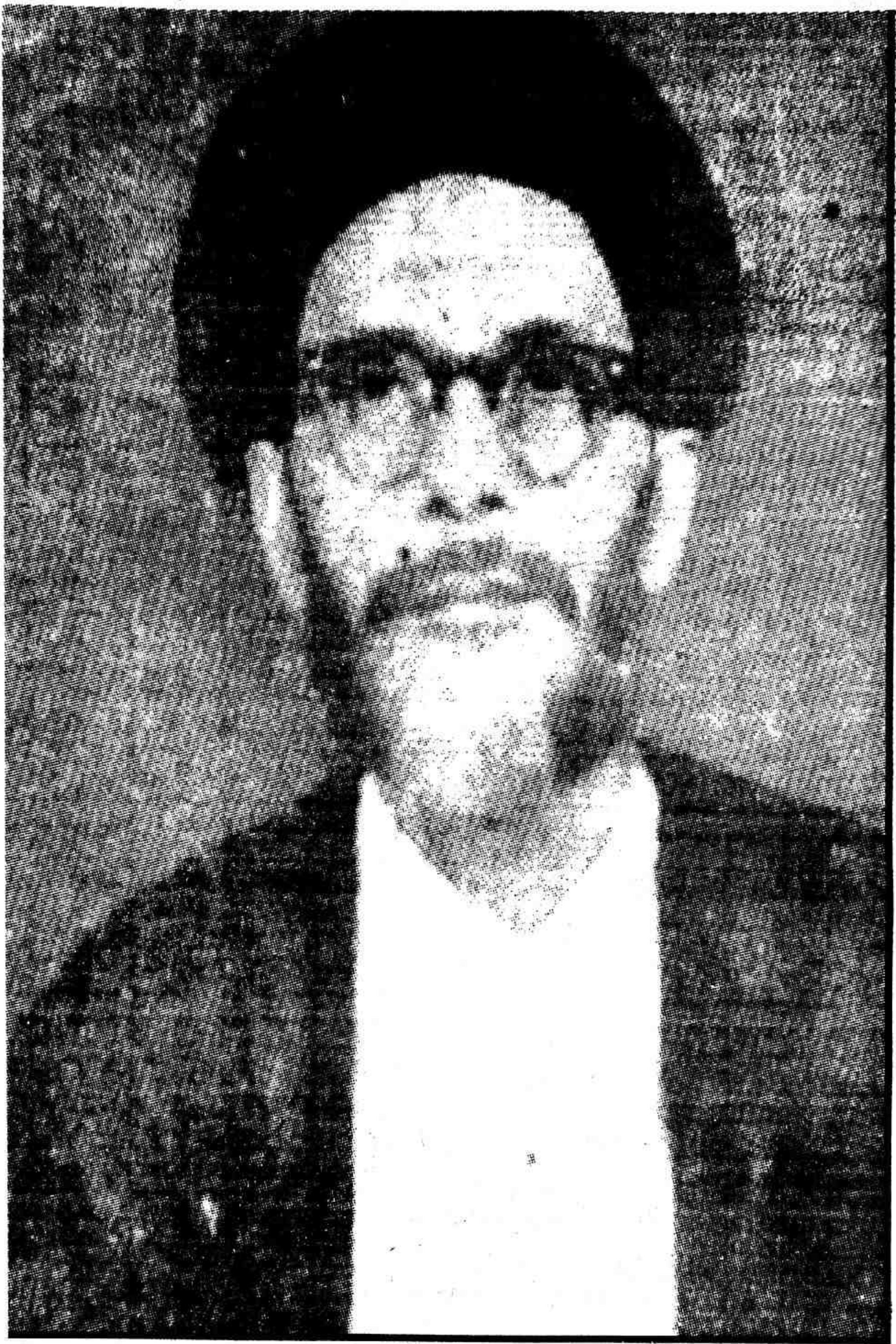
تاج العلماء مولانا سید محمد ذکی

سید محمد زکی

(۱۳۲۹ھ/۱۹۰۹ء)-(۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء)

تاج العلماء مولانا سید محمد زکی صاحب نے ایک عظیم علمی گھرانے میں ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۰۹ء میں آنکھ کھولی جو برِّ صغیر میں ''خانوادۂ نجم العلماء'' کے نام سے مشہور ہے، جس کی علمی وراثتوں کا سلسلہ کئی صدیوں پر محیط ہے۔

آپ کا آبائی سلسلہ امروہہ سے متعلق ہے آپ کے والد ماجد مولانا سید محمد صاحب مجتہد تھے، جو سرکار نجم العلماء کے بڑے فرزند تھے، تاج العلماء کمسنی ہی میں سایۂ پدری سے محروم ہوگئے تھے، آپ کے دادا سرکار نجم العلماء نے آپ کی پرورش کی اور تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی، پھر جامعہ ناظمیہ میں زیرِ تعلیم رہنے کے بعد نجف اشرف کا سفر کیا، ہندوستان سے عراق تک آپ کے اساتذہ کی فہرست ان جلیل القدر اسماء پر مشتمل ہے جس میں سے ہر ایک بے مثل و بے نظیر ہے، عراق سے واپسی پر مراجع وقت نے بہترین اجازت اجتہاد عطا کئے، وطن واپس آنے کے بعد مدرسۃ الواعظین کے تبلیغی ونشر و اشاعت کے شعبے آپ کے سپرد کئے گئے، یہ مدرسہ آپ کے جد امجد سرکار نجم العلماء نے قائم کیا تھا، جس اکثر امور آپ کے ذمہ تھے، اور بحیثیت متولی منتظم ''مدرسۃ الواعظین'' تمام فرائض ادارہ کی سربراہی فرماتے رہے۔

بقول مولانا سید آغا مہدی صاحب مرحوم "مدرسہ کے اس زرین دور میں مدتوں سے ملتوی شدہ اجلاس جاری ہوئے آثار حیات ہر شعبے میں نظر آئے اور بکثرت مسائل الواعظ کے صفحات پر نشر ہوئے جن کی عصر حاضر کے رجحانات میں ہر شخص کو ضرورت تھی" یہ اجلاس کئی کئی دن تک کلکتہ، پٹنہ، لکھنؤ، میں ہوئے جس میں عظیم الشان "چہاردہ صد سالہ جشن مرتضیٰ" بھی تھا الواعظ انگریزی میں مسلم ریویو کے ذریعہ اور انجمن موید العلوم کے مطبوعہ رسائل کے ذریعہ اور مبلغین وواعظین کے ذریعہ تمام دنیا میں مدرسۃ الواعظین کے اعلیٰ مقاصد کی تبلیغ کا وسیع سلسلہ جاری ہوا۔

آپ نے تبلیغ کے سلسلے میں متعدد سفر کئے جس میں پشاور سے بنگال و مرشد آباد تک اور برما وغیرہ کے دور ترین علاقے بھی شامل ہیں، الواعظ و مسلم ریویو کی ہر اشاعت میں سالہا سال مضامین لکھ کر اور رسائل تصنیف فرما کر شائع کئے جس میں رسالہ "الانجیل" کو تبلیغی اعتبار سے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، جب سرکار مفتی احمد علی صاحب مرحوم نے بغرض زیارات سفر کیا تو تقریباً چھ ماہ تک مدرسہ ناظمیہ کے پرنسپل رہے، مدرسہ کے علاوہ خود گھر پر بھی تدریس فرماتے تھے اور بکثرت طلباء آپ سے استفادہ کرتے تھے۔آپ منکسر المزاج، متواضع، زہد و تقویٰ، سادگی کا مکمل نمونہ تھے آپ نے ۲۳ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ کو رحلت کی اور مدرسہ ناظمیہ میں سرکار نجم العلماء کے پہلو میں آسودہ لحد ہوئے۔

اولاد: چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں بڑے فرزند جناب قائم

مہدی صاحب مرحوم، امیر العلماء سید حمید الحسن صاب پرنسپل مدرسہ ناظمیہ،
سید سعید الحسن صاحب، سید سمیع الحسن صاحب۔

☆☆☆☆☆

﴿سید محمد سیادت، اول﴾

(۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء)۔(۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء)

شمس العلوم "بدر الفنون" فاضل ادب، زبدۂ اخیار، حاوی معقول و
منقول جناب مولانا سید محمد سیادت طاب ثراہ مولانا سید محمد عبادت "اول" اعلیٰ
اللہ مقامہ کے خلف رشید تھے، آپ کی ولادت ۱۲۱۱ ھ/۱۷۹۶ء کو محلّہ
شفاعت پوتہ میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم امروہہ میں والد ماجد اور دیگر اساتذہ سے حاصل کی، بعد
ازاں لکھنؤ گئے، وہاں جید علماء و فضلاء سے کسب فیض کیا، اور سید العلماء
سید حسین بن غفرانمآب علیہ الرحمہ سے خاص شرف تلمذ رہا، فقہ، اصول،
تفسیر و حدیث، فلسفہ، منطق میں غیر معمولی صلاحیت کے حامل تھے۔

سید العلماء سید حسین طاب ثراہ نے حمد و ثناء کے ساتھ اجازے سے
نوازا، جس میں آپ کی علمی صلاحیتوں کا ذکر کیا گیا تھا، جناب کو طب میں بھی
مہارت حاصل تھی، امروہہ بازگشت کے بعد وطن مالوف میں تبلیغ دینِ مبین
میں مصروف ہو گئے، اور مومنین کو احکام اسلامی سے روشناس کرانے لگے،

درس وتدریس آپ کا محبوب مشغلہ تھا، جو زندگی بھر جاری رہا۔

سلطان العلماء سید محمد بن آیۃ اللہ سید دلدار علی غفرانمآب علیہ الرحمہ نے آپ کو کتاب ''احقاق الحق'' مؤلفہ قاضی نوراللہ شوستری بطور ہدیہ عنایت فرمائی، اوراس کے صفحہ اول پر یہ عبارت تحریر کی:

''باسمه سبحانهٗ''

بسم الله و بالله و خير الاسماء كلها بالله لقد اهتديت هٰذ الكتاب المستطاب الىٰ ا اعزا الاحباب و اصفى الاصحاب الباذل جهده فى الكتاب الثواب و تحصيل ما هو الحق و الصواب حتٰى انه هاجر الاهل الادنين و الاصحاب در كب غارب و الاغتراب ابتغاء وجه رب الارباب فسافر الينا و فد علينا تحصيلاً للكمال و تحقيقاً للحق فى كل مجال مرأة نتٰى و تارات تترى حاز من العلوم الحفظ الاجزل الاوفىٰ اقام عند برهةمن الدهر و صحبنا صحبة مبر در فتبين لنامن حاله ما اوجب علينا اسعاب اماله لما ادركنا من صدق نية و صفاء لموية و علو رتبته و سموهمته و ذكاء فطنته و خلوص امنيته الفيناه خالص الوداد صادقاً الاخلامراً مقافى بحار العلوم خائضاً و فى فنون المعالم حاذقا و على كثير من امثاله فالقاً اعنى السيد الحسين و الحسيب الاديب الورع التقى الالمعى اللوذعى السيد محمد سيادت

الحسینی النقوی احسن الله حاله و کثر فی نادینا امثاله رفع الله قدره و انا فی سماء الفضل بدره و انا المفتقر الی ربه الاحد ابن المولیٰ العلامة والجبر الفهامة السید دلدار علی احله الله دار الکرامة واسبغ علیه جلائل الغامه السید محمد عفاعنه ربه العمد حررنها یوم الخمیس داعیا بالماثور متقرباً برب غفور یا دائم الفضل علی البریة یا باسط الیدین بالمعطیة یا صاحب المواهب السنیه صلی علی محمد و آله خیر الوریٰ سجیة و اغفر لنا یا ذالعلی فی هذه العشیة سبع ان یقین من شهر ربیع الاول ۱۲۵۵ھ خمس و خمیس بعد الف و ماتین من الهجرة المقدسه النبویة علی الصادق بها الف الف تسلیم و تحیة.

مہر

(السید محمد بن السید دلدار علی)

ترجمہ عبارت:

باسمہ سبحانہ

خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں، اور مدد چاہتا ہوں خدا کے نام سے اور ان بہترین ناموں سے جو خدا کے لئے مخصوص ہیں، میں یہ مقدس اور برگزیدہ کتاب اپنے عزیز ترین دوست اور صاف ترین ہمنشین کو بطور تحفہ پیش کر رہا ہوں، جو ثواب امر واجب اور راہ مستقیم کے حصول میں کوشاں رہتے

ہیں، یہاں تک کے انہوں نے اپنے اعزا و اقارب و احباب کو چھوڑ کر خوشنودی خدا کے خاطر گردن شتر پر سوار ہوکر دور دراز کا سفر کر کے ہمارے پاس آئے تاکہ کمال تحقیق کا حق حاصل کرسکیں۔

انہوں نے ہر وقت متواتر علوم کے خزانے جمع کئے اور مدت دراز تک ہماری صحبت میں رہے جس سے ہم ان کے حالات سے آگاہ ہوئے اور ہم پر یہ امر واجب ہوگیا کہ بسبب صدق نیت و پاکیزہ طبیعت، بلند رتبہ، بلند ہمتی اور تیز رائے، ان کی تمناؤں کو پورا کریں، ہم نے ان کو مخلص، سچا دوست، بحر العلوم میں غوطہ خور، فنون علمیہ میں کامل اور اکثر فنون میں انہیں اپنے جیسوں سے افضل پایا، یعنی سید بزرگ نسب، دوست خردمند، پرہیزگار، متقی، ہوشمند، تیز رائے سید محمد سیادت حسینی نقوی، اللہ ان کے حالات کو اچھا رکھے، اور ایسے لوگوں کو درجہ رفعیۂ عطا فرمائے۔

خدا ان کو آسمان فضیلت پر مثل ماہ کامل درخشاں رکھے، میں پروردگار کا محتاج ہوں، میں بیٹا ہوں علامہ وفہامہ سید دلدار علی (غفرانمآب) کا خدا ان کو دارالکرامہ (جنت) میں جگہ دے، سید محمد رب بے نیاز اس سے درگذر کرے، میں نے یہ بروز پنجشنبہ تحریر کیا، درآنحالیکہ دعائے منقول کے سائے میں دعا کرتا ہوں اور خدائے بخشندہ سے تقرب چاہتا ہوں۔

اے مخلوق پر ہمیشہ فضل کرنے والے! اے عطا کے ذریعے دست کشادہ کرنے والے! اے بخشش کرنے والوں کے مالک! محمدؐ اور ان کی

بہترین آلؑ پر رحمت نازل فرما، اور ہم کو بخش دے۔

محررہ ماہ ربیع الاولِ ۱۲۵۵ھ نبوی، ان پر ہزاروں سلام ہوں۔

آپ غضب کا حافظہ رکھتے تھے حدِ حفظ یہ ہیکہ مرض الموت کا عالم تھا حکیم نثار علی سے گفتگو میں شرح اسباب کے کئی صفحات از بر سنا کر کہا ۳۲ سال ہوئے کہ یہ پڑھا تھا۔

آپ بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح اپنے دیوان خانے میں نمازِ جماعت پڑھاتے تھے اور کوئی مسجد نہ تھی اسی زمانے میں حاجی اشرف علی صاحب عظیم آبادی امروہہ تشریف لائے، حاجی صاحب نہایت متقی اور پرہیزگار انسان تھے، پانچ مرتبہ حج کر چکے تھے، اور تمام زیارات عتبات عالیہ سے مشرف ہو کر سیاحت کرتے ہوئے وارد امروہہ ہوئے، سادات امروہہ سے بوئے انس آئی اور یہیں مقیم ہو گئے۔

ایک مرتبہ حاجی صاحب مولانا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کی کہ میری خواہش ہے کہ نماز جمعہ و عیدین کیلئے ایک مسجد تعمیر کرادوں، مولانا نے اس بات کو پسند کیا چنانچہ قطعہ دربار سید محمد شفاعت میں ایک مسجد تعمیر کرائی جس کی تاریخ تعمیر سید ارشاد علی صاحب نے لکھی ہے جس سے ۱۲۳۳ھ برآمد ہوتے ہیں،

''بنائے حاجی اشرف علی بطور حرم''

یہی مسجد آج حاجی صاحب کے نام پر ''اشرف المساجد'' کے نام سے

مشہور ہے، مولانا صرف سادات امروہہ ہی کے مرجع نہ تھے بلکہ ضلع مرادآباد، بدایوں، اور رامپور تک انکا حلقہ اثر وسیع تھا، جس کا علم اس قلمی بیاض سے ہوتا ہے جو مولانا مرحوم نے اپنے دست مبارک سے لکھی اور جس میں ان خطوط کی نقل ہے جو مولانا نے مختلف حضرات کو لکھے، صاجزادہ کاظم علی خاں بن نواب محمد سعید خاں صاحب والئِ ریاست رامپور کے کچھ مسائل مولانا مرحوم ہی کے ذریعے سلطان العلماء کی خدمت میں پہونچے، اسی طرح سلطان العلماء وسید العلماء سید حسین صاحب بھی مولانا کے ہی مشورے سے اس علاقہ کے مسائل طے کرتے تھے۔

مولانا کے علم وفضل کی شہرت جب رامپور پہونچی تو صاجزادہ کاظم علی خاں صاحب کے اشارے اور مولوی سید جعفر نذر صاحب کے ذریعے سے مولانا کو رامپور تشریف لانے کی دعوت دی گئی۔

مولانا صفی مرتضٰی صاحب مرحوم نے اپنے مضمون ''فخر سیادت'' میں اس خط کی نقل تحریر فرمائی ہے، جس میں رامپور کے قیام کا حال مولانا سید شجاعت علی سرسوی کو لکھا ہے۔

(رامپور میں) ۱۶، ۱۷ روز قیام رہا مکان نہایت وسیع تھا دونوں وقت کھانا سرکار سے آتا تھا اور روزانہ کئی گھنٹے نواب صاحب سے گفتگو رہتی تھی ایک دن نواب صاحب نے نماز مغرب وعشاء میرے سامنے پڑھی تاکہ قیام وقعود اور اذکار کی خامیوں کی اصلاح کردوں، چنانچہ محل اصلاح

مواقع بیان کردیئے، ایک روز خلوت میں فرمایا کہ میری خواہش تھی کہ آپ مستقلاً رامپور میں قیام فرماتے، میں نے عرض کی کہ یہ ممکن نہیں ہے اس لئے کہ امروہہ کے مومنین و متعلقین کہیں گے کہ دنیاوی منفعت کے لئے جمعہ و جماعت و تدریس کو ترک کرکے امروہہ چھوڑ دیا، لکھنؤ جانے اور وہاں ایک مدت رہنے پر ہی لوگوں نے احتجاج کیا تھا، غرض وہاں سے رخصت ہوکر ۲۷/ذیقعدہ کو مرادآباد آیا، اور چار روز وہاں قیام کرکے دوسری ذی الحجہ بروز یکشنبہ غریب خانہ پہونچ گیا، آپ دائم المرض تھے مگر فرائض پابندی سے ادا کرتے تھے۔

۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۸ء کو امروہہ میں رحلت فرمائی اور اشرف المساجد امروہہ کی جنوبی دیوار کے نیچے سپرد لحد کئے گئے۔

تالیف: جواب سوالات امام الدین ساکن محلّہ بخشی امروہہ، یہ رسالہ سلیمی ڈپٹی کمشنر نے پڑھ کر بہت پسند کیا۔

(تواریخ واسطیہ ص۲۹۱، تذکرہ بے بہاء ص ۱۷۲، نزہۃ الخواطر ج:۷، ص:۴۴۳، مطلع انوار ص: ۵۵۰، تاریخ اصغری ص ۱۱۸)

آپ کی تاریخ وفات سید محمد یعقوب علی معجز ساکن محلّہ گذری نے بہ صفت صدری و معنوی یوں نظم کی ؎

جناب مرجع آفاق ہادئ دوراں — بعلم از علمائے زمانہ بود اعلم

زہی جناب محمد سیادت اسم شریف — سیادت ازلی شد بذات او منضم
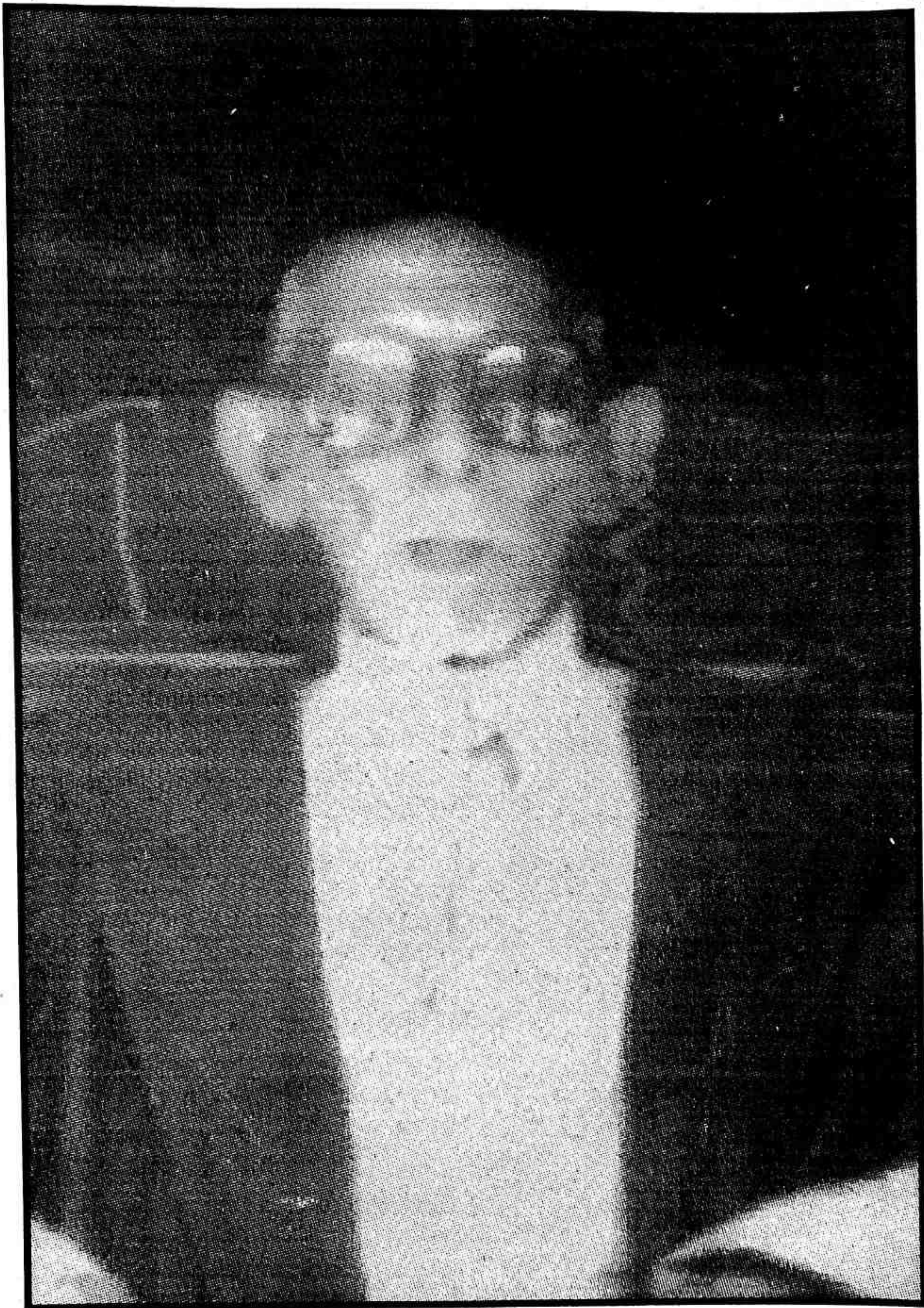
مولانا سید محمد صادق

شبی کہ رحلت آن مقتدا از دنیا شد — نبود آن شب غم از شب قیامت کم

پئی نماز نشد چون بمسجد آن مولا — خمیدہ طاق حرم گشت از گرانی غم

بعین فکر سنین وفات اے معجز — دلی کہ ہاتف غیبی بگفت در گوشم

ہزار سال در صد شصت و پنج تار تخش

نوشتم و عدد حرف حرف بشمر دم

اور سید ارشاد علی راقم نے اس مصرع میں تاریخ نکالی ؎

''مقام کرد بگلزار جنت الاعلیٰ'' (تاریخ اصغری ص ۱۲۲)

صاحب تاریخ سادات امروہہ ص ۳۷۱ رقمطراز ہیں:

''مولانا سید محمد سیادت کا نام نامی آج تک اپنے علم و فضل و زہد و تقویٰ کے لئے چلا آتا ہے نہایت قوی الحافظہ شخص تھے، آپ کے تبحر علمی و قوت حافظہ کے قصے آج تک مشہور ہیں ۵۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔

اولاد: مولانا محمد حسن مرحوم، مولانا محمد عسکری مرحوم

☆☆☆☆☆

سید محمد صادق تقوی

(۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء)۔(۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء)

مولانا سید محمد کاظم صاحب طاب ثراہ کے نامور فرزند تھے، آپ کی ولادت ۲۸ رصفر المظفر ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء کو ہوئی، بچپن سے دینی تعلیم کی طرف

راغب رہے، ابتدائی تعلیم گھر پر پھر مدرسہ ناظمیہ میں داخلہ لیا، مدرسہ کی آخری سند ممتاز الافاضل امتیازی نمبروں کے ساتھ حاصل کی۔

بعد ازاں عازم عراق ہوئے اور نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، کوفہ، کاظمین، سامرہ کی زیارات سے مشرف ہوئے، علماء عراق سے روابط تھے اور ان علماء نے آپ کو اجازے عطا کئے تھے جن میں آپ کی علمی جلالت کو بیان کیا گیا ہے، مفتی احمد علی صاحب طاب ثراہ نے بھی آپ کو اجازہ سے نوازا فقہ، اصول، فلسفہ، منطق، تفسیر و حدیث پر عبور تھا، مگر عربی ادب کے مسلم الثبوت استاد تھے، حماسہ، متنبّی وغیرہ از بر تھا، نہج البلاغہ کی تدریس میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

میں نے مولانا مرحوم کی زیارت کی ہے آپ مدرسہ ناظمیہ میں مدرس تھے حقیر نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ آپ آخر عمر میں بصارت سے معذور ہو گئے تھے، ان کے سامنے طلباء اگر عبارت خوانی میں غلطی کرتے تھے تو فوراً ٹوک دیا کرتے تھے، یہ منظر دیکھ کر ہم طلباء محو حیرت رہ جاتے تھے بلا کا حافظہ تھا اکثر درسی کتابیں زبانی حفظ تھیں حریری، نہج البلاغہ کی مشکل عبارات کو سہل کر کے طلباء کے ذہن میں اتار دیتے تھے، مشکل سے مشکل مسئلہ منٹوں میں حل فرما دیتے تھے، تدریس کا بہت شوق تھا۔

انتہائی محنت و جانفشانی سے طلبہ کو پڑھاتے تھے، آنکھوں کی معذوری کے باوجود بھی کئی مدارس میں درس دیتے، ہم نے دیکھا کہ صبح میں مدرسہ ناظمیہ

اور شام میں شیعہ عربی کالج میں درس دیتے، اس کے علاوہ شریعت کدہ پر بھی طلباء آپ سے استفادہ کرتے تھے، اکثر ایسا بھی ہوا اگر کوئی عبارت یا کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آیا اور آپ سے راستے میں ملاقات ہوگئی تو آپ رہ چلتے چلتے ہی عبارت حل فرما دیا کرتے تھے۔

طلباء سے نہایت شفقت و محبت سے پیش آتے تھے، آخر دم تک مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ میں تدریس فرماتے رہے آخر میں صاحب فراش ہوگئے، تو گھر پر ہی درس دینے لگے، مدرسہ کے وائس پرنسپل بھی رہے۔

آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے عربی کے ہزاروں اشعار حفظ تھے آپ کا مجموعۂ کلام اردو میں بھی موجود ہے، تقریباً تین ہزار اشعار عربی زبان میں کہے جو مختلف موضوعات سے متعلق ہیں، لکھنؤ یونیورسٹی کے ممتحن بھی رہے، تصنیف و تالیف کا بھی بہت شوق تھا۔

آپ نے ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء میں قرآن مجید کا اردو ترجمہ و تفسیر لکھی جس سے آپ کی علمی ادبی شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

دوسرے نہج البلاغہ کا اردو ترجمہ نہایت سلیس و سادہ زبان میں ہے جس سے نہج البلاغہ پر آپ کی نظر کا علم ہوتا ہے۔

تیسرے، ترجمہ صحیفہ علوی آپ کے ادبی ذوق کا عکاس ہے۔

اتنی اعلیٰ صلاحیتوں کے باوجود نہایت سادہ و منکسر المزاج تھے۔

۱۴۰۵ھ/ ۲۸ / مارچ ۱۹۸۴ء کو رحلت کی حسینیہ غفرانمآب لکھنؤ میں

دفن ہوئے اور تاج العلماء سید محمد زکی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اولاد: سید محمد حامد، سید محمد ماجد، سید محمد عاقل

☆☆☆☆☆

سید محمد صادق

(۱۲۴۳ھ/۱۸۲۰ء)-(۱۸۹۰ء)

آپ کے والد حکیم سید غالب علی بن کرامت علی بن دوست علی ساکن محلّہ کٹکوئی، امروہہ کے مشہور اطباء میں سے تھے، باقاعدہ مطب کرتے تھے، آپ کے دو بیٹے مولانا سید محمد صادق اور علی صادق ہوئے، مولانا سید محمد صادق طاب ثراہ کی ولادت تقریباً ۱۲۴۳ھ/۱۸۲۰ء میں ہوئی، آپ ذی علم، متقی و پرہیزگار و عاشق حسینؑ تھے، عتبات عالیات کی زیارات سے مشرف ہوچکے تھے۔

آپ زہد وتقویٰ اور ایمان کی اس اعلیٰ منزل پر فائز تھے جس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے۔

جب آپ کا انتقال ہوا اور آپ کو قبر میں دفن کردیا گیا دوسرے دن معمار نے قبر کو پختہ بنانے کے لئے مٹی ہٹائی تو اس کے ساتھ ایک تختہ بھی ہٹ گیا، اس نے دیکھا کہ قبر میں لاش موجود نہیں ہے، اسے تعجب ہوا، اور لوگوں سے بیان کیا، لوگ دیکھنے گئے تو فی الواقع لاش نہ تھی سب کو بہت

حیرت ہوئی مگر کیا ہوسکتا تھا، اسی طرح قبر بنوادی گئی۔

کچھ عرصہ بعد مولانا سید ابراہیم علی صاحب (نوگیاں) اور حسن ضیاء صاحب (شفاعت پوتہ) کربلائے معلیٰ گئے تو انہوں نے ایک قبر پر لکھا دیکھا، "ہٰذا قبر سید محمد صادق امروہوی" یعنی یہ سید محمد صادق امروہوی کی قبر ہے، آپ نے ۷۰/سال کی عمر میں ۱۸۹۰ء میں رحلت کی۔

آپ کا عقد دختر سید انور علی ساکن منڈی چوب سے ہوا جن سے چار فرزند ہوئے۔ محمد ساجد، علی جعفر، محمد زاہد، عبدالغفور

(شجرات سادات امروہہ قلمی مولوی بشیر حسن مرحوم)

☆☆☆☆☆

سید محمد عباداتؒ، اول

۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء

(۱۱۹۰ھ/۱۷۷۲ء)-(~~۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء~~)

سید محمد نجابت ساکن محلّہ شفاعت پوتہ کے فرزند تھے، آپ کی ولادت ۱۱۹۰ھ/۱۷۷۲ء کو امروہہ میں ہوئی، آپ کا خاندان عہد شاہجہاں سے محلّہ شفاعت پوتہ میں آباد ہے، آپ نے ابتدائی تعلیم وطن مالوف ہی میں حاصل کی بعدازاں تکمیل دروس کے لئے لکھنؤ کا قصد کیا۔

لکھنؤ میں اس وقت حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید دلدار علی غفرانمآبؒ نجف اشرف سے واپس تشریف لا چکے تھے۔ مولانا موصوف نے غفرانمآب

سے کسب فیض کیا اور ان کے خاص شاگرد قرار پائے، مولانا کی علمی وجاہت سے متاثر ہو کر غفرانمآب رحمۃ اللہ علیہ نے اجازہ عطا فرمایا، جس میں آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کا ذکر فرمایا۔

تکمیل دروس کے بعد آپ امروہہ تشریف لائے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، اس طرح امروہہ میں علمی ماحول پیدا ہوا، اور فقہ واجتہاد کا آغاز ہوا، آپ انتہائی با اخلاق و منکسر المزاج تھے حد سے زیادہ فقیر منش بے حد علم دوست سخی اور فنا فی اللہ تھے۔

مسجد میں عبادت گذار گھر میں شب زندہ دار، کثیر المطالعہ، کثیر الدرس شخصیت تھے، زہد وتقویٰ، فروتنی، علم وحلم، ایثار وقناعت، عبادت و ریاضت سے آراستہ شہرت و جاہ طلبی سے دور تھے، آپ کی علمی وجاہت سے ہر شخص متاثر تھا، طلباء نے بکثرت فیض اٹھایا، علم دین کے علاوہ اقلیدس میں دور دور تک مشہور تھے، آپ کو اس فن میں ید طولیٰ حاصل تھا، اس دور میں اس علم کے جاننے والے شاذ و نادر ہوا کرتے تھے، آپ نے یہ علم مولوی برکت حنفی سے حاصل کیا تھا۔

علم وفقاہت کا یہ آفتاب ۱۰/شعبان ۱۲۲۵ھ/۱۰ستمبر ۱۸۱۰ء کو غروب ہو گیا، اور امروہہ ہی میں آسودۂ لحد ہوئے۔

مادۂ تاریخ: ”بجنت عبادت فقیہ زماں“

(مطلع انوار و کتابچہ وظیفہ سوسائٹی امروہہ ۱۹۶۳)

۲۷/رجب المرجب ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء میں آیۃ اللہ سید دلدار علی غفرانمآبؒ نے لکھنؤ کی تاریخی مسجد آصفی میں نماز جماعت کا آغاز کیا، یہ خبر مولانا مرحوم کو بھی معلوم ہوئی یہ زمانہ آپ کی ضعیفی کا تھا اس عہد کی سفر کی صعوبات برداشت کرتے ہوئے آپ لکھنؤ تشریف لے گئے اور غفرانمآب علیہ الرحمہ سے ملے۔

آپ نے غفرانمآبؒ سے فرمایا کہ میرے پاس فقہ جعفری کی کوئی کتاب نہیں ہے، میرے لئے اور امروہہ کے مومنین کے لئے یہ سخت مشکل درپیش ہے۔ جناب غفرانمآب نے موصوف کو کتاب ''بدایۃ الہدایۃ'' شیخ حر عاملیؒ، اپنے پاس سے عطا کی اور ارشاد فرمایا آپ اس کتاب سے فتویٰ دیں۔

اس وقت امروہہ میں کوئی مسجد نہ تھی جس میں مولانا فریضہ ادا کر سکتے اس لئے اپنے دیوان خانے میں نماز جماعت پڑھاتے تھے یہ عمارت بھی پرانی اور کہنہ تھی جو سید عبد الوالی خاں نے اپنے بیٹے سید محمد شفاعت کے لئے تعمیر کرائی تھی، اس وقت اس عمارت میں ایک دالان اور اس کے آگے کھپریل تھی، اسی دیوان خانے سے مولانا نے مسجد کا کام لیا اور اسی میں مجلس پڑھتے تھے یہی عمارت اس وقت امام باڑہ ہے، کبھی مختلف محلوں میں جا کر نماز پڑھاتے تھے۔

صاحب تواریخ واسطیہ ص۲۹۳ پر تحریر فرماتے ہیں:

مولانا سید محمد عبادت کلیم

''یہ امر لائق تحریر ہے کہ خاندان جناب مولوی سید محمد عبادت صاحب کا ایک امتیاز خاص تمام شہر میں رکھتا ہے سلسلہ علم و فضل کی ابتدا جناب ممدوح سے ہوئی اور جناب موصوف نے ایسا فیض عام جاری کیا کہ آج تک اولاد امجادان کے یکے بعد دیگرے عالم و فاضل ہوتے رہے''

صاحب تواریخ سادات امروہہ ص ۱۷۱ / پر تحریر فرماتے ہیں:

''سید محمد نجابت صاحب خود بھی عالم و فاضل ہوئے، آپ کے لائق فرزند ارجمند مولانا سید محمد سیادت بھی عالم و فاضل و عابد و زاہد ہوئے''

☆☆☆☆☆

﴿سید محمد عبادت کلیم﴾

(۱۳۱۹ھ/۱۹۱۱ء)۔(۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء)

آپ نے ۶ / فروری ۱۹۱۱ء / ۶ / صفر ۱۳۱۹ھ کو مولانا سید اولاد حسن صاحب کے علمی گھرانے میں آنکھ کھولی، آپ کے والد جید عالم دین تھے، کم عمری ہی میں مولانا مرحوم والد کے شفیق سائے سے مرحوم ہوگئے، آپ کی تعلیم و تربیت میں حاجی مرتضیٰ حسین صاحب نے ایک اہم کردار ادا کیا، انہوں نے آپ کو حصول علم کی غرض سے منصبیہ عربی کالج میرٹھ بھیجا، اس وقت سرکار یوسف الملت مولانا سید یوسف حسین علیہ الرحمہ مدرسہ کے پرنسپل تھے، جنہوں نے آپ کی سرپرستی فرمائی، بعد ازاں لکھنؤ تشریف لے گئے اور مدرسہ ناظمیہ

میں داخلہ لیا، وہاں سرکار نجم العلماء سید نجم الحسن صاحب طاب ثراہ کے زیر سرپرستی رہے مدرسہ میں رہ کر آپ نے جید علماء سے استفادہ کیا اور مولانا سید مظاہر حسین، مفتی اعظم سید احمد علی صاحب، مولانا سید محمد عمید صاحب و مولانا مظاہر حسین صاحب کی شاگردی اختیار کی، فقہ، اصول، تفسیر و حدیث، نجوم و کلام میں مہارت تامہ رکھتے تھے ۱۹۳۰ء میں لکھنؤ کو خیر باد کر کے امروہہ تشریف لے آئے اور اشرف المساجد کی امامت کے فرائض انجام دینے لگے۔

۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۸ء تک سید المدارس کے پرنسپل رہے ۱۹۵۳ء میں زیارات عتبات عالیہ نجف اشرف، کربلا معلیٰ، کاظمین، سامرہ، کوفہ سے مشرف ہوئے، مرجع وقت واعلم دوراں سرکار محسن الحکیم طاب ثراہ نے اجازہ عطا فرمایا، ۱۹۶۰ء و ۱۹۶۶ء میں حج بیت اللہ سے شرفیاب ہوئے۔ آپ ساری زندگی درس و تدریس، وعظ و نصیحت، وضع داری و ملنساری، باہمی اتحاد و خدمت خلق، زہد و تقویٰ میں سرگرم عمل رہے، آپ ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ ہی ایک اچھے شاعر بھی تھے اور کلیم تخلص فرماتے تھے، مشکل سے مشکل زمین نئی بحروں، مشکل قافیوں اور ردیفوں میں آپ نے بہترین کلام پیش کیا جیسے۔

سیپ کی اعلیٰ ظرفی دیکھ   پانی لے اور موتی دے

امروہہ میں ہر طبقہ عزت کی نظر سے دیکھتا اور آپ کا احترام کرتا تھا۔

مسکراتا چہرہ، منہ میں پان، چھڑی ہاتھ میں، سفید لباس، گھنی داڑھی، آڑی ٹوپی، لمبی شیروانی، چوڑی موری کا پائجامہ، چوڑی پیشانی، گندمی رنگ

میں مولانا مرحوم اتنے باوقار لگتے کہ جس کی تعریف ناممکن ہے، آپ کو تصنیف و تالیف کا بہت شوق تھا، عربی، فارسی اور اردو میں بہت کچھ لکھا۔

۲۳/ربیع الاول ۱۴۱۰ھ/۲۲/اکتوبر ۱۹۸۹ء کو علم و ادب کا آفتاب غروب ہو گیا اور عزاخانہ محلّہ شفاعت پوتہ میں سپرد لحد کئے گئے۔

تصانیف: سراج الفقیہ، عربی، مطبوعہ، الاستفسار فی نجاسۃ المشرکین والکفار، عربی، مطبوعہ، مقام شبیری، اردو، مطبوعہ، معرفت امامت وعقیدہ رجعت، رموز واسرار (غیر مطبوعہ)، عورت کا درجہ اسلام میں۔

اولاد: مولانا سید محمد سیادت، ڈاکٹر سید محمد شفاعت، محمد مبارک حسنین اختر۔

مولانا سید محمد سیادت صاحب امروہہ کے امام جمعہ والجماعت ہیں اور تبلیغ دین میں مصروف ہیں۔

☆☆☆☆☆

سید محمد عسکری

(۱۲۳۲ھ/۱۸۱۶ء)-(۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء)

حجۃ الاسلام مولانا سید محمد سیادت طاب ثراہ کے فرزند تھے، آپ کی ولادت ۱۲۳۲ھ/ ۱۸۱۶ء کو محلّہ شفاعت پوتہ امروہہ میں ہوئی، علمی و روحانی خانوادہ سے تعلق رکھنے کے سبب بچپن ہی سے علم کا شوق تھا۔

ابتدائی تعلیم امروہہ ہی میں حاصل کی نہائی دروس حاصل کرنے کی

غرض سے لکھنؤ کا عزم کیا، اس وقت سلطان العلماء سید محمد و سید العلماء سید حسین طاب ثراہما باحیات تھے۔

دور دور سے طلباء ان دونوں بزرگوں کے دروس میں شرکت کے لئے لکھنؤ آرہے تھے چنانچہ مولانا نے بھی ان دونوں مقدس علماء کے دروس میں شرکت کی اور تفسیر و حدیث، فقہ واصول، طب و فلسفہ، ہئیت و ہندسہ، اور منطق میں مہارت حاصل کی، آپ علامہ ذوالفنون تھے کہ جس کو بیک وقت ان تمام علوم میں یدطولیٰ حاصل تھا۔

سلطان العلماء و سید العلماء نے آپ کی علمی وجاہت کو دیکھتے ہوئے اجازے عطا کئے، تکمیل دروس کے بعد امروہہ واپس تشریف لائے اور تشنگان علوم دینیہ کو سیراب کرنے لگے، سیکڑوں طلباء نے آپ سے کسب فیض کیا۔

آپ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے طبیب بھی تھے خداوند عالم نے آپ کے ہاتھ میں شفا عطا کی تھی کہ جس سے سیکڑوں مریض شفایاب ہوئے، ہر مرض کا علاج کم از کم وقت میں فرمادیا کرتے تھے جس کی بنا پر بلاد بعید سے بھی لوگ آپ سے علاج کرانے آتے تھے۔

مسجدوں کی تعمیر اور ان کی آبادی میں موصوف نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ۱۲۸۴ھ میں دلدار حسین مستری کو لکھنؤ سے بلوا کر قدیم مسجد کی توسیع کرائی یہ تعمیر پانچ سال میں مکمل ہوئی پھر ۱۳۰۰ھ میں بہت عمدہ استرکاری کی گئی، جس سے مسجد کی زیبائش میں اضافہ ہوا۔

زہد وتقویٰ، عبادت و ریاضت، صبر و استقلال میں اپنی مثال آپ تھے، سادہ مزاجی، تواضع وانکساری آپ کا شیوہ تھا۔

علم کا یہ آفتاب ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء کو غروب ہوا۔ (تذکرہ بے بہا مطلع انوار)

اولاد: مولانا سید حسین صاحب

صاحب تواریخ واسطیہ ص ۲۹۵ر پر رقمطراز ہیں:

"عالم و فاضل، متقی مولانا سید محمد عسکری صاحب طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ جو زہد و ورع عبادت وتقویٰ میں جواب نہیں رکھتے تھے"

صاحب تواریخ سادات امروہہ ص ۱۷۳ر پر لکھتے ہیں:

"(آپ) علم فضل میں یکتائے روزگار شب و روز عبادت گذار تھے، طبیب حاذق بھی تھے، ۱۲۸۹ھ میں آپ کی وفات واقع ہوئی"

سید ابوالحسن فرقتی نے تاریخ وفات نظم کی ۔

معدن اتقا تقی مجتہد زمان وعصر

نیر برج علم ودیں حیف ازیں مکان رفت

ہم بمرافقت بہ پیش عالم و فاضل طبیب

اعنی جناب مولوی عسکری ہمقراں رفت

سال وفات بریکی فکر نمود فرقتی

گفت سروش غیب حیف متقی جہان رفت

☆☆☆☆☆

﴿سید محمد کاظم﴾

(متوفی: ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء)

سید سرفراز علی ساکن محلّہ گذری کے فرزند تھے، امروہہ میں متولد ہوئے جید الاستعداد علماء میں شمار ہوتا تھا، علوم متداولہ اور کتب درسیہ ہر وقت مستحضر رہتی تھیں۔

درس و تدریس کا بہت شوق تھا زندگی کا محبوب مشغلہ تدریس کرنا تھا بڑے مخیّر باوضع کریم الطبع جامع حسنات تھے، زہد وتقویٰ خانہ نشینی آپ کا شیوہ تھا، آپ نے بعمر انسٹھ سال ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء میں انتقال کیا۔

صاحب تواریخ واسطیہ ص ۴۷۳/ پر لکھتے ہیں:

''یہ عالم تھے علوم متداولہ ان کے منقش خاطر اور کتب ان کو مستحضر تھیں درس و تدریس کے بہت شوقین تھے بمقتضائے شدت شوق علمی کے پڑھتے پڑھاتے رہے، یہ بڑے مخیّر باوضع کریم الطبع، جامع حسنات، مستغنیٔ الصفات تھے، ہمیشہ عزت گزین خانہ نشین رہے بدوشعور سے ضیق النفس میں مبتلا رہے اور ان کے والد سید سرفراز علی رئیس منش بڑے باوضع کریم الطبع تھے''

اولاد: حکیم اصطفیٰ حسن، مولوی ارتضیٰ حسن، مولوی اجتبیٰ حسن، حکیم اصطفیٰ حسن

☆☆☆☆☆

مولانا سید محمد کاظم نقوی

﴿سید محمد کاظم تقوی﴾

(۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء)-(۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء)

سرکار نجم العلماء سید نجم الحسن اعلیٰ اللہ مقامہٗ کے فرزند تھے، آپ کی ولادت ۱۸۹۰ء/ ۱۳۰۸ھ میں ہوئی۔

سرکار نجم العلماء نے بڑے اہتمام سے تعلیم و تربیت کا انتظام کیا شہر کے معروف اساتذہ سے مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ میں باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور ممتاز الافاضل کی سند حاصل کی۔

مدرسہ ناظمیہ میں تکمیل دروس کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔

اس کے بعد عراق تشریف لے گئے جہاں آیۃ اللہ سید ابوالحسن اصفہانی، آقای مرزا حسین نائنی، آقای سید ضیاء الدین عراقی، آقای سید اسماعیل صدر نے اجازے مرحمت فرمائے، جن میں آپ کے اعلیٰ کمالات و علمی صلاحیتوں کا ذکر فرمایا، علماء عراق سے اچھے روابط تھے۔

۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۱ ء میں سرکار نجم العلماء کے ہمراہ عراق گئے اور نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، کاظمین، کوفہ، سامرہ کی زیارات سے مشرف ہوئے۔

آپ بلا کے ذہین، ذکی، خوش اخلاق اور پرہیزگار، عالم دین تھے، کتب درسیہ میں مہارت اور فارسی نظم و نثر لکھنے پر اچھی قدرت رکھتے تھے۔

Scanned by CamScanner

مولانا سید محمد مجتبیٰ

نجف اشرف میں قیام کے دوران ہی سخت مریض ہوئے اور تمنا تھی کہ آخری وقت والدین کی زیارت کر لیں چنانچہ دعا مستجاب ہوئی اور لکھنؤ تشریف لے آئے، کچھ دن تک موت و حیات میں کشمکش رہی بالآخر ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء میں رحلت فرمائی اور لکھنؤ ہی میں سپرد لحد کئے گئے۔

تصانیف: ترجمہ الشیعہ وفنون الاسلام مطبوعہ

(تذکرہ بے بہا و مطلع الانوار)

اولاد: سید محمد مہدی، مولانا سید محمد صادق صاحب مولانا سید محمد محسن صاحب

☆☆☆☆☆

سید محمد مجتبیٰ

(۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء)-(۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء)

مولانا سید محمد مجتبیٰ عرف مولوی چاند، مولوی سید محمد مصطفیٰ صاحب مرحوم کے فرزند تھے، آپ کی پیدائش محلّہ بگلہ میں ۱۸۷۳ء/۱۲۹۰ھ کو ہوئی۔

آپ کے والد مولوی سید مصطفیٰ صاحب نہ صرف مولوی و طبیب تھے بلکہ اس قدر علم دوست بھی تھے کہ انہوں نے حاجی سید مقبول احمد اور سید محمد باقر صاحب کے ساتھ ایک مکتب کی بنیاد ۱۹۰۱ء میں ڈالی جو مختلف منازل سے گذرنے کے بعد ''امام المدارس انٹر کالج'' کی شکل میں موجود ہے اس طرح

Scanned by CamScanner

مولوی سید مصطفیٰ مرحوم امروہہ کی ایک تاریخ ساز شخصیت کا نام ہے۔

مولوی سید محمد مجتبیٰ مرحوم کے خاص استاد مولانا سید اولاد حسن طاب ثراہ تھے، آپ فارسی، عربی میں اچھی استعداد کے حامل تھے۔

آپ اپنے والد ماجد کی طرح قومی خدمات میں حصہ لیتے تھے امام المدارس کے سکریٹری بھی رہے ۱۹۱۴ء میں امام المدارس کے آنریری منیجر ہوئے مدرسہ مذکور انگریزی تعلیم کا فروغ آپ کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں ہوا، آپ کے نام پر ''مجتبیٰ لٹریری یونین'' قائم ہوئی۔

مولوی صاحب مرحوم کو شاعری سے بھی کافی دل چسپی تھی تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی آپ نے تقریباً ۱۱۰ قصائد اور ۱۱۰ سلام کہے۔

آپ دراز قامت اور خوبصورت خدو خال کے مالک تھے، فن پھکیتی میں غیر معمولی پھرتی وچستی کا مظاہرہ کرتے تھے فطرتاً متقی پرہیز گار تھے، آپ کے سلسلے میں صاحب تواریخ واسطیہ ص ۱۷۴ پر رقمطراز ہیں:

''ان کو علم عربی وغیرہ میں استعداد کافی ہے جوان صالح نیک طریقہ ہیں''

وفات: ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء میں آپ کا انتقال ہوا اور عزاخانہ محلّہ بگلہ کے دالان میں دفن ہوئے، سرہانے دیوار پر آپ کی تاریخ وفات درج ہے ؎

''مولوی مجتبیٰ بہشت مکاں'' ۱۳۵۶ھ

(تذکرہ سادات ارزانی پوتہ ۲۰۴)

اولاد: سید حبیب حسن، سید شبیب حسن

﴿سید محمد نبی﴾

(۱۸۷۷ء)-(۱۹۹۰ء)

آپ حاجی سید مرتضٰی حسین ساکن محلّہ دانشمندان کے فرزند تھے، آپ کی ولادت یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو ہوئی، آپ نے عربی، فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور عربی، فارسی بورڈ کی اسناد حاصل کیں، آپ نیک سیرت بزرگ تھے، ۲۸ر ستمبر ۱۹۸۸ء کو پاکستان ہجرت کی اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر کے ۱۹۹۰ء کو کراچی میں رحلت کی۔

☆☆☆☆☆

﴿سید محمد مصطفٰی﴾

(۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء)-(۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء)

سید نذر حسین صاحب مرحوم کے خلف صالح تھے، آپ کی ولادت ۱۸۴۳ء/۱۲۵۹ھ کو محلّہ بگلہ میں ہوئی، عہد طفلی سے ہی ذکی و ذہین تھے، ۱۸۵۷ء میں آپ کی عمر صرف ۱۴ر سال تھی، غدر میں جب انگریزی اہلکاروں نے آپ کے دادا سید یاد علی اور سید سجاد علی کے متعلق آپ کو بچہ سمجھ کر استفسار کیا کہ صاحبزادے تمہارے دونوں دادا کہاں ہیں، ان کو گمان تھا کہ یہ لڑکا حقیقت کا اظہار کرے گا، باوجود علم و آگہی کے آپ نے انکار کر دیا اور کسی

Scanned by CamScanner

طرح نہ بتایا، مذکورہ واقعہ سے آپ کی فطری ذہانت اور عاملہ فہمی کا پتہ ملتا ہے، آپ کو عربی، فارسی علوم پر مکمل دسترس تھی، آپ کے اساتذہ میں علامہ سید احمد حسین صاحب طاب ثراہ و علامہ سید محمد حسن صاحب طاب ثراہ ساکن محلّہ شفاعت پوتہ تھے، آپ نے علم طب حکیم محمد امجد علی خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر سے حاصل کیا، آپ مسجد باقری محلّہ بگلہ میں پیش نمازی فرماتے تھے، آپ کی طبیعت میں بلا کا استقلال اور تحمل تھا بڑی سے بڑی مشکل میں بھی مضطر و پریشان نہ ہوتے تھے، انتہائی جرات، دلیری، پامردی سے مشکلات اور دشواریوں کا مقابلہ کرنے والے تھے، حاجی سید مقبول احمد اور سید محمد باقر صاحب نے موضع ٹنڈ ہیرا اور موضع قاسم امام المدارس کے نام وقف کیا، اور آپ نے ڈھائی بیگہ خام آراضی اس وقف نامہ میں شامل کی مذکورہ تینوں امام المدارس کی خلوص کے ساتھ بنیاد رکھی، جو آج انٹر کالج کی صورت میں بانیان کی زندہ یادگار کے طور پر قائم ہے۔

وفات: آپ کی وفات ۲۸؍اگست ۱۹۱۰ء/۲۱؍شعبان ۱۳۲۸ھ بروز یکشنبہ ہوئی اور آبائی قبرستان موسومہ باغ نودہ متصل مسجد نجم النساء دفن ہوئے، قطعہ تاریخ:

''در ارم بالطف احمد ہست جائے مصطفٰی'' ۱۳۲۸ھ

(تاریخ سادات ارزانی پوتہ ۱۹۸، سید علی نجف کراچی)

صاحب تواریخ واسطیہ ۴ ۱۷؍ پر رقمطراز ہیں:

Scanned by CamScanner

''(آپ کو) استعداد علم عربی وغیرہ میں کافی ہے طریقہ طبابت میں بھی بہرہ کامل ہے صاحب وضع، ذی استعداد ہیں''

صاحب تاریخ سادات امروہہ ۳۷۷ پر تحریر کرتے ہیں:

''سید نذر حسین صاحب کے فرزند مولوی سید مصطفیٰ صاحب علم و طبیب ہوئے''

اولاد: مولوی سید مجتبیٰ عرف چاند، سید اجتبیٰ، سید اتقیٰ حسن یکتا، سید اصطفیٰ حسن

☆☆☆☆☆

﴿سید محمد ممتاز حسین﴾

(۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء)۔(۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء)

سید اعجاز حسین صاحب مرحوم ساکن محلّہ سٹھی کے فرزند تھے، آپ کی ولادت ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں ہوئی۔

موصوف نے ۱۹۱۹ء میں الہ آباد سے منشی کا امتحان پاس کیا بعدہ عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی، ۱۹۲۰ء میں مولوی، ۱۹۲۲ء میں عالم، ۱۹۲۳ء میں فاضل ادب ۱۹۲۵ء میں فاضل فقہ کا امتحان پاس کیا، آپ نے یہ تمام امتحانات منصبیہ عربی کالج میرٹھ میں زیر تعلیم رہ کر دیئے، ۱۹۲۶ء میں منصبیہ کی آخری سنہ ''بدر الافاضل'' حاصل کی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد منصبیہ عربی کالج ہی میں تدریس کے

Scanned by CamScanner

فرائض انجام دینے لگے کچھ عرصہ بعد اٹاوہ تشریف لے گئے اور اسلامیہ ہائی اسکول میں عربی کے مدرس ہوئے، اٹاوہ سے امروہہ آئے اور نور المدارس میں تدریس کرنے لگے، جنوری ۱۹۳۱ء میں ''مدرسہ باب العلم'' نوگانواں سادات چلے گئے اور تشنگان علوم دینیہ کو سیراب کرنے لگے۔

۱۹۳۳ء میں آیۃ اللہ سید یوسف حسین صاحب طاب ثراہ کے انتقال اور ۱۹۳۴ء میں علامہ سید سبط نبی صاحب طاب ثراہ کے تقرر کے درمیانی وقفہ میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبہ دینیات میں لکچرر اور شیعہ ڈین منتخب ہوئے، علامہ سبط نبی صاحب طاب ثراہ کے تقرر کے بعد مسلم یونیورسٹی کے سٹی ہائی اسکول میں بحیثیت مدرس مقرر ہوئے اور دوران ملازمت ہی اس دنیا سے کوچ کیا، منصبیہ عربی کالج میرٹھ میں قیام کے دوران انجمن یوسفیہ میرٹھ کے علمی، سماجی اور مذہبی رسالہ ''ہادی'' کے اڈیٹر رہے، یہ رسالہ آیۃ اللہ سید یوسف حسین صاحب طاب ثراہ کے زیر سرپرستی منصبیہ سے شائع ہوتا تھا، ۱۹۳۹ء/ ۱۳۵۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی، عزاخانہ محلّہ سٹّھی میں آسودۂ لحد ہوئے، جناب منشی سید حمید حسن تنویر مرحوم ساکن محلّہ حقانی نے تاریخ وفات کہی ۔

این قبر شرع عالم متین است   چو در عالم شدہ ممتاز این است
پئے تاریخ رحلت گفت تنویر   نیک جائے او خلد بریں است

اولاد: مولانا سید سجاد حسین صاحب، ڈاکٹر سید جواد حسین صاحب

﴿حاجی مرتضیٰ حسین﴾

(۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء)۔(۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء)

حاجی سید مرتضیٰ حسین طاب ثراہ، الحاج سید قربان حسین صاحب کے فرزند تھے، ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء کو محلّہ دانشمندان امروہہ میں متولد ہوئے، ابتدائی تعلیم کے مراحل گھر ہی میں طے کئے پھر انگریزی اسکول میں زیر تعلیم رہے مگر طبیعت کا میلان انگریزی تعلیم کی طرف نہ ہوا جس کی بنا پر اسکول کو خیر باد کرنا پڑا، اور دینی تعلیم کی طرف رجحان پیدا ہوا اور عربی تعلیم کے سلسلے میں مولانا محمد امین خاں کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا۔

اسی زمانے میں اشرف المدارس کے نام سے ایک مدرسہ قائم ہوا، مولانا سید فرمان علی صاحب پھر مولانا سید محمد ہارون طاب ثراہ اس کے صدر مدرس ہوئے، آپ نے ان بزرگ حضرات سے بھی کسب فیض کیا اور فقہ و اصول ادب و کلام میں غیر معلومی ملکہ حاصل کیا، جس کے سبب آپ اسی مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دینے لگے اور خود کو تعلیم کے لئے وقف کردیا۔

۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء میں حج بیت اللہ کا ارداہ کیا والد ماجد کے ہمراہ فریضۂ حج بجالائے اور وہیں سے عازم عراق ہوئے جہاں نجف اشرف کربلائے معلیٰ، کاظمین، سامرہ، کوفہ، کی زیارات سے مشرف ہوئے۔

Scanned by CamScanner

۱۳۰۸ھ میں دوبارہ ارادۂ حج کیا، مگر نامساعد حالات کی بنا پر ترکِ ارادہ کیا اور عازم عراق ہوئے، اور بارے دیگر زیارات عتبات عالیہ سے مشرف ہوئے، واپسی پر اپنے ساتھ علمی کتابوں کا ذخیرہ خرید کر لائے جس سے آپ کی کتب بینی کے ذوق کا اندازہ ہوتا ہے۔

پھر ایک عرصے بعد زیارات سے مشرف ہوئے۔

۱۹۰۴ء میں حاجی سید نورالحسن مرحوم رئیس خاندان نے اشرف المدارس کا نام تبدیل کر کے نورالمدارس رکھا اور اس کے لئے اپنی کثیر جائیداد وقف کی اور اس مدرسہ عالیہ کا صدر مدرس و منتظم موصوف ہی کو مقرر کیا۔ آپ نے مدرسہ کے سلسلے میں انتہائی جانفشانی سے کام کیا اور ہر وقت مدرسہ کی ترقی کے لئے کوشاں رہے یہ آپ ہی کی سعی کا نتیجہ تھا کہ مدرسہ ہر روز ترقی کرتا رہا، اور اس کی شہرت ملک کے کونے کونے تک ہوئی، جوق در جوق تشنگان علوم دینیہ اپنی پیاس بجھانے اس گھاٹ پر آنے لگے، جلد ہی مدرسہ ملک کے نامور مدارس میں شمار ہونے لگا، اس مدرسہ کے طلبہ نے ہر میدان میں نمایاں حیثیت حاصل کی اور اپنے اپنے فنون میں استادفن قرار پائے۔

کوئی اپنے زمانے کا فقیہ، کوئی ادیب اور کوئی مجتہد بنا، حاجی صاحب ۲۴ رسال تک اس عہدہ پر فائز رہے آخر میں کچھ وجوہات کی بنا پر آپ کو مستعفی ہونا پڑا، مگر اس کے باوجود بھی اپنے فرائض سے غفلت نہیں کی، اور گھر پر ہی درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

Scanned by CamScanner

منطق، فلسفہ اور عربی ادب سے خاص لگاؤ تھا بحیثیت استاد آپ نہایت بلند مقام کے حامل تھے، ہر قابلیت کے طالب علم کو پڑھانے کے لئے آمادہ رہتے تھے، ابتدائی تعلیم دینے میں کسر شان نہیں سمجھتے تھے، تلامذہ پر نہایت شفیق و مہربان رہتے تھے ان کی ہر طرح کمک فرماتے، خاص طور پر ان کی مالی حالات کا خیال رکھتے تھے، نماز شب میں ان کی کامیابی کے لئے دعا کرتے تھے آپ کے زہد و تقویٰ کا عام چرچا تھا ہر شخص آپکا احترام کرتا تھا۔

محمود احمد عباسی ''تذکرۃ الکرام'' میں رقم کرتے ہیں:

''آپ علم کے شیدائی اور پڑھانے کے شوقین تھے، بہت سے طلباء کو آپ سے فیض پہونچا، باوجود یہ کہ ساٹھ سال سے زائد عمر تھی اور قویٰ بھی ضعیف ہو گئے تھے مگر اپنے مکان پر اب تک درس دیتے رہے موزوں طبع تھے کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے، جس میں زیادہ تر مناجات، حمد و نعت و منقبت ہوتی تھی''

آپ کی وفات ۲۴ر جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ/ ۶ر نومبر ۱۹۳۱ء کو ہوئی، آپ کو تصنیف و تالیف کا بہت شوق تھا۔

تصانیف:

- عقائد مرتضوی
- شرح و ترجمہ شرح باب حادی عشر
- رسالہ مصطلحات منطق و فلسفہ، حسب فرمائش مولانا اعجاز حسین صاحب محلّہ گذری۔

- ترجمہ چہل حدیث
- ترجمہ چہل سورہائے توریت

آپ کے شاگردوں کی طویل فہرست ہے:

آپ نے ایک کتاب خانہ قائم کیا تھا جس میں ہزاروں نادر کتابیں موجود تھیں اور خطی نسخے بھی کثیر تعداد میں تھے، مگر زمانے کے انقلاب نے سب تباہ و برباد کردیا، آخر اس کا کافی حصہ حفاظت کی نظر سے جامعہ ناظمیہ لکھنؤ کے کتب خانے میں بطور امانت رکھ دیا گیا ہے۔

آپ کے بارے میں صاحب تواریخ واسطیہ ۲۶۲ر پر تحریر کرتے ہیں:

''یہ بڑے نیک عمل جوان صالح و متقی پرہیزگار نماز گذار ہر طرح سے لائق و فائق ہیں''

اولاد: مولانا سید یوسف حسین، مولانا سید محمد احمد، سید حسن مجتبیٰ، مولوی سید محمد نبی، سید محمد رضا، سید محمد نور عین

☆☆☆☆☆

سید مسرور حسن

(۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء)-(۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء)

سید معجز حسین صاحب کے فرزند تھے آپ کی ولادت رجب ۱۳۲۲ھ/ستمبر ۱۹۰۴ء کو امروہہ میں ہوئی، صالح، متقی، پرہیزگار، نیک معاش،

Scanned by CamScanner

نیک کردار، عالم باعمل، صاحب علم و فضل تھے ابتدائی تعلیم کے مراحل نورالمدارس امروہہ میں طے کئے اور حاجی مرتضیٰ حسین صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

بعد ازاں منصبیہ کالج میرٹھ میں سرکار یوسف الملت مولانا سید یوسف حسین صاحب قبلہ سے کسب فیض کیا، اور عازم لکھنؤ ہوئے، لکھنؤ اس وقت جید علماء سے بھرا ہوا تھا جس کی بنا پر علماء سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا، آپ نے مدرسۃ الواعظین میں رہ کر شمس العلماء علامہ سید سبط حسن صاحب، ممتاز العلماء سید ابوالحسن صاحب قبلہ سے استفادہ کیا۔

مولانا سید ممتاز حسن بارہوی، مولانا سید فضل علی، مولانا شیخ جواد وغیرہ آپ کے ہم عصر تھے۔

آپ انجمن موید العلوم مدرسۃ الواعظین کے سکریٹری رہے، مدرسۃ الواعظین کے ممتاز طلباء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

مدرسہ کی تعلیم کی تکمیل کے بعد ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں افریقہ کے مرکز ڈاگاسکر تشریف لے گئے اور مدرسہ کی طرف سے بحیثیت مبلّغ کارتبلیغ انجام دینے لگے، آپ کی کدکاوش اور محنت وتحریک سے وہاں ایک عالیشان عمارت مرکز شیعہ تعمیر ہوئی، جس میں ایک بہت بڑا تاور (مینار) تعمیر ہوا، وہاں کے مومنین کی خواہش تھی کہ ٹاور کا نام آپ کے نام پر رکھا جائے مگر آپ نے منظور نہیں کیا، بلکہ آپ کی تجویز سے حضرت امام رضا علیہ السلام کے اسم گرامی

کی مناسبت سے اس ٹاور کا نام ''رضوی ٹاور'' رکھا گیا اس میں آپ کے نام کی بھی رعایت تھی، آپ مملکت فرانس کے گورنر جنرل کی کونسل کے بحیثیت شیعہ نمائندہ ممبر تھے، آپ نے فرانسیسی زبان میں ایک معرکۃ الآرا کتاب تحریر فرمائی، اور کتاب ینابیع المودۃ کا اردو میں ترجمہ کیا، نیز کتاب مختار المسائل مرتب فرمائی۔

وفات: ۱۳ / رجب ۱۳۷۶ھ / ۱۳ / فروری ۱۹۵۷ء کو کراچی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

☆☆☆☆☆

﴿حکیم سید مصطفیٰ حسن﴾

سید علی حسن صاحب ساکن محلّہ گذری کے نامور فرزند اور مولانا سید اعجاز حسن صاحب قبلہ کے برادر بزرگ تھے، آپ کے بارے میں صاحب تاریخ سادات امروہہ جمال احمد صاحب ۳۶۵ / پر رقمطراز ہیں:
''طبیب حاذق و عالم و فاضل و حاجی اور اپنے وقت میں نامی گرامی افراد سادات میں سے تھے'' صاحب تواریخ واسطیہ ص ۴۷۹ / پر تحریر فرماتے ہیں:
''یہ حکیم ذی علم و حاجی الحرمین شریفین ہیں ان کو حذاقت طبع و استقامت وضع میں ید طولیٰ ہے، اور تشخص امراض و معالجہ میں دست شفا ہے علوم درسیہ عربیہ میں فارغ التحصیل ہیں اور بین الامثال بمثیل ولی عدیل ہیں،

Scanned by CamScanner

مولانا مطاہر حسین فرقانی

وفور مروّت و صلہ رحم میں اپنے اعزہ کے عمدہ کفیل ہیں، اور ثروت و مقدرت میں رئیس منش جلیل ہیں چٹھیات خوشنویسی مزاج حکام والا مقام آپ کے نام عمدہ مضامین کی ہیں حکمت و فلسفہ کی کتب بطریق سیر پیش نظر اکثر رہتی ہیں اور اسی فن حکمت یمانیہ کی تصانیفات میں مصروف بیشتر رہتے ہیں، ۱۳۰۱ھ میں بخوبی تمام حجۃ الاسلام ادا کیا، اور اہل قافلہ کو جوان کے ہم وطن و ہم سفر تھے کمال سرچشمی سے قرضہ حسنہ دیا کب کا کب لیا خود طلب نہ کیا جس کے پاس رہ گیا اس کا تعاقب نہ کیا اور کار دنیوی میں عمدہ سلیقہ شعار و امور دینی میں زاہد و ابرار ہیں"

اولاد: سید معصوم حسن، الطاف حسین

☆☆☆☆☆

﴿سید مطاہر حسین فرقانی﴾

آپ کی ولادت رجب ۱۹۰۵ء/۱۳۲۲ھ کو امروہہ میں ہوئی، مولانا موصوف کو ابتدائی سن شعور سے تحصیل علوم و فنون کا شوق رہا آپ کے والد ماجد کو ادنیٰ توجہ آپ کی رسا طبیعت کے روز افزوں رجحان نے بہت کم عرصہ ہی میں علوم و معارف کے جواہر و خزائن موصوف کے سینے میں مخزون و ودیعت کر دیئے۔

ابتدائی تعلیم حسب دستور گھر ہی پر ہوئی پھر مقامی میونسپل اسکولوں

Scanned by CamScanner

میں تعلیم پاتے رہے، علوم عربیہ و فارسیہ کی تحصیل کے شوق میں نورالمدارس میں حاجی سید مرتضیٰ حسین اعلیٰ اللہ مقامہ کی شاگردی سے مشرف و ممتاز ہوئے، اور کچھ عرصے سید المدارس و منصبیہ میں بھی زیرِ تعلیم رہے اور سرکار یوسف حسین صاحب قبلہ، سرکار سید محمد صاحب مجتہد سے شرف تلمذ رہا، ۱۹۲۶ء میں محلّہ دانشمندان میں ایک قومی مذہبی درسگاہ موسوم بہ دارالعلوم تاج المدارس قائم کی جس کے مدرس اعلیٰ رہے مر کچھ عرصے بعد یہ درسگاہ بند ہوگئی۔

ایک مدت تک معراج المومنین امروہہ کے جنزل سکریٹری رہے اور اس انجمن کا نام بدل جانے پر اسی انجمن تشئید الاسلام کے صدر ہوئے، امروہہ کی مایۂ ناز و قابل فخر انجمن اصلاح معاشرت کے رکن رکین ہونے کے ساتھ ساتھ انجمن تنظیم المومنین امروہہ اور شیعہ آرٹس اسکول امروہہ کے بھی ہمدردِ خاص رہے، پاکستان جانے کے بعد عرصے تک سندھ مدرسہ میں درس و تدریس سے منسلک رہے، آپ نہایت وسیع الاخلاق، متواضع، شگفتہ رو، زندہ دل، خوش طبع، صاحب فہم ذکا، بامروّت، ملنسار، خوش گفتار، پاکیزہ سیرت، صفات حمیدہ کے حامل تھے۔

شاعری سے خاص دل چسپی تھی، مومنؔ، فرقانیؔ تخلص فرماتے تھے، آپ فارسی اور اردو کے صاحب دیوان تھے عربی میں شعر کہتے تھے، اکثر گفتگو میں بھی اشعار استعمال کرتے، مرثیہ، سلام، نوحہ، قصائد، غرض تمام انواع و اقسام پر قادر تھے، آپ نے بچپن میں اشعار بھی کہے اس دیوان کا نام ''خیابان

Scanned by CamScanner

طفولیت'' ہے۔ موصوف کے خصوصیات میں آمد، سلاست، روانی بلند پردازی، جدت طرازی، حسن بندش، حسنِ ادا کے علاوہ یہ امر خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ کسی سے فن شعر میں تلمذ حاصل نہیں کیا۔

آپ کی تحریری خدمات کا بہت شوق تھا جس کی بنا پر کثرت سے لکھا آپ کی تصانیف کی طویل فہرست ہے:

تصانیف:

- ترجمہ تفسیر اصفیٰ ملا فیض کاشانیؒ
- معین اللغات مجموعۂ عربی، فارسی، ترکی
- خیابان طفولیت دیوان اردو
- پروانۂ جنت
- وسیلہ نجات (مجموعہ کلام)
- ترجمہ مثنوی مولانا روم در نظم مثنوی اردو
- نحو میر در نظم
- کلیات اردو
- کلیات فارسی
- تحفۃ المومنین در نثر
- مسائل واحکام
- رہبر منطق
- دستور الحکما در بیان فلسفہ
- معلم الاخلاق
- ذکر شعراء امروہہ

(گلہائے صد رنگ ص ۶۲)

Scanned by CamScanner

﴿سید مصروف علی﴾

(متوفی: ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء)

سید امام علی خاں آپ کے والد تھے جن کا تعلق محلّہ دربار کلاں سے تھا بڑے متقی و پرہیزگار عالم تھے۔

آپ کے بارے میں صاحب تاریخ اصغری ص ۵۵ پر تحریر فرماتے ہیں:

''مولوی سید مصروف علی ولد سید امام علی خاں شیعوں کے پیش نماز اور زہد و تقویٰ میں ممتاز تھے، اور ان کے پوتے سید ولایت علی خاں ولد سید تبارک علی خاں کو شعر گوئی سے نہایت ذوق تھا، منجملہ ان کے بیٹوں کے سید حسین مختار عدالت مراد آباد ہیں''

صاحب تواریخ واسطیہ ص ۱۴۲ پر رقمطراز ہیں کہ:

''(مولوی مصروف علی) بڑے وضعدار زاہد و ابرار متقی و پرہیزگار تھے، ایسے پاک طاہر و آزاد منش اور شیعہ مذہب کے پیش نماز تھے''

آپ مولانا سید محمد عبادت (اول) کے نواسے تھے حاجی سید حسن مثنیٰ اور مولوی احمد الدین خان آپ کے خاص شاگرد تھے۔

آپ نے بعمر ۶۵ سال ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء میں وفات پائی۔

☆☆☆☆☆

مولانا سید محمد مجتہد

﴿سید منور حسین﴾

صاحب تذکرہ شجرات امروہہ مولوی سید بشیر حسن صاحب مرحوم ص ۱۳۱ ر پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

مولوی سید منور حسین (محلّہ دربار کلاں) عربی، فارسی کے فارغ التحصیل تھے، حافظہ ایسا تھا کہ تمام علوم متحضر تھے۔

سید سالم حسین صاحب محلّہ منڈی چوب آپ کے خاص شاگرد تھے۔

☆☆☆☆☆

﴿سید محمد، مجتہد﴾

(۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء)-(۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء)

جب بھی زہد وتقویٰ، عبادت، ذکاوت، ریاضت، شجاعت، امانت، دیانت، محبت، انکساری، تواضع، صبر، اخلاق کا تصور ذہن میں آتا ہے، جناب مرحوم کا نقشہ نظروں میں گھومنے لگتا ہے، اگر ان صفات وکمالات کو مجسم دیکھنا ہے تو وہ مولانا موصوف کی ذات گرامی میں نظر آتے ہیں، آپ میں یہ تمام صفات بدرجہ اتم موجود تھے، آپ کے تقدس سے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی متاثر تھے ہر دل پر آپ کی حکومت تھی، مسکراتا چہرہ، کشادہ پیشانی، ریش دراز، گندمی رنگ، کم سخن دیکھنے والا محو حیرت رہ جاتا تھا، یقیناً ایسی فرشتہ

Scanned by CamScanner

صفت ہستیاں زمانے میں شاذ و نادر ہی ہوتی ہیں، جس کی تلاش میں زمانہ برسوں سر دھنتا ہے۔

آپ علامہ احمد حسین کے فرزند تھے آپ کی ولادت ۱۷/ربیع الاول ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء کو امروہہ محلّہ شفاعت پوتہ میں ہوئی، بچپن ہی سے بلا کے ذہین اور علم دوست تھے، آپ نے جس گھر میں آنکھ کھولی وہ علم کا حوزہ تھا، والد ماجد اپنے وقت کے جید فقیہ، ہروقت گھر میں علمی گفتگو اور دینی مسائل مورد بحث رہتے تھے، جس کی بنا پر بچہ کا علم دوست ہونا ایک فطری امر تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی، پھر سید المدارس امروہہ میں والد محترم سے اعلیٰ کتابوں کا درس لیا، صدرا، شمس بازغہ، شرح مواقف، شرح تجرید، شرائع الاسلام، شرح لمعہ، قوانین اور منطق، ہیئت، بلاغت میں ضروری اور متداول کتابیں بڑی محنت سے پڑھیں، ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ سے سند حاصل کر کے تقریباً سات سال تک درجۂ عالم و فاضل کو اپنے چشمۂ پُر فیض سے سیراب کرتے رہے، آپ کا انداز تدریس جداگانہ تھا، علمی پیچیدہ گتھیوں کو چٹکیوں میں حل فرماتے اور طلباء کو مطمئن کر دیتے تھے، آپ طلباء سے بہت محبت کرتے اور ان کے ساتھ شفقت و مہربانی کا سلوک کرتے تھے، طلباء کی پریشانی آپ سے دیکھی نہ جاتی تھی، اور ہر طرح کی کمک کرنے کے لئے آمادہ رہتے تھے، خصوصاً طلباء کے اقتصادی حالات پر گہری نظر رکھتے تھے، آپ طلباء کے احترام کے قائل تھے اور ان کے ساتھ پدرانہ برتاؤ کرتے

Scanned by CamScanner

تھے جس کی بنا پر طلباء بھی آپ پر دل و جان سے فدا تھے، آپ نے ۱۳۳۶ھ میں لکھنؤ کا قصد کیا اور براہ راست سلطان المدارس کے درجہ صدر الافاضل میں داخلہ لیا، سرکار باقر العلوم سید محمد باقر سے مکاسب و رسائل، الکافی، اور شرح کبیر کا درس لیا، اور سند صدر الافاضل حاصل کی۔

صدر الافاضل کی سند حاصل کرنے کے بعد عازم عراق ہوئے اور وہاں آیات عظام سے کسب فیض کیا۔

آیۃ اللہ مرزا محمد تقی شیرازی، آیۃ اللہ شیخ محمد حسین مازندرانی اور آیۃ اللہ سید محمد کاظم شیرازی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، اور ان حضرات سے اجازے حاصل کئے۔

۱۳۳۹ھ (۱۹۲۰ء) میں امروہہ واپس تشریف لائے اور سید المدارس میں معقولات و منقولات کی تدریس کرنے لگے۔

جناب مرحوم ذاکری بھی فرماتے تھے، مجالس میں آیات قرآنی اور احادیث ائمہؑ سے استدلال کرتے تھے، اکثر آپ کی مجالس پر موعظہ کا غلبہ رہتا تھا، آپ کا موعظہ بہت مشہور تھا دور دور سے لوگ سننے آتے تھے، اکثر آپ عذاب آخرت سے ڈراتے اور عمل صالح بجالانے کی تلقین فرماتے تھے۔

حجاز کانفرنس دہلی کا وہ اجلاس جو آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے ساتھ اپریل ۱۹۳۳ء میں منعقد ہوا تھا اور جس کے جناب صدر تھے اس موقع پر ایسا فصیح و بلیغ پر زور و پر از معلومات زبانی خطبہ صدارت ارشاد فرمایا کہ ہزاروں کا

Scanned by CamScanner

مولانا سید محمد میر عدل

Scanned by CamScanner

مجمع ہمہ تن گوش تھا اور ہر طرف سے داد و تحسین کے فلک شگاف نعرے بلند تھے، جب حضرت مولانا نے انہدام جنت البقیع کا نقشہ کھینچا تو سامعین نے کثرت سے گریہ کیا، یہ خصوصی اجلاس شیعہ کانفرنس کی تاریخ میں ایک یادگار اجلاس رہے گا۔

غرضکہ مولانا موصوف کے مدارج علمیہ وخدمات ملیہ واوصاف حمیدہ وخصائل پسندیدہ کے پائیدار نقوش صفحات قلوب پر اب بھی ثبت ہیں۔

(مطلع انوار وسلور جوبلی انجمن وظیفہ سادات ص ۸۲)

تصانیف:

وسائل الشریعہ، فقہ فریقین، فرق الفرقین، مطاعن، ملاقاتِ امام زمانہ، وظائف الشیعہ، نورالعین، عشرۂ کاملہ، اصول خمسہ،

اولاد: مولانا محمد حبیب الثقلین مرحوم

☆☆☆☆☆

سید محمد میر عدل

(۹۰۰ھ/۱۴۹۴ء)۔(۹۸۵ھ/۱۵۷۷ء)

آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت سید حسین شاہ ولایت علیہ الرحمہ تک پہونچتا ہے، "سید محمد میر عدل بن سید منتخب ثانی بن سید چاند بن سید منتخب بن سید راجی بن سید عزیز اللہ بن سید شرف الدین شاہ ولایت رح"

Scanned by CamScanner

آپ کا عہد شہنشاہ اکبر کے عالم، فاضل اور جید الاستعداد علماء میں تھا، چنانچہ صاحب ''طبقات اکبری'' مصنفہ نظام الدین احمد ص ۴۸۴ر تحریر فرماتے ہیں: ''سید محمد میر عدل از فحول علماء ہند است و در قصبہ امروہہ توطن داشت، بمنصب میر عدل رسیدہ بحکومت بھکر (سندھ) سرفراز شدہ ودیعت حیات سپرد'' صاحب طبقات اکبری'' نے آپ کو ہندوستان کے فحول علماء میں شمار کیا ہے، صاحب تذکرۃ الکرام نے (تاریخ امروہہ) جلد دوم میں آپ کو علماء و فضلاء میں شمار کیا ہے۔ ''نقادہ دودمان سیادت باعث افتخار سلف و خلف عہد اکبری کے مشاہیر علماء و فضلاء اور ارا کین سلطنت سے تھے''

صاحب تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ) جلد دوم میں رقمطراز ہیں:

''(آپ) تقریباً ۹۰۰ ھ میں پیدا ہوئے، عنفوان شباب میں تکمیل علم کی غرض سے وطن چھوڑا، سنبھل و بدایوں اس زمانے میں علماء و فضلاء عصر کی موجودگی سے جن کے درس کی شہرت دور دور پھیلی ہوئی تھی، علوم وفنون کے معدومخزن بنے ہوئے تھے اس زمانے میں عام دستور تھا کہ تحصیل و تکمیل علم کا شوق و ولولہ امروہہ سے کھینچ کر اول سنبھل لے گیا اور وہاں استاذ الاساتذہ میاں صاحب کے علاوہ بعض کتابیں دیگر اساتذہ سے پڑھیں، بعد ازاں بدایوں گئے اور سید جلال دانشمند کے درس میں شریک ہوئے، منقولات میں تبحر حاصل کیا، تکمیل و تحصیل علوم کے بعد وطن واپس تشریف لائے اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے، تقریباً پندرہ، بیس برس تک امروہہ میں افادہ

درس جاری رکھا، ملا عبد القادر بدایونی صاحب منتخب التواریخ جن کے پدر بزرگوار شیخ ملوک شاہ، سنبھل اور بدایوں میں سید محمد میر عدل کے ہم درس تھے، ۹۶۵ھ میں امروہہ آکر میر صاحب کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔

دربار شہنشاہ اکبر میں حاضری: اوائل عہد اکبری میں علماء کی بڑی قدر و منزلت تھی جس کی بنا پر آپ بھی تقریباً ۹۶۶ھ میں بیرم خانخاناں کے توسط سے دربار اکبری میں پہونچے، تھوڑے ہی عرصے میں اہل دربار اور خود شہنشاہ اکبر پر اپنے تبحر علمی کا سکہ جمایا، شاہی دربار میں پہونچ کر اپنی خدا داد قابلیتوں اور گوناگوں اوصاف کو کام میں لانے کے بہت سے موقع ملے، آپ اپنے خاندان کے پہلے فرد تھے جو شاہی ملازمت میں داخل ہو کر اعلیٰ مرتبہ پر پہونچے، ملازمت بھی اگرچہ آخر حصہ میں اختیار کی تھی لیکن باین ہمہ ان کا تبحر علمی انکا زہد و تقویٰ ان کا تدین ان کی راست بازی، ان کے بے لاگ انصاف، ان کی شجاعت، ان کی شہامت، ان کا تدبر، ان کی حمیت دین، ان کا جوش اسلامی اور اسی قسم کے وہ مختلف اوصاف اور کمالات تھے جن کی بدولت بہت جلد انہیں درجہ اختصاص اور علو مرتبت حاصل ہو گیا، اور وہ ۹۸۱ ء میں ''میر عدلی'' کے اعلیٰ منصب پر مامور ہوئے۔

اس منصب جلیل القدر میں انہوں نے عدالت و انصاف وصدق و امانت کا طریقہ اختیار کیا تھا، حتیٰ کہ قاضی القضاۃ بھی ان کی بزرگی کے لحاظ سے خیانت اور خباثت سے باز رہتا تھا، جب تک ان کا دخل دربار شاہی میں

رہا کسی ملحد اور بدعتی کو دین اسلام میں رخنہ ڈالنے کی جرأت نہ ہوئی، میر عدل علیہ الرحمہ کا سن اس زمانے میں ۷۵ رسال کا تھا ان کی بزرگی زہد و ورع اور تبحر علمی کی بنا پر بادشاہ بھی ادب و اکرام سے پیش آتا تھا بڑے بڑے قاضی اور مفتی بلکہ قاضی القضاۃ کو بھی دم مارنے کی مجال نہ تھی، ملا صاحب نے ایک واقعہ لکھا ہے جسے مولانا آزاد کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں، واقعہ یہ ہے:

''حاجی موصوف نے ایک موقع پر اکبر کا شوق دیکھ کر فتویٰ لکھا کہ سرخ اور زعفرانی لباس پہننا جائز ہے اور سند میں کوئی ضعیف نحیف غیر مشہور سی حدیث بھی لکھ دی اور جلسہ علماء میں وہ فتویٰ پیش کیا۔

انہوں نے حدیث مذکور کی صحت میں سند دوڑائی میر عدل ان پر بہت جھنجھلائے اور عین مجلس بادشاہی میں بدبخت وملعون اور دشنامی الفاظ ان کے حق میں صرف کر کے عصا مارنے کو اٹھایا، حاجی صاحب اٹھ کر بھاگ گئے، ورنہ ضرور مار کھاتے۔

ان کا ادب اسقدر دلوں میں پیدا ہوا تھا کہ سب بجا اور برحق سمجھتے تھے۔

(دربار اکبری)

بھکر کی گورنری: اکبر نے آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں اور حسن تدبیر کو دیکھ کر بھکر (سندھ) کا گورنر بنایا آپ ۱۱ رمضان ۹۸۳ھ کو بھکر پہونچے زمام حکومت ہاتھ میں لئے دوسرا ہی سال تھا کہ ۸ رشعبان ۹۸۵ھ کو یہ آفتاب علم فضل ہندوستان کے مغربی حصہ میں غروب ہوگیا اور بھکر کے پرانے

Scanned by CamScanner

قلعہ میں جسم خاکی سپرد خاک ہوا۔

تاریخ وفات:

''سید فاضل اور ''اللہ بالفضل'' تاریخیں ہوئیں،

(تاریخ سادات امروہہ ص ۳۰۴)

صاحب تواریخ واسطیہ ص ۱۰۹ ار پر رقمطراز ہیں:

''میر سید محمد عدل بن سید منتخب کہ جو بعد سات واسطوں کے پوتے مخدوم سید شرف الدین شاہ ولایت قدس سرہ العزیز کے تھے، وہ بہت بڑے بزرگ مشہور و نامدار صاحب اقتدار منصب دار عالی وقار، عالم باعمل، فاضل اجل، یہاں گذرے ہیں جن کی وفات کی تاریخ ''سید فاضل'' ہے۔

صاحب منتخب التواریخ میں مولوی عبد القادر بدایونی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں:

''(آپ) پاک اعتقاد، بڑے متقی اور پرہیز گار اور عالی ہمت تھے، شجاعت میں بے نظیر تھے، اور تواضع و انکساری ایسی تھی کہ بڑے اور چھوٹے کو یکساں سمجھتے تھے غرض جتنی صفتیں کاملوں کو چاہئیں اُن میں موجود تھیں، جس زمانے میں وہ لاہور میں حاکم تھے بغرض متابعت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقط نان جویں پر اکتفا کرتے تھے کئی ہزار مسجدیں تعمیر کرائیں....

بہت سے سادات اور اہل علم و فضل ان کے مخدوم تھے ہمیشہ انہیں سے صحبت رکھتے تھے چار پائی پر کبھی نہیں سوتے تھے تہجد کی نماز ان کی فوت نہیں

Scanned by CamScanner

ہوتی تھی، جماعت کے بھی بڑے پابند تھے، لاکھوں اور کروڑوں روپیہ کی جاگیر رکھتے تھے۔ مگر ایک گھوڑے سے زیادہ ان کے طویلہ میں نہ ہوتا تھا اور کبھی وہ بھی کسی مستحق کو دے دیتے تھے، تو سفر ہو یا حضر پیادہ پا رہ جاتے تھے"

صاحب دربار اکبری مولانا سید محمد حسین آزاد تحریر فرماتے ہیں:

"بعض اشخاص فی الحقیقت صاحب دل اور کریم النفس تھے، مثلاً سید محمد میر عدل کہ خالص اسلام کے باخبر عالم تھے اور عالم بھی باعمل تھے علوم دینیہ کی سب کتابیں پڑھتے تھے مگر جتنے الفاظ کتاب میں لکھتے تھے ان سے بال برابر سرکنا کفر سمجھتے تھے، خاص سے لے کر کفر تک سب انکا ادب کرتے تھے اور اکبر خود بھی لحاظ کرتا تھا سلطنت کی مصلحتوں پر نظر کر کے انہیں دربار سے ٹالا اور بھکر کا حاکم کر کے بھیج دیا بے شک وہ ایسے نیک اور نیک نیت شخص تھے کہ ان کا دربار سے جانا برکت کا جانا تھا" (تاریخ امروہہ ص ۳۱۴)

☆☆☆☆☆

﴿سید منظور حسین﴾

(۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء)۔(۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء)

سید معز حسین صاحب ساکن محلہ دانشمندان کے فرزند تھے، آپ کی ولادت ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء کو ہوئی، آپ عالم و فاضل تھے، تکمیلِ درس کے بعد مشن ہائی اسکول رانی کھیت اور پھر پارکر ہائی اسکول مرادآباد میں فارسی کے

Scanned by CamScanner

مدرس ہوئے، بڑے اچھے انداز میں بچوں کو درس دیتے تھے، وہاں سے ملازمت ترک کرکے ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء میں کراچی چلے گئے اور وہاں تبلیغ و تدریس میں مصروف ہوئے۔

طبیعت میں شعری ذوق بھی پایا جاتا تھا قصیدہ کے علاوہ کسی صنف سخن میں طبع آزمائی نہیں کی، مجالس میں تحت اللفظ مرثیہ بھی پڑھتے تھے۔

آپ کی وفات ۱۸رجب ۱۳۸۲ھ / ۱۵ردسمبر ۱۹۶۲ء میں ہوئی، اولاد: سید فخر عالم، مولوی سید شاکر حسین

(شجرات سادات امروہہ قلمی مولوی بشیر حسن صاحب)

☆☆☆☆☆

سید میر علی

میران سید خضر صاحب ساکن محلہ حقانی کے فرزند تھے، وطن ہی میں متولد ہوئے، بڑے نیک کردار، پاکباز عالم دین تھے۔آپ کے بارے میں صاحب تواریخ واسطیہ ۲۲۶ر پر رقمطراز ہیں: ”سید میر علی موصوف عہد ہمایوں بادشاہ و جلال الدین محمد اکبر بادشاہ میں بڑے عالم باعمل و فاضل اجل گذرے ہیں اور ان کے والد ماجد میران سید خضر موصوف تھے عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ میں چہار بستی ذات کے منصب پر ممتاز تھے“ نیز ص ۲۳۵ر پر لکھتے ہیں: ”یہ بڑے عالم باعمل و فاضل گذرے ہیں ان کے نام کے دو فرمان مؤلف کی نظر

سے گذرے ہیں ایک عطیہ ہمایوں بادشاہ بوجہ مدد معاش پنجہزار بیگہ آراضی موضع گدہتل پرگنہ امروہہ واضافہ یک ہزار بیگہ جملہ ہزار بیگہ مورخہ ۹۶۴ھ دوسرا عطیہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ فرمان مذکر بہت بوسیدہ اور دیرینہ ہین بوجہ شکستگی کے بعض بعض مقام سے خوب پڑھنے میں نہیں آتی، لیکن بوجہ تصدیق عبارت مسطور نقل مطابق اصل عطیہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

''چون موافق پانصد بیگه مقبوضه به گدهتل و موضع سید پور سواد قصبه پرگنه امروهه بموجب فرمان واجب برا اتباع در وجه معیشت سیادت مآب مرتضوی انساب مضیلت آیات کمالات اکتساب زبدة الفضلا و التقیاء سید میر علی...اقرباء و اولاد و نوابع واجب بمشار الیه از آراضی مذکور اوقات گذر ایشان وفا نمیکند بنا بر آن فرمان عالی شان سعادت نشان از....شرف مناصفه صدر یافت که موازی پانصد بیگه زمین دیگر از مزوع و افتاده مناصفه که مجموع یک هزار بیگه باشد...از موضع گدهتل وغیره بتصرف او گذارند و آراضی آنرا بنوعی که متصرف است سال بسال در وجه مدد معاش صرف خود نماید... از سایهٔ تغیر معمون و محفوظ شناسد و زمین مزروع افتاده بهبوده چک بسته بصرف او گذاشته عمل بعلت مالوجهات و اخراجات ..مهرانه و محرفه و

ضـابـطـانه و جرسانه و متصدی ق قانون گوئی و تکرار از راعت پیـش کـش مسـاوی و کـل تـکـلیف حـوال مـزاحمت بحـال شـنـاسـنـد. واز جـمیـع جـوابات و مسلم و مرفوع القلم شناسند مـطـلقاً رامون کردند و به هیچ وجه من الوجود طبع...و هرسال مـجـد طـلـب نـدارنـد مهر اسـت، کپ انچه هزار میں بموجب احکام متصرف باشد باز یافت نماید ۹٦۷ھ...

فرمان منقلہ میں جس مقام پر جگہ چھوٹی ہوئی ہے اصل فرمان میں وہ مقام بوسیدہ اور پھٹے ہوئے ہیں اسوجہ سے ان مقاموں کی عبارت تحریر ہوئی فقط"

اولاد: سید محمد علی، سید جان محمد

☆☆☆☆☆

سید ناصر حسین

(ولادت: ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء)

مولانا سید جواد حسین صاحب طاثراہ کے فرزند تھے آپ کی ولادت ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء دربار میرانخاں محلہ نوگیاں میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم گھر پر والد مرحوم سے حاصل کی۔

تکمیل تعلیم کے بعد پیلی بھیت میں ملازمت کی اور خدمت دین بھی کرتے رہے۔

Scanned by CamScanner

آپ سرکار نجم العلماء سید نجم الحسن صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کے نواسے تھے جن کا شمار برصغیر کے عظیم علماء میں ہوتا تھا۔

مولانا ناصر حسین کے دادا جناب مولانا سید باقر حسین طاب ثراہ تھے، مولانا مرحوم نہایت ملنسار اور خوش اخلاق طبیعت کے حامل تھے۔

(ڈائمنڈ جوبلی نمبر ۹۵)

اولاد: سید ناظر حسین، سید طاہر حسین، سید باصر حسین

☆☆☆☆☆

﴿سید ناظر حسین﴾

(وفات: ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۴ء)

مولانا سید ناصر حسین صاحب ساکن محلّہ دربار میرانخاں (نوگیاں) کے فرزند تھے، آپ نے ایک علمی اور مذہبی گھرانے میں آنکھ کھولی، آپ کے دادا مولانا سید جواد حسین صاحب قبلہ اپنے وقت کے جید عالم تھے، جس کی بناء پر بچپن ہی سے مذہبی تعلیم کی طرف میلان تھا، ابتدائی تعلیم اپنے بزرگوں سے حاصل کی پھر لکھنؤ جاکر جامعہ ناظمیہ میں داخلہ لیا اور مولوی، عالم، فاضل کے امتحانات پاس کئے۔

لکھنؤ یونیورسٹی سے عالم اور فاضل تفسیر کا امتحان پاس کیا، اچھی استعداد علمی رکھتے تھے، ذاکری کا بھی شوق تھا، مگر عمر نے وفا نہ کی، عین عالم
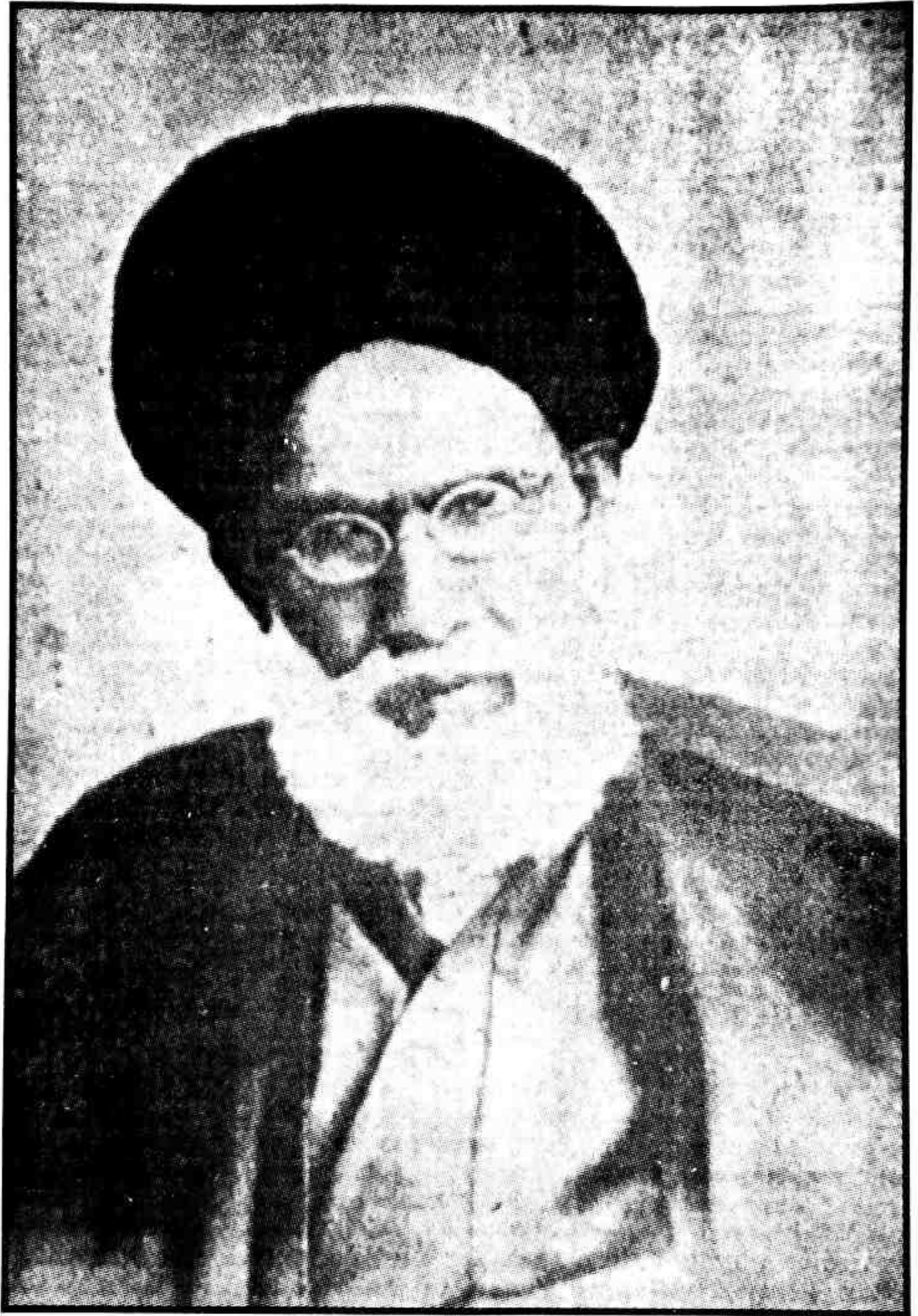
Scanned by CamScanner

مولانا سید نجم الحسن اعلی اللہ مقامہ

جوانی میں بعمر ۴۱ سال ۱۳۶۴ھ/ ۳۱ر دسمبر ۱۹۴۴ء کو کانپور میں رحلت کی۔

(شجرات سادات امروہہ قلمی مولوی بشیر حسن صاحب)

☆☆☆☆☆

﴿سید نجم الحسن، نجم العلماء﴾

(۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء)۔(۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء)

تاریخ علماء برصغیر کے آخری عظیم علماء میں عظیم ترین عالم دین جن کے جذبۂ اشاعتِ اسلام نے تبلیغ کی نئی طرح ڈالی اور فکر روشن نے زوال آمادہ ملت کو شمع راہ دی۔

سرکار نجم العلماء سید نجم الحسن، مولانا سید اکبر حسین عبرتؔ کے فرزند تھے جن کی ولادت ۶ر ذی الحجہ ۱۲۷۹ھ/ ۲۵ر مئی ۱۸۶۳ء کو محلّہ دانشمندان امروہہ میں ہوئی۔

آپ بچپن ہی سے تحصیل علوم عربیہ و تکمیل فنون لطیفہ و پسندیدہ کی طرف میلان طبعی رکھتے تھے، ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کر کے سرکاری مدرسہ مرادآباد میں مولانا حاجی تفضّل حسین صاحب سنبھلی سے تحصیل علم کرتے رہے، از بس کہ حاجی صاحب موصوف ان کے شوق و استعداد و قابلیت سے نہایت متاثر تھے بہ کمال محبت و شفقت آپ کی تعلیم پر خصوصی توجہ فرماتے رہے، جب مولانا تفضّل حسین صاحب مرحوم کا تبادلہ مرادآباد سے

Scanned by CamScanner

کانپور ہوا تو آپ کو بھی اپنے پاس کانپور بلا لیا، حاجی صاحب اکثر جناب افقہ الناس علامہ مفتی محمد عباس علیہ الرحمہ مفتی سلطنت اودھ کے پاس جایا کرتے تھے تو آپ کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے یہاں تک کہ مفتی صاحب نے آپ کو اپنے درس میں شامل کرلیا، مزید برآں مولانا سید علی نقی مرحوم مدرس کیننگ کالج لکھنؤ وغیرہ (متوفی ۱۹۰۵ء) سے بھی استفادہ کرتے رہے۔

اُسی زمانے میں مولانا سید اولاد حسن صاحب، مولانا اعجاز حسن صاحب، مولانا سید احمد حسین صاحب وغیرہ بھی مفتی صاحب کے زیر درس تھے۔

آپ انیس سال کی عمر میں درس معقول و منقول ادب، منطق، حکمت و ریاضی، فقہ، اصول میں باستعداد ہو گئے تھے۔ جب مفتی صاحب واجد علی شاہ اودھ کے پاس مٹیا برج کلکتہ تشریف لے گئے تو آپ کو بھی وہیں بلا لیا، اور وہاں آپ کو مفتی صاحب سے استفادہ کا اچھا موقع ملا، یہاں تک کہ مفتی صاحب تمام مسائل شرعیہ کا جواب آپ ہی سے لکھوانے لگے، اسی زمانے میں جناب مفتی صاحب نے آپ کو ''نجم العلماء'' کا خطاب دیا۔

بعد میں انگریزی سرکار نے ''شمس العلماء'' کا خطاب دیا، جو اگرچہ آپ کے مراتب کے لحاظ سے کم تھا طوعاً و کرہاً قبول فرمایا۔

جناب مفتی صاحب نے آپ کے حسب و نسب اور آپ کی قابلیت و لیاقت کو دیکھ کر اپنی دختر نیک اختر جعفری بیگم کا عقد ۳رشعبان ۱۳۹۵ھ/۱۲راگست ۱۸۷۸ء کو بروز جمعہ آپ سے کردیا، آپ کی قابلیت و

Scanned by CamScanner

استعداد وانشاء فارسی، عربی مقفیٰ و مسجّع اپنے ہم درسوں میں قابل امتیاز تھی اور علم وعمل میں ممیّز وممتاز تھے۔

۹؍ربیع الاول ۱۳۰۴ھ/ ۶؍دسمبر ۱۸۸۶ء کو مفتی صاحب نے آپ کو یادگار اجازہ مرحمت فرمایا، ان کے علاوہ علماء عراق وایران نے اجازے دیئے، آیۃ اللہ شیخ عباس آل کاشف الغطا، آیۃ اللہ محمد حسین مامقانی نے ایسے اجازے مرحمت فرمائے جن سے آپ کی فقاہت مسلم ہے بعض رسائل پر سرکار مرزا محمد شیرازی اور مرزا حبیب اللہ رشتی نے لا جواب تقاریظ تحریر فرمائیں۔

آپ نے بھی علماء عراق وایران کو اجازوں سے نوازا، علماء عراق و ایران آپ سے اجازہ لینے میں شرف محسوس کرتے تھے۔

رمضان ۱۳۰۵ھ/مئی ۱۸۸۸ء کو وطن مالوف امروہہ واپس تشریف لائے اور مسجد قاضی سید محمد فیاض مرحوم دانشمندان میں نماز جماعت اور وعظ کا سلسلہ قائم کیا، جس میں مومنین ومعززین وعمائدین شہر کثرت سے شریک ہوکر فیضیاب ہوتے تھے۔

در این اثنا مفتی صاحب نے لکھنؤ طلب فرمایا چند مہینے ہی گذرے تھے کہ جناب مفتی صاحب نے رحلت فرمائی اور علماء لکھنؤ آقای سید ابوالحسن عرف ابو صاحب، جناب سید ابوالحسن عرف بچھن صاحب نے آپ کی بہت تعظیم وتکرین کی۔

Scanned by CamScanner

ان حضرات کے اور تمام مومنین خاص و عام کی تجویز اور متفقہ رائے سے آپ مفتی صاحب طاب ثراہ کے جانشین مقرر ہوئے۔

اسی دوران شیخ علی عباس صاحب وکیل نے اپنی تعمیر کردہ مسجد واقع چاہ کنکر کو آلات روشنی جھاڑ فانوس وفرش وحوض سے مزین کر کے آپ سے نماز یومیہ پڑھانے کی استدعا کی۔

مولانا سید ابوالحسن صاحب کی تحریک سے ۱۳۰۸ھ میں جناب مرزا محمد عباس خان نے مدرسہ مشارع الشرائع، مدرسہ ناظمیہ قائم کیا جس کے سربراہ نجم العلماءؒ قرار دیئے گئے، نیت کی پاکیزگی اور سربراہ کا خلوص رنگ لایا آپ نے اس قدر محنت و جانفشانی سے کام کیا کہ برصغیر کے گوشے گوشے سے طلباء ناظمیہ آنے اور فارغ التحصیل ہو کر جانے لگے، اس مدرسہ کی آخری سند کا ممتاز الافاضل'' ہے، یہ مدرسہ ہماری صدی کا سب سے بڑا مدرسہ ہے جس سے صدہا ادیب، مصنف، خطیب، طبیب، حافظ، قاضی، مدرس پیدا ہوئے، جن کے فیوض سے کشمیر سے دکن اور ہندوستان سے افریقہ تک روشنی پھیلی۔

۱۳۳۸ھ میں جدید تر تبلیغ مساعی کے لئے آپ نے ایک عظیم الشان منصوبے کا آغاز ''مدرسۃ الواعظین'' کے نام سے کیا، جناب راجہ صاحب محمود آباد اران کے برادر مغفور کے سرمائے سے یہ ادارہ قائم ہوا، مدرسہ میں بر صغیر کے افاضل طلاب کو تربیت دی گئی اور انہیں گوشے گوشے میں بھیجا مبلغین افریقہ، عراق، تبت، برما، پاکستان غرض دنیا بھر میں اسلام کا پیغام اور تعلیمات

Scanned by CamScanner

محمدؐ و آلِ محمدؑ کو پھیلانے لگے، مدرسہ میں ایک نشر و اشاعت وسیع الذیل شعبہ قائم کیا جس سے علمی اور تبلیغی کتابیں اور ماہنامہ ''الواعظ'' اب تک چھپ رہا ہے جس میں براہ راست اردو ترجمے کے ذریعے افکار و تعلیمات کی اشاعت ہوئی۔

انگریزی میں قرآن مجید کا ترجمہ، صحیفہ کاملہ کا ترجمہ، اور مجالس المومنین کا ترجمہ ہوا، ماہنامہ ''مسلم ریویو'' انگریزی میں چھپتا رہا۔

اشاعت کتب و رسائل کے لئے مدرسہ میں انگریزی اور اردو پریس قائم کیا جس سے مسلم ریویو انگریزی میں اور الواعظ اردو میں شائع ہو رہے ہیں۔

کتاب خانہ تعلیم و تحقیق کے لئے مدرسۃ الواعظین کا کتابخانہ بہت بڑا نوادر کا مجموعہ ہے۔

سرکار نجم العلماءؒ کی تحریک ہی پر محلّہ بگلہ میں حکیم سید محمد مصطفیٰ مرحوم نے اس اسکول کی بنیاد رکھی اور حاجی مقبول احمد صاحب نے اس اسکول کے لئے جائیداد وقف کی بعد میں یہ امام المدارس انٹر کالج ہوگیا اور بحمد للہ آج بھی خدمات انجام دے رہا ہے۔

امروہہ میں'' نورالمدارس'' کے محرک آپ ہی ہیں اس کے علاوہ کانپور میں ''نجم المدارس'' شکار پور میں ''احسن المدارس'' اور منجن پور میں مدرسہ قائم کیا۔

آپ ہی کی تحریک پر امروہہ میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا وہ عظیم

Scanned by CamScanner

الشان اور مشہور اجلاس سرکار ناصر الملت مولانا سید ناصر حسین علیہ الرحمہ کی صدارت میں ہوا، جس کی نظیر کانفرنس کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔

۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں آپ کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام سید محمد صاحب مرحوم کی شادی میں شرکت کی غرض سے ہزہائنس نواب حامد علی خاں والی رامپور امروہہ تشریف لائے تو آپ ہی کی تحریک پر مدارس کو وظائف عطا فرمائے۔

بڑے بڑے رؤسائے عظام، امراء کبار، تعلقدار، راجہ نواب آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے میر عثمان علیخاں نظام حیدرآباد نواب حامد علی خاں والی رامپور، مہاراجہ سر محمد علی خاں آف محمود آباد، راجہ ابوجعفر آف پیر پور، سالار جنگ حسن امام، سر علی امام سر رضا علی، سر وزیر حسن، جسٹس محمد رضا، نواب سر فتح علی خاں وغیرہ سب ارادت مند اور معتقد تھے، جناب مرحوم کے مکان کے سامنے میدان تھا اس میں چھپر کے سائے میں چٹائی کا فرش تھا جناب مرحوم وہیں تشریف رکھتے وہیں امراء ونوابین و حکام سے ملتے وہیں پڑھاتے اور سائلین کو مسائل کا جواب غرباء کو امداد دیتے، ان کی سرکار غریب پرور اور علم نواز تھی، ان کے وجود سے برصغیر میں علم وعلماء کا وقار تھا ان کی رائے سیاست کا نچوڑ ان کا فیصلہ، تدبر کا نمونہ، ان کی صدا اثر انگیز تھی، ہر فرقے اور مکتب خیال میں آپ کی عزت وتوقیر تھی، مولانا عبد الباری فرنگی محل، بانی پاکستان محمد علی جناح، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، خواجہ

Scanned by CamScanner

حسن نظامی دہلوی وغیرہ تمام اکابر و مشاہیر آپ کا احترام کرتے تھے، میر عثمان علی خاں نظام حیدرآباد کی تشریف آوری جب لکھنؤ میں ہوئی تو آپ سے بہت شوق عزت و تعظیم سے ملاقات کی اور حیدرآباد آنے کی دعوت دی نیز مدرسہ کا وظیفہ مقرر کیا۔

جناب مرحوم کہ نہ صرف ملک و ملت کا اتحاد حاصل تھا بلکہ حکومت میں بھی انتہائی قدر و منزلت تھی چنانچہ آپ کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ حاضر عدالت سے مستثنیٰ تھے انگریزی سرکار کو جب بھی آپ کے بیان کی ضرورت ہوتی تو کمیشن آتا اور دولت کدہ ہی پر بیان لیتا، چنانچہ مقدمۂ وقف ہُگلی میں آپ کا بیان آپ کے دولت کدہ ہی پر ہوا، نیز اعلیٰ حکام اہم امور میں آپ سے مشورہ کرتے تھے، یو. پی. کا ہر گورنر آپ سے مشورہ طلب کرتا تھا خصوصاً سر جیمس مسٹن تو جناب کا بے حد مداح تھا، برطانیہ جا کر بھی جناب سے خط و کتابت رکھی، جناب کی حیثیت نہ صرف برصغیر میں ارفع و اعلیٰ تھی بلکہ غیر ممالک میں بھی آپ کا نام مشہور و معروف تھا، اہل عراق و ایران آپ کے وقار علمی کے معترف تھے، آنجناب دو دفعہ زیارات عتبات عالیہ سے مشرف ہوئے۔

ایک دفعہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں دوسری مرتبہ شوال ۱۳۴۸ھ/ مارچ ۱۹۳۰ء میں زیارات کے لئے عراق تشریف لے گئے، اہالیان بصرہ، کاظمین، سامرہ و کربلا نے بڑا شاندار استقبال کیا۔

نجف اشرف میں بڑی گرم جوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا، تمام گذرگاہوں اور بازاروں کو آراستہ و پیراستہ کیا گیا، جا بجا دروازے اور محرابیں بنائی گئیں، اور کئی ہزار طالب علم اور علماء کرام اور عوام الناس شہر سے کئی میل باہر تک پیشوائی کے لئے آئے، جب شہر میں داخل ہوئے تو دیدار کے مشتاق افراد قطار در قطار ایستادہ تھے جب آپ علمائے اعلام کے حلقے میں ان راستوں سے گزرے تو سب عقیدت کے پھول برسا رہے تھے۔

زیارات عراق سے مشرف ہوکر ایران تشریف لے گئے اور قم، مشہد مقدس میں بھی بڑے اعزاز کے ساتھ آپ کا استقبال کیا گیا۔

آپ نے محاذ حسینی لکھنؤ کا یہ معرکہ جس تدبر اور خوش اسلوبی سے سر کیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا اس وقت جبکہ انتہائی جوش وخروش میں ہزارہا مومنین جوق در جوق اطراف واکناف ملک سے آکر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر رہے تھے آپ مائل صلح ہوئے آپ نے سرکار ناصر الملت سید ناصر حسین علیہ الرحمہ سے استصواب رائے کیا، تو ان جناب نے تحریر فرمایا میں آپ کو (نجم العلماء) تصفیہ کے لئے مقدم کرتا ہوں، پس اس سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزاد صدر آل انڈیا کانگریس خود آپ کے دولت کدہ پر آئے اور معاملہ کا تصفیہ باحسن وجوہ آپ کے حسب منشا ہوگیا۔

آپ کا ابھرتا ہوا قد، آڑی ٹوپی، گلے میں رومال، سفید قبا، پیروں میں مخملی کفش، فنس کی سواری، نورانی چہرہ، منور بڑی گھنی ڈاڑھی، گندمی رنگ،

Scanned by CamScanner

محی الشریعت آپ کا بڑا اچھا اور موزوں لقب تھا۔

آنجناب کی ذات ستودہ صفات ایک ہر دلعزیز ہستی تھی اور زہد و تقویٰ، پرہیزگاری، اخلاق و محبت، کی جیتی جاگتی مثال تھی۔

فقہ، اصول، تفسیر و حدیث، فلسفہ، منطق پر مکمل دستگاہ رکھتے تھے آپ کی اعلیٰ علمی صلاحتوں کا اندازہ شاگردوں سے بخوبی ہوتا ہے، پچھتر برس کی عمر محنت طلبی، اور مسلسل کام نے آپ کو کمزور کردیا، ضعف نے طول پکڑا، صاحب فراش ہوگئے، حالت بگڑی تو ماتمی انجمنوں نے فریادی اور دعائیہ جلوس شہر میں نکالا، علاج ہوا مگر طلب آچکی تھی۔

یکشنبہ ۱۷ صفر ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء کو داعی اجل کو لبیک کہا، شہر میں کہرام برپا ہوگیا، کوچہ شاہ چھڑا کے شریعت کدہ پر گریہ و بکا کا شور برپا تھا، آپ کے ارتحال کی خبر برق رفتاری سے سارے ملک میں پھیل گئی رات بھر لوگوں کے قافلے لکھنؤ پہوچتے رہے، صبح کو سرکار ناصر الملت علیہ الرحمہ کی فریاد اور علماء فرنگی محل کے آنسوؤں کی بارش میں جنازہ اٹھا، انسانوں کا سمندر دریائے گومتی کو روانہ ہوا، امیر، غریب، سنی، شیعہ حکام اور زعماء علماء و طلباء کا اتنا بڑا مجمع کم دیکھا گیا تھا۔

لاکھوں افراد نے مشایعت جنازہ کی دریائے گومتی پر غسل ہوا، کھلے میدان میں نماز ہوئی اور شام کے قریب مدرسہ ناظمیہ میں سپرد لحد کئے گئے۔

آپ کی متعدد تاریخ وفات کہی گئیں، ''دخل الجنۃ نجم الحسن''

آپ کی خبر رحلت سن کر متحدہ ہندوستان کے تمام شہروں میں صف ماتم بچھ گئی، اکثر مقامات پر ماتمی جلوس نکلے، امروہہ میں بھی ایک ماتمی جلوس اہل شہر کی طرف سے بسر کردگی خواجہ عبداللطیف انصاری صاحب سر و پا برہنہ محلّہ گذری سے نکلا، اور محلّہ دانشمندان میں اختتام پذیر ہوا۔

آپ کے شاگردوں کی طویل فہرست ہے ہم یہاں صرف چند کا ذکر کر رہے ہیں:

اولاد: مولانا سید محمد صاحب، مولانا سید محمد کاظم

خطیب اعظم سید سبط حسن صاحب، مولانا فرمان علی صاحب، مولانا سید محمد ہارون صاحب، مولانا سید محمد داوٗد صاحب، حافظ کفایت حسین صاحب، مولانا ظفر مہدی صاحب، مفتی احمد علی صاحب، مفتی محمد علی صاحب، مولانا سید علی نقی نقوی صاحب، مولانا عدیل اختر صاحب، مولانا آغا مہدی صاحب، مولانا خورشید حسن صاحب، مولانا مسرور حسن صاحب، مولانا انیس الحسنین صاحب وغیرہ قابل ذکر ہیں:

تصانیف:

المحاسن (ڈاڑھی کے بیان میں)، سرادق عفت (پردہ)، دیوان اشعار عربی، النبوۃ والخلافۃ، التوحید

(تواریخ واسطیہ ص ۲۵۹، انوار قم ص ۸۰، بے بہا، ص ۳۳۴، مطلع انوار ص ۶۷۵، اعیان الشیعہ ج ۴۹، ص ۱۲۱)

﴿سید نجیب الدین﴾

(ولادت:۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء)

سید غوث علی بن سید روشن دل کے فرزند تھے آپ کی ولادت ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء کو امروہہ محلّہ دانشمندان میں ہوئی، والد ماجد سید غوث علی ذی علم، ذی مقدرت، صاحب جاگیر و حیثیت و عزت محترم خاندان، محتشم اعزا تھے، آپ کے خاندان میں تقریباً دو سو برس تک علم دین و علمائے دین کا سلسلہ جاری رہا اس لئے ان کا خاندان ''مولویوں کا خاندان'' مشہور ہوا۔

مولوی سید نجیب الدین بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھے، آپ عالم دیندار، متقی، متورع، پرہیزگار صاحب حشمت و اقتدار عالم دین تھے۔

(انوار قم ص ۱۵۵)

اولاد: سید عنایت حسین، سید تجمل حسین

☆☆☆☆☆

﴿سید نذر حسین﴾

سید مہر علی ساکن محلّہ مچھرہٹہ کے فرزند تھے، امروہہ میں متولد ہوئے صاحب علم اور اکثر فنون میں مہارت رکھتے تھے، بڑے منشی متقی پرہیزگار تھے، اچھے خوش نویس اور ذی کمال تھے، دارالعلوم سید المدارس کے نام کثیر جائداد وقف کی، علم سے انتہائی محبت تھی۔

Scanned by CamScanner

صاحب تواریخ واسطیہ سید رحیم بخش کی زندگی میں حیات تھے۔

صاحب تواریخ واسطیہ ص ۵۴۰ / پر رقمطراز ہیں:

"(آپ) بڑے خوشنویس و صاحب علم و نیز فنون میں ذی کمال بے مثال ہیں اور سید کاظم حسین چھوٹے بھائی ان کے بھی ذی علم و نیک سیرت وخوش طبع تھے"

آپ نے مسجد جوادیہ محلّہ گذری کی تعمیر میں بھی زر کثیر صرف کیا آپ کی دو صاحبزادیاں ہوئیں ایک کی شادی مولانا اعجاز حسن صاحب سے ہوئی۔

☆☆☆☆☆

سید نسیم حسن ہلالؔ

(۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء)۔(۱۳۶۴ھ/۱۹۴۴ء)

آپ کی عرفیت حامد حسن اور تخلص ہلالؔ تھا، آپ کے والد مولانا سید اعجاز حسنؒ اپنے دور کے نامور علماء میں سے تھے جنہیں مفتی محمد عباس صاحب طاب ثراہ کی دختر منسوب تھیں۔

مولانا سید اعجاز حسن کی ڈائری کے مطابق آپ کی ولادت ۱۵ر ستمبر ۱۸۹۲ء/۱۳۱۰ھ کو امروہہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم سید المدارس امروہہ میں حاصل کی منشی، فاضل، پنجاب اور کامل، فاضل فقہ و اردو اعلیٰ قابل عربی فارسی بورڈ سے پاس کیا اور وہیں بہ عہدۂ نائب پرنسپل ملازم ہوگئے، بعد ازاں

Scanned by CamScanner

سیدالمدارس امروہہ میں تدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔ آخری عمر رضا لائبریری رامپور میں ملازم ہوگئے تھے، مولانا کو کتب بینی اور مطالعہ کا شوق ابتدا سے تھا عربی و فارسی کے علاوہ علم مناظرہ میں بھی مہارت رکھتے تھے اس سلسلے میں مختلف شہروں میں مخالفین سے جاکر مناظرہ کئے اور ان کو دندان شکن اور مسکت جوابات دیئے، ہمیشہ مناظرہ میں کامیابی ہوئی مد مقابل مبہوت ہوکر رہ جاتا تھا کیوں کہ آپ کو یہ علم پدر بزرگوار سے وراثت میں ملا تھا۔

وفات: آپ کی وفات ۵۳؍سال کی عمر میں ۲۵؍رجب ۱۳۶۴ھ ؍جولائی ۱۹۴۴ء کو امروہہ میں ہوئی۔

تصانیف:

- الصلوٰۃ
- زبردست خلافت
- ازالۃ الغرور من اہل الشرور
- تائید اسلام

غیر مطبوعہ: ذکر الحسینؑ والقرآن، اس میں امام حسین علیہ السلام کی ولادت سے اہل حرم کی مدینہ واپسی تک قرآن سے ثابت کیا ہے۔

آپ شعری ذوق بھی رکھتے تھے، غزل، قصیدہ، مرثیہ، سلام، کہے، سرکار نجم العلماء و سرکار ناصر الملت کی وفات پر مرثیے کہے۔

اولاد: سید محمد علی جعفر، مولانا سید محمد ابوطالب، سید عبدالمطلب، سید محمد ہاشم

Scanned by CamScanner

سید نفیس حسن

(۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء)-(۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء)

سید علی عباس صاحب ساکن محلّہ گذری کے فرزند تھے، خاندان عبد الواحد سے تعلق تھا، انتہائی متقی، پرہیزگار بزرگ تھے، آپ ۱۸۷۰ء اور ۱۸۷۵ء کے درمیان پیدا ہوئے لیکن قرین قیاس یہ ہے کہ ۱۲۸۸ء/۱۸۷۱ء میں متولد ہوئے، دارالعلوم سید المدارس میں مولانا سید احمد حسین صاحب قبلہ سے شرح ملا جامی و شرائع الاسلام و شرح لمعہ اہم کتب کی تعلیم حاصل کی، آپ کی علمی استعداد کو دیکھ کر مولانا سید احمد حسین صاحب طاب ثراہ نے اجازہ پیش نمازی عطا کیا۔نہائی دروس کے لئے لکھنؤ کا قصد کیا اور مدرسہ ناظمیہ میں زیر تعلیم رہے، خط نستعلیق خوب لکھتے تھے، آپ نے قرآن مجید اور دیگر اہم کتب اچھے خط میں کتابت کی، عزاخانہ علمدار علیخاں محلّہ گذری میں ذاکری فرماتے تھے، آپ نے نوّے سال کی عمر میں ۱۳۸۱ھ/۱۳/دسمبر ۱۹۶۱ء کو ایک دن کی علالت کے بعد انتقال کیا، اور عزاخانہ علمدار علیخاں میں دفن ہوئے، آپ نے حدیث کساء کی رد میں ایک رسالہ ''مغالطۂ فخریہ'' بھی لکھا، جو شائع نہ ہوسکا اس کا قلمی مسودہ محفوظ ہے، اولاد ذکور نہیں تھی۔

(شجرات سادات امروہہ قلمی مولوی بشیر حسن صاحب)

☆☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

﴿سید نورین احمد﴾

(۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء)۔(۱۳۶۹ھ/۱۹۵۵ء)

حافظ سید سبط احمد صاحب مرحوم ساکن محلہ بگلہ کے فرزند تھے آپ کی ولادت تقریباً ۱۸۹۵ء/۱۳۱۳ء کو ہوئی، بچپن ہی سے مذہب سے دل چسپی تھی، مذہبی تعلیم حاصل کی فارغ التحصیل ہونے کے بعد دارالعلوم سید المدارس امروہہ میں تدریس کے فرائض انجام دینے لگے، عربی، فارسی میں اچھی مہارت رکھتے تھے، حاجی معصوم احمد صاحب کے انتقال کے بعد مولانا مرحوم ۱۳۴۴ھ میں عزاخانہ محلہ بگلہ کے متولی منتخب ہوئے۔

دیانتداری اور ایمانداری کے ساتھ اپنے فرائض تولیت کو آخری سانس تک ایسا نبھایا کہ شہر والے آپ کی ذات کو بطور تمثیل پیش کیا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مرنے کے بعد آپ کی خدمات کا اعتراف کے طور پر آپ کو عزاخانہ کی شہ نشین میں دفن کیا گیا، آپ کے اولاد ذکور میں سے کوئی نہیں تھا۔

وفات: آپ کا انتقال ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۵۵ء میں ہوا۔

قطعہ تاریخ ؎ ''سید نورین احمد طوطئ گلزار خلد'' (۱۳۶۹ھ)

دوسرا قطعہ تاریخ ؎ ''جلوہ افروز شہ نشین نورین'' (۱۳۶۹ھ)

(تاریخ سادات ارزانی پوتہ ص ۳۱۰، مؤلفہ سید علی نقوی کراچی ۱۴۰۷ھ)

☆☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

﴿سید نیاز علی﴾

(متوفی: ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء)

آپ کی ولادت محلّہ مجاپوتہ امروہہ میں ہوئی آپ سید دائم علی صاحب کے فرزند ارجمند تھے، وطن ہی میں تعلیم حاصل کی، تحصیل علم کے بعد تبلیغ دین مبین میں منہمک ہوگئے محمود پور میں پیش نمازی فرماتے تھے، غالباً وہاں پر ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔

آپ نہایت سادہ مزاج اور نیک سیرت تھے،اور نہایت سادہ مزاج اور نیک سیرت تھے، آپ نے ۹۵ر سال سے زائد عمر میں تقریباً ۱۳۲۳ھ/۱۹۱۰ء میں امروہہ ہی میں وفات پائی۔

(بقول جناب مقتدا صاحب مجاپوتہ)

آپ کے سلسلے میں صاحب تواریخ واسطیہ ص ۵۲۳ر پر اس طرح رقمطراز ہیں:

"یہ عالم باعمل صاحب وضع، مستقیم الطبع، متقی و پرہیزگار، زاہد و ابرار، مرد صالح، خلیق مزاج ذی وقار اور اپنے ہم جیسوں میں نمودار ذی اعزاز ہیں"

اولاد: سید ابن علی صاحب

☆☆☆☆☆

﴿سید ولی حیدر﴾

(۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء)۔(۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء)

آپ نے ۳؍جنوری ۱۹۰۳ء/۱۳۲۱ھ کو سید علی حیدر ساکن محلّہ حقانی کے گھر میں آنکھ کھولی۔

ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی پھر نور المدارس، سید المدارس اور مدرسہ عالیہ رامپور میں زیر تعلیم رہے، ۱۹۱۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کی سند حاصل کی۔

ایک مدت تک کانپور کالج میں عربی، فارسی، اردو کے اعلیٰ مدرس رہے، آپ کا انداز تدریس جداگانہ تھا مطالب کو آسان کر کے طلباء کے سامنے پیش کرتے جس سے طلباء کو مفہوم سمجھنے میں آسانی ہوجاتی تھی۔

دینی وقومی خدمات: ایک عرصے تک آپ سہارنپور کے امام جمعہ و جماعت رہے اور مومنین کو احکام اسلامی سے روشناس کراتے رہے اس کے بعد موانہ ضلع میرٹھ کے امام جمعہ ہوگئے اور دین مبین کی ترویج کرتے رہے، آپ کے دل میں قوم کا ایک درد تھا قوم کی ترقی کی ہر وقت فکر رہتی تھی جس کے سلسلہ میں آپ نے محلّہ حقانی میں ایک پریس قائم کیا جس سے خاصی تعداد میں مذہبی کتب شائع ہوئی اور ایک مجلّہ بھی نکالتے تھے۔

آپ نے اردو ادب کی خدمت بھی کی اور دور حاضر کو مد نظر رکھتے

مولانا سید یوسف حسین مجتہد

ہوئے ایک کتاب بنام ''سراج المضامین'' تحریر فرمائی جس میں روش انشاء نگاری کو سہل کر کے پیش کیا تا کہ لوگ آسانی سے اس کے نشیب و فراز کو سمجھ لیں، آپ کو تصنیف و تالیف کا بہت شوق تھا اس کے علاوہ اور بہت سی کتابیں سپرد قلم کیں، آپ کو خاص طور سے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال تھا، اکثر تحریروں میں بچوں کی رہنمائی کو ملحوظ خاطر رکھا۔

ارتحال: آپ ۱۷ جنوری ۱۹۷۴ء/۱۳۹۴ء کو جاں بحق ہو گئے اور خالق حقیقی سے وصال کیا، خانیوال پاکستان میں سپرد خاک ہوئے۔

تصانیف:

سراج المضامین (اردو انشاء نگاری مطبوعہ)، ترغیب الصلوٰۃ، مطبوعہ
مرقع دینیات، مطبوعہ، الصحابہ، غیر مطبوعہ

(تذکرہ علماء امامیہ پاکستان ص ۳۹۱)

اولاد: سید رضی حیدر، سید زکی حیدر

☆☆☆☆☆

﴿سید یوسف حسین﴾

(۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء)-(۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء)

حضرت آیۃ اللہ سید یوسف حسین رحمۃ اللہ علیہ مولانا سید حاجی مرتضیٰ حسین صاحب مرحوم محلّہ دانشمندان کے سب سے بڑے فرزند تھے، آپ کی

Scanned by CamScanner

ولادت تقریباً ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۷ء بمقام امروہہ ہوئی، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد عربی و فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد حاجی مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ سے حاصل کی اور اس کے بعد رامپور کا سفر کیا جہاں محمد امین شاہ آبادی سے معقولات کا درس لیا۔

۱۹۰۵ء میں نہائی دروس حاصل کرنے کی غرض سے عازم عراق ہوئے اور نجف اشرف میں "مدرسہ سید کاظم طباطبائیؒ" میں قیام کیا،

اس وقت آقائی محمد کاظم خراسانی، آقائی ابوالحسن اصفہانی، آقائی شیخ علی قوچانی، آقائی ضیاء الدین عراقی، آقائی کاظم طباطبائی، سید ابوتراب خوانساری وغیرہم کے افادات بالعموم تھے۔

آپ نے آقائی سید محمد کاظم طباطبائی اور آقائی سید ابوالحسن اصفہانی کے درس خارج میں شرکت فرما کر اجازہائے اجتہاد حاصل کیے، آیات عظام نے اسناد اجتہاد میں آپ کے تبحر علمی کا اعتراف کرتے ہوئے علم فقہ میں آپ کی مہارت کے سلسلے میں غیر معمولی ستائشی الفاظ استعمال فرمائے ہیں، جن سے آپ کی فقہی اعلیٰ صلاحتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء میں وطن واپس تشریف لائے اور وطن ہی میں تشنگان علوم دینیہ کو سیراب کرنے لگے۔

انگریزوں کے خلاف تحریک: جب آپ نجف اشرف سے ہندوستان تشریف لائے تو پہلی جنگ عظیم اختتام پذیر ہوچکی تھی اور ہندوستان میں

انگریزوں کے خلاف تحریک کا آغاز ہوگیا تھا۔

یہ تحریک دن بدن ترقی کرتی چلی جارہی تھی یہاں تک کہ علماء نے حکومت برطانیہ کی فوج اور پولیس کی ملازمت حرام قرار دے دی، ایسے پر آشوب ماحول میں جب کہ انگریزی حکومت ظلم و بربریت پر اتری ہوئی تھی، معمولی حرکات کے عوض عبرتناک سزا دی جارہی تھی، جناب محترم نے اپنی موروثہ شجاعت کا اظہار کرتے ہوئے برطانوی فوج میں ملازمت کی حرمت کا فتویٰ صادر فرمایا، فتویٰ صادر ہوتے ہیں برطانوی حکام میں کھل بلی مچ گئی، آپ کا یہ اقدام انگریز کلکٹر مرادآباد کو پسند نہ آیا، اور سخت اظہار ناراضگی کیا، اور مولانا سے فتویٰ واپس لینے کا اصرار کیا، سرکار موصوف نے ایسا کرنے سے صاف انکار کردیا، جس کی بنا پر آپ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے، مگر نتیجہ کے مدنظر اپنے اس اقدام سے باز رہا، موصوف کی اس جرأت پر سر محمد یعقوب وغیرہ جو اس وقت ضلع مرادآباد کے مسلم لیڈر تھے، آپ کو مبارکباد دینے خود امروہہ آئے، مولانا کے اس جرأتمندانہ اقدام سے ملک میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

امروہہ واپسی پر مولانا نورالمدارس امروہہ سے بحیثیت پرنسپل منسلک ہوگئے یہ مدرسہ آپ کے والد حاجی مرتضیٰ حسین مرحوم کی کوششوں کی بدولت یو. پی. کے ممتاز عربی مدارس میں شمار ہوتا تھا، اور کثیر تعداد میں طلاب اس سے فیضیاب ہوتے تھے، آپ کی علمی کاوش کا نتیجہ تھا کہ یو. پی. کے اکثر پبلک اور گورنمنٹ

Scanned by CamScanner

اسکولوں میں علوم مشرق کے اساتذہ اسی درسگاہ کے سابق طلباء ہوتے تھے۔

جب مدرسہ نورالمدارس خاندانی نزعات کی آماجگاہ بنا تو موصوف ۱۹۲۲ء میں سید محمد حسنین ڈپٹی کلکٹر کے اصرار پر منصبیہ عربی کالج کے پرنسپل منتخب ہوئے، آپ کے تین سال کے مختصر قیام میں مدرسہ میں ہر حیثیت سے غیر معمولی ترقی ہوئی، بورڈنگ کی از سر نو تنظیم ہوئی، تعداد طلباء میں اضافہ ہوا۔

۱۹۲۵ء میں مولانا سید عباس حسین صاحب ناظم دینیات شیعہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کی وفات پر مولانا کا انتخاب اس عہدہ پر بمشاہرہ پانچ سو روپیہ ماہوار ہوا اس وقت صاحبزادے آفتاب احمد خاں وائس چانسلر تھے، مولانا ۱۹۳۳ء تاوفات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اس عہدہ پر فائز رہے، آپ یونیورسٹی اکیڈمک کونسل کے ممبر بھی رہے، یونیورسٹی میں فرائض اس خوش اسلوبی سے انجام دیئے کہ ہر وائس چانسلر آپ سے متاثر ہوتا تھا۔

آپ انتہائی سادہ طبیعت انسان تھے، طبیعت میں انکساری کوٹ کوٹ کر بھری تھی، بلا کے مہمان نواز تھے، علیگڑھ میں آپ کا مکان ہر برادری کے طالب علم کے لئے کھلا تھا اور خصوصاً نو وارد طلبہ کی ہر ممکنہ امداد فرماتے تھے۔

آپ درس و تدریس و تصنیف میں انتہائی محنت اور جانفشانی فرماتے تھے جسکی وجہ سے آپ کی صحت خراب رہنے لگی علیگڑھ میں اچھے اطباء کا علاج کرایا گیا مگر مزاج میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، آپ امروہہ تشریف لے آئے اور علالت میں اضافہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ ۴۶ رسال کی عمر میں تقدس کا یہ

آفتاب ۱۳۵۲ھ/نومبر ۱۹۳۳ء کو غروب ہوگیا، سارے شہر پر غم کے بادل چھاگئے، ہر طبقے کے افراد نے اپنے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا اور ہزاروں آہ و سسکیوں کے ماحول میں عزاخانہ نورالمدارس محلّہ دانشمندان کی شہ نشین میں سپرد خاک کیا گیا۔

تصانیف:

- تفسیر یوسفی، تیسویں پارے کی نحوی وصرفی تفسیر قرآن
- حاشیہ برکفایۃ الاصول، عربی
- جوابات شافیہ
- توضیح الرکعات عن آیات الصلوٰۃ در جواب رسالہ تصدیق حسین دورکعتی
- آپ میرٹھ سے ''انہادی'' رسالہ نکالتے تھے جس میں آپ کے فتاویٰ شائع ہوتے تھے، اور متعدد کتابوں پر تقاریظ لکھیں۔ (انوارقم و مطلع انوار)

اولاد: سید ہاشم رضا، سید قاسم رضا

☆☆☆☆☆